بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ

ابرارِ خطابت

۵

حصّہ پنجم

مصنّف
قاری ابرار احمد قادری
(فاضل علوم عربیہ)

ناشر- علمی برادران تاجران کُتب
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ ج

ابرار خطابت

(حصہ پنجم)

المعروف

گلستان خطابت

(مصنف)

قاری ابرار احمد قادری

(فاضل علوم عربیہ)

ناشر

علی برادران تاجران کتب

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

نام کتاب ——— گلستانِ خطابت
مصنف ——— قاری ابرار احمد قادری
طابع ——— محمد عامر
کتابت ——— محمد اشرف گجر
ناشر ——— علی اکبر
بار ——— اوّل
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— /۹۵ روپے

تقسیم کار

علی برادران تاجران کتب
ارشد مارکیٹ۔ جھنگ بازار فیصل آباد
فون ۶۳۴۷۱۷۱

انتساب

زبدۃ العلماء، قدوۃ الاولیاء، امام المتکلمین
محدث اعظم پاکستان، شیخ الحدیث حضرت
علامہ مولانا **ابوالفضل محمد سردار احمد** قدس سرہ العزیز

کی بے پناہ دینی خدمات کے نام!
گر قبول افتد زہے عز و شرف

ادنیٰ طالب علم: جامعہ رضویہ مظہر اسلام
جھنگ بازار فیصل آباد

قاری ابرار احمد قادری

نذرانۂ عقیدت

قیامت تک روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر حاضری دینے والے عاشقانِ مصطفٰی

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نام!

غلامِ غلامانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلّم

قاری ابرار احمد قادری

مقدّمہ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ کہ حضورِ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات نورِ مجسّم، شفیعِ اعظم، رحمتِ دو عالم، فخرِ آدم و بنی آدم، سیّدِ مرسلان نبی آخر الزماں، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین، احمدِ مجتبٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صدقہ و وسیلہ سے کائنات وجود میں آئی۔ یوں سمجھیں کہ نبیوں کو نبوّت ملی تو آپ کا صدقہ ____ صدیقوں کو صداقت ملی تو آپ کا صدقہ ____ اماموں کو امامت ملی تو آپ کا صدقہ ____ شہداء کو شہادت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صدقہ ____ شرفاء کو شرافت ملی تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صدقہ ____ سخیوں کو سخاوت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صدقہ ____ فرش و عرش بنے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صدقہ ____ مکین و مکان بنے تو کملی والے آقا کا صدقہ ____ بلکہ سب کچھ بنا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا صدقہ بنا ____ اور سب کچھ بنا تو آپ ہی کے لئے بنا۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

زمین و زماں تمہارے لئے
مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے
بنے دو جہاں تمہارے لئے
دہن میں زباں تمہارے لئے
بدن میں ہے جاں تمہارے لئے
ہم آتے یہاں تمہارے لئے
اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا میں تشریف نہ لاتے تو کائنات کی کوئی چیز بھی نہ ہوتی، ہمارے آقا باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ آپ کی ذات دلیلِ خدا ہے ـــــ آپ کی جبینِ اقدس طٰہٰ ہے ـــــ آپ کا کلام کلامِ خدا ہے ـــــ آپ کے لب وحی یوحیٰ ہیں ـــــ آپ کی زلفوں کی رب تعالیٰ نے قسم کھائی واللیل اذا یغشیٰ ـــــ آپ کے شہر کی قسم کھائی ـــــ لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد ـــــ اللہ تعالیٰ نے آپ کی گفتگو کی قسم کھائی وقیلہٖ یٰرب ـــــ آپ کی زندگی کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی لعمرک انھم ـــــ روزِ ازل سے آپ کی عظمت و شان اور آپ کی رفعت کا تذکرہ شروع ہوا۔ جو آج بھی جاری ہے، اور قیامت تک ہی نہیں بعد از قیامت بھی آپ کا ذکر ہوگا۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

ہر چیز قیامت کو فنا ہو جائے گی۔ مگر ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فنا نہیں اس لئے کہ جس محبوب کا ذکر کرنے والا خود خدا ہو تو اس محبوب کا ذکر کب ختم ہو۔ بندہ ناچیز علماء کرام کا خادم ہونے کی حیثیت سے یہ اپنے لئے خوش قسمتی سمجھتا ہے کہ مجھ جیسے ناچیز، اکثر التقصیر، کم علم اور کم فہم کو ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس پر میں اپنے خالق و مالک اللہ رب العزت کا بے شمار مرتبہ شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح و ثناء کی توفیق بخشی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور رحمۃ للعالمین کی عنایت عظیم سے ابرارِ خطابت حصہ اول، دوم اور فیضانِ خطابت کی مقبولیت کے بعد اب گلستانِ خطابت آپ کے پیشِ خدمت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس سعی جمیل کو قبول فرمائے اور اسے میرے لئے، میرے والدین و اساتذہ کرام کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین۔
بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واصحابہ اجمعین

طالبِ دعا

قاری ابرار احمد قادری
خطیب جامع مسجد انوار الثانی۔ گلی نمبر ۲، روضہ پارک
منصور آباد۔ فیصل آباد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشقِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝
اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ
نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط
وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ
مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَبَلَّغَنَا
رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و
محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

ہر اک رنگ وچ چمکدا نور تیرا
ہر اک پھل وچ حسن مستور تیرا

پتے پتے وچ تازگی ہے تیری
ذرے ذرے وچ چمکدا نور تیرا
جلوے چمکدے چمن دے وچ تیرے
ہر اک جگہ اے ربا ظہور تیرا
چمن چمن اندر شاخ شاخ تیرا
سارا کیف تیرا تے سرور تیرا
لالہ زار بہار گلزار تیرا
عرش فرش مولا ہے مشکور تیرا
صائم کی وچارا اے جہان سارا
مدح خوان ہے رب غفور تیرا

حضرات محترم!
میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کے دوسرے پارے کی آیہ کریمہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ جل علا نے ارشاد فرمایا۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

اور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا دیجئے ان صبر کرنے والوں کو جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضرات!

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو طرح طرح کے مصائب سے آزمانے کی تنبیہ کی ہے۔ کہ ہم تمہیں قسم قسم کے مصائب میں ڈال کر آزمائیں گے۔ کہ کیا تم اپنے خالق کی طرف سے آنے والی مشکل ومصیبت پر صبر کرتے ہو یا نہیں یاد رہے کہ مصائب تو بہت ہیں۔ مگر اس آیہ کریمہ میں لفظ "بشئی" کی تنوین تنکیر کی ہے۔ جس میں قلت کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ کہ ہم تمہیں تھوڑی سی مصیبت میں ڈال کر آزمائیں گے۔ اور پھر جو لوگ مصیبت پر صبر کریں گے۔

تو انہیں انعام کثیر کی خوشخبری ہے اور وہ لوگ جو صابرین ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں کسی مصیبت میں ڈال کر آزمایا جاتا ہے تو وہ جزع وفزع اور واویلا نہیں کرتے۔

بلکہ کہتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بے شک ہر چیز اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور ہر چیز اسی کی طرف لوٹنے والی ہے۔ پھر ایسے ہی لوگوں پر اللہ تعالےٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ٹھہرائے جاتے ہیں۔

جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

یہی ہیں جن پر رحمتیں ہیں ان کے پروردگار کی طرف سے یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

(پ ۲)

حضرات! مصائب میں بندے کا امتحان ہوتا ہے، اور جو اس امتحان میں اپنے آپ کو صبر وشکر کے ساتھ گزارتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی صلہ دیتا ہے اور آخرت کو بھی انعام کثیر سے نوازے گا۔

اجرِ کثیر:- تفسیر مظہری میں ہے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے روز جب دنیا کے مصیبت زدوں کو ثواب ملے گا۔ تو جو لوگ دنیا میں آرام سے رہے۔ وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں قینچیوں سے ہماری کھال کاٹ دی جاتی۔ حتیٰ کہ ہمیں بھی یہ نعمتیں ملتیں۔ (تفسیر مظہری)

گناہوں کا کفّارہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ بخار کی حالت میں تھے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کا جسم اطہر چھوا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو بہت سخت بخار ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں مجھ کو تمہارے دو شخصوں کے برابر بخار ہوا کرتا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یہ اس لئے ہوگا۔ کہ آپ کو ثواب بھی دگنا ملے گا۔ تو ارشاد فرمایا:۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُهٗ اَذًی مِنْ مَّرَضٍ فَمَا سِوَاهُ اِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهٖ سَیِّاٰتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۱۳۴)	کوئی مسلمان ایسا نہیں، جسے کوئی تکلیف بیماری وغیرہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ جھاڑ دیتا ہے۔ جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

گناہوں سے پاک:۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ بلا اور مصیبت میں کون رہتا ہے۔ فرمایا انبیاء کرام علیہم السلام پھر جو انبیاء کرام علیہم السلام سے کم ہیں اس

طرح دین کی قوّت و کمزوری کے اعتبار سے مصائب بھی قوی و ضعیف ہوتے ہیں۔ اگر دین میں پختہ ہوتا ہے۔ تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں اور اگر دین میں کمزور ہے تو مصیبت میں بھی کم گرفتار ہوتا ہے اور مومن مصیبت میں گرفتار رہا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری جلد اوّل)

حضرات گرامی! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو ہی مصائب میں ڈالتا ہے۔ جو عشق الٰہی میں راسخ ہوتے ہیں۔ جو ہر وقت عشقِ الٰہی میں سرشار رہتے ہیں۔ جب چاہتا ہے کہ ان کے درجات بلند فرمائے تو ان کا امتحان لیتا ہے۔ پھر جتنی نشان زیادہ ہوتی ہے۔ اتنا ہی امتحان بھی سخت ہوتا ہے اور جو عشقِ حقیقی میں مضبوط ہوتے ہیں۔ تو وہ اپنے مالک کی رضا میں مال نہیں دیکھتے۔ اپنی اولاد نہیں دیکھتے۔ وہ اپنی جائیداد نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبّت میں کچھ مزہ ہی نہیں۔

عارف کھڑی میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

چھم چھم تیر پون تلواراں عاشق نڈر رہندے
عشق پیر نہ محمد بخشا نیّں کدے رل بہندے
عاشق مونوں ذرا نہ ڈر دا جان تلی پر دھردا
جے اوہ ڈرنے والا ہوندا تے کدھرے مردا

حضرات! عشقِ الٰہی کی قید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام
نارِ نمرود میں کود گئے ——— عشقِ الٰہی میں بیٹے اسمٰعیل
علیہ السلام کے گلے پر چھری چلاتی ——— عشقِ الٰہی
میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بازارِ مصر میں بکنا پڑا ———
اسی عشق نے میدانِ احد میں محبوبِ خدا کے دانت شہید
کروائے ——— اسی عشق کی قید میں حضرت بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹنا پڑا ——— حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے ڈنگ پہ ڈنگ
کھائے ——— حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نیزے کی نوک پر سوار ہوئے ——— شیخ منصور
سولی پر چڑھے۔

حضرات! زمین و آسمان میں ——— مکین و مکاں
میں ——— زمین و زماں میں بلکہ ہر طرف اسی عشق
کے فسانے ہیں۔ ہر طرف عشق کے ترانے ہیں۔ کتنی زلیخا عشق
نے ——— جنگل میں ڈیرے عشق کے
———
عرش پہ پھیرے عشق کے ——— کعبہ کہایا عشق نے
——— نیزے چڑھایا عشق نے
———
بُھلّا نچایا عشق نے ——— سولی چڑھایا عشق نے ———

ہ عشق دی ریت سارے جہاں توں جدا
نہ ایہہ راہ ویکھدا نہ کراہ ویکھدا
جتھے چاہندا جھکا دیندا عاشق دا سر
نہ ایہہ کعبہ نے نہ کربلا ویکھدا

کسی نے یوں کہا:۔

ہ لاکھوں پڑے ہیں عاشق مولا تیری گلی میں
یوسف کا ہو رہا ہے سودا تیری گلی میں

حضرات! عاشقوں کی علامت بھی یہی ہے۔ کہ ان
پر بے شک لاکھ مصیبتیں آئیں۔ وہ اپنے مالکِ حقیقی کے
عشق میں انہیں خوش دلی سے برداشت کریں۔ کیونکہ عشق
حقیقی نام بھی اسی چیز کا ہے۔ کہ رضاءِ یار پر اپنا تن، من،
دھن اپنا مال و جان سب کچھ قربان کر دیں۔ عقل سوال
کر کے روکتی ہے۔ مگر جس دل میں اس ذات کے متعلق
صحیح معنوں میں عشق ہوتا ہے۔ وہ نہ سوچتا ہے۔ نہ ہی کوئی
سوال کرتا ہے۔ بلکہ رضاءِ مالک پر ہر دکھ جھیلتا ہے۔ ہر مشکل
سے مشکل منزل کو طے کرتا ہے۔ وہ اپنے مالکِ حقیقی کی طرف
سے پیش آنے والی ہر آزمائش اور امتحان کے پل کو انتہائی
صبر و شکر کے ساتھ عبور کرتا ہے۔

حاتم صاحب فرماتے ہیں:۔

ہ رسم عشق دی جگ توں وکھری اے
عاشق صدمے اٹھاوے تے مزہ آوندا
مزہ واعظ نوں آوندا اے منبراں تے
عاشق سولی تے آوے تے مزہ آوندا
غم عاشق نوں کھاوے تے مزہ آوندا
عاشق غماں نوں کھاوے تے مزہ آوندا

ست کے عشق نوں ہجر دی اگ اندر
صائم حسن آزماوے تے مزہ آؤندا
تن آسانیاں لبھدا پھرے واعظ
عاشق صدمے اٹھاوے تے مزہ آؤندا
سچے عاشقاں دے وال وال اندر!
یار آپ چلاوے تے مزہ آؤندا
ٹھوکر نال جس ڈیگیا پھیر اوہو
ٹھوکر نال اٹھاوے تے مزہ آؤندا
حسن مسکراندا صائم پھیدا اے
عاشق اتھرو برساوے تے مزہ آؤندا
سو سو دکھ جھلّے اٹھے پہر عاشق
اپنی جان تے دولت غم بدلے
مانے غماں دے تخت دی نئیں لیندے
اک گھڑی دی اکھاں دی نم بدلے
زاہد صبر دا وِچ تریاق بیٹھا!
خواہشات نفسانی دے سم بدلے
لکھاں روگ سہیڑ لئے ہیں صائم
اک یار پیارے دے دم بدلے

حضرات! جس دل میں عشقِ حقیقی ہو پھر وہ غیر کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ اللہ تعالےٰ کے سوا دنیا کی ہر چیز اس کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو جاتی ہے۔ بلکہ

ہر چیز میں اسے اس کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں۔

ہ جلوہ تیری ذات کا سو بہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

بلکہ عشق نام ہے حق کی جانب متوجہ ہونے کا۔ اور پھر جس منزل اور جس مقام پر عشق پہنچاتا ہے۔ وہاں تک ایمان کی رسائی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ایمان عبادت کرنے کے طریقے سکھاتا ہے اور عشق محبوبِ حقیقی کی پہچان کرواتا ہے حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہ ایمان سلامت ہر کوئی منگے عشق سلامت کوئی ہو
منگن ایمان شرماون عشقوں دل نوں غیرت ہوئی ہو
جس منزل نوں عشق پہنچاوے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رکھیں باہو ایمان نوں دیاں دھروئی ہو

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

ہ غوث قطب اُرے اُریرے عاشق جان اگیرے ہو
جیہڑی منزل عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پاندے پھیرے ہو
عاشق وِچ وصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ہو
میں قربان تنہاں توں باہو جنہاں ذاتوں ذات لبیرے ہو

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

ہ جنہاں دلاں وِچ عشق نیئں رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے دَر راکھی کردے صابر بھکّے ننگے

اب دیکھنا یہ ہے کہ عشق ہے کیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

لکھتے ہیں :۔

عقل و دل و نگاہ کا مُرشد اوّلیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بُت کدہ تصوّرات

کیا مطلب۔ کہ بندے کی عقل و دل و نظر کا پہلا مُرشد پہلا رہنما عشق ہے۔ اگر انسان کے قلب و نظر میں عشقِ حقیقی عشقِ الٰہی نہیں ہے۔
تو دین و شریعت کو بُت خانہ تصوّر کر۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر تیرے دل و نگاہ میں اس رب لم یزل کا عشق موجود ہے تو سب کچھ ہے۔ اگر عشق نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔

ے صدقِ خلیل بھی ہے عشق صبرِ حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

علامہ صاحب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نارِ نمرود میں کیوں کود گئے۔ آقا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے صبر کیوں کیا اور بدر و حنین میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے جانوں کے نذرانے کیوں پیش کئے۔ اس لئے کہ ان کے دل و جان میں عشقِ حقیقی کارفرما تھا۔ اسی عشقِ خداوندی کا کرشمہ تھا کہ انہوں نے اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ مگر پرواہ نہ کی۔ اسی عشق کے متعلق محمد لوٹا شاعر یوں کہتا ہے کہ

زہر پیالہ عشق والا جس چکھیا سو چکھنا چور ڈِٹھا
مجنوں شک کے لکڑی کا ٹھ ہویا سولی چڑھدیاں شاہ منصور ڈِٹھا

جان دتیاں باجھ نہ ملے پیارا ایس عشق دا ایہہ دستور ڈِٹھا
محمد لوٹیا عشق دے پنتھ اندر کوئی باجھ نہ درد رنجور ڈِٹھا

سُلطان صاحب فرماتے ہیں :۔

ے عشق جنہاں دی ہڈیں رچیا اوہ بھرے چپ چپاتے ہُو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ کردے گونگی باتے ہُو
اوہ کردے وضو اسمِ اعظم دا جیہڑے دلیا وحدت وچ نہاتے ہُو
تد دل قبول نمازاں باہُو جد یاراں یار پچھاتے ہُو

حضرات! آیئے ان لوگوں کا حال دیکھیں جنہوں نے عشقِ الٰہی میں ہزاروں تکلیفیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیا۔ مگر زبان پر کوئی شکوہ و شکایت نہ لائے۔

عشقِ الٰہی اور حضرت جرجیس علیہ السلام

حضرت جرجیس علیہ السلام اللہ تعالےٰ کے نبی ہوئے ہیں ان کے وقت میں ایک بادشاہ تھا۔ جو انتہائی ظالم و جابر اور بُت پرست تھا۔ اس کے بُت کا نام افلون تھا۔ جسے اس نے جواہرات سے آراستہ کر رکھا تھا اور وہ لوگوں کو اسے سجدہ کرنے پر مجبور کرتا جو اس کی پوجا کرتا اسے رہا کر دیتا۔ ورنہ اسے مار ڈالتا تھا۔ ایک دن وہ جنگل میں آیا اور لوگوں کو بلا کر اس بُت کو آراستہ کر کے سجدہ کرنے کے لئے حکم دے رہا تھا اور پاس ہی آگ جلا رکھی تھی۔ جو اُسے سجدہ نہیں کرتا تھا۔ اسے آگ میں جلاتا تھا۔ تب حضرت جرجیس علیہ السلام نے یہ

حالت دیکھی تو غمناک ہوئے اور دل میں سوچا کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ایک بہت اچھا کام کروں۔ وہ یہ کہ اس کو بت پرستی سے منع کروں اور اسلام پیش کروں۔ پھر مجھ پر جو کچھ گزرے گی۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر بھگت لوں گا۔ اس کے بعد آپ بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ خلق خدا کو ناحق کیوں ستاتا ہے؟ تو ایک کمزور اور عاجز بندہ ہے۔ مگر تیرا خدا طاقتور اور قادر ہے۔ جس نے تمہیں یہ سلطنت دے رکھی ہے۔ تو اس ذات کا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتا۔ الٹا ناجائز اس کے بندوں کو تکلیف دیتا ہے، اور بت پرستی کرتا ہے۔ پتھر کو کوئی بھی اپنا خدا نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ تو رحیم و کریم اور قدیم ہے۔ تیرے کفر اور نافرمانی کو اچھی طرح جانتا ہے اور پھر اپنے فضل و کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے۔ اس کی عظمت اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں تو کس باغ کی مولی ہے جو اتنا تکبر میں ہے۔

آزمائشوں کا آغاز: بادشاہ نے جب یہ سنا تو حکم دیا کہ زمین میں لکڑی گاڑھ کر اس کے ساتھ اسے ننگا کر کے میخیں ٹھونک دو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کے جسم کا چمڑا اکھڑ گیا اور خون بہہ نکلا۔ لیکن آپ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہی کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہ

ہوئی۔ پھر لوہے کی میخ گرم کر کے آپ کے سر پر رکھی گئی۔ تاکہ دماغ پگھل کر باہر نکل جائے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ آپ صحیح سلامت رہے۔ جب لوگوں نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو کچھ لوگ پوشیدہ طور پر اور کچھ کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو گئے اس کے بعد بادشاہ کے خواصین نے کہا۔ کہ بادشاہ سلامت اب کام ہاتھ سے گیا اور ایسا فتنہ پیدا ہو گیا۔ جسے ہم دور نہیں کر سکتے۔ اگر آپ حکم دیں تو اسے جیل خانہ میں قید کر دیا جائے۔ تاکہ اسے کوئی نہ دیکھے اور یہ وہیں مر جائے۔ چنانچہ آپ کو جیل میں لے جا کر آپ کی پشت پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا۔

پتھر کے نیچے شکر الٰہی: آپ دن رات پتھر کے نیچے شکر الٰہی بجا لاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ کو پتھر کے نیچے سے صحیح سلامت باہر نکال دیا، اور آپ کو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے، اور نبوت عطا فرمائی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا کی رنج و مصیبت میں صبر کرو۔ اور میرے دشمنوں کو میری پرستش کی دعوت دو اور کسی قسم کا خوف نہ کرو۔ یہ تجھے چار مرتبہ جان سے مار ڈالیں گے، اور میں چاروں مرتبہ تجھے زندہ کروں گا۔ پھر اس شہادت کے بعد تجھے بہشت میں لایا جائے گا۔ آپ نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ جب بادشاہ نے دربار عام لگایا۔ تو آپ بھی وہاں تشریف لے گئے۔

بادشاہ نے کہا کہ میں نے تجھے جیل میں ڈالا تھا۔ وہاں سے تجھے کس نے رہائی دی۔ فرمایا جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔
بعدازاں بادشاہ نے حکم دیا کہ آرا لاکر آپ کو پُرزے پُرزے کیا جائے۔ بادشاہ کے سات شیر بھوکے ایک ہی کوٹھڑی میں بند تھے۔ جب آپ کو اس کوٹھڑی میں بھیجا گیا۔

شیروں نے احترام کیا: تو شیروں نے آپ کو کھانے کے بجائے سجدہ کیا۔ جب رات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے آپ کو وہاں سے نکالا۔ کھانا کھلایا اور کہا کہ دنیاوی رنج و مصیبت پر صبر کرو۔ جب دن ہوا تو بادشاہ نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور کہا کہ خوشی کرو۔ ادھر حضرت جرجیس علیہ السلام بادشاہ کے پاس آ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تو جرجیس ہے؟ فرمایا ہاں! کہنے لگا میں نے تو تجھے مار ڈالا تھا۔ فرمایا اپنے ماننے کی طرف کیا دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھو کہ اس نے مجھے کس طرح زندہ کیا۔ صرف مجھے ہی نہیں۔ وہ اسی طرح ساری مخلوق کو زندہ کرے گا۔ یہ سن کر سب حیران رہ گئے ایک نے کہا۔ اے جرجیس علیہ السلام ہماری التجا ہے۔ اگر تو ہمارے دل کی آرزو پوری کرے تو ہم تیرے خدا کی پرستش کریں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے کہا ہم چار شخص کرسیوں پر بیٹھے ہیں اور ہمارے سامنے مختلف قسم کی لکڑی کے بنے ہوئے تھال ہیں۔ تو اپنے اللہ تعالیٰ

کو کہہ کہ یہ لکڑیاں ہری ہو جائیں، اور انہیں پھل لگ جائے۔

لکڑیاں ہری ہوگئیں: چنانچہ آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان سوکھی لکڑیوں کو سرسبز بنا دیا۔ اور اس پر شاخیں، پتے پھل، پھول وغیرہ سب کچھ نکل آیا۔ یہ دیکھ کر مانتی نے کہا۔ یہ شخص جادوگر ہے۔ اس کو میرے حوالے کرو۔ تاکہ میں اسے سخت عذاب دوں۔ اس نے ایک بُت بنایا۔ جو اندر سے خالی تھا۔ اس کو اس بُت میں داخل کر کے اس کا منہ بند کر دیا اور چند روز جلتی آگ میں رکھا۔ جب آپ جلے تو غضبِ الٰہی جوش میں آیا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ اور آگ برسنے لگی۔ تمام لوگ بیہوش ہو گئے۔ جب آپ اس بُت سے نکلے۔ تو قہر خداوندی کی وجہ سے خاموش رہے۔ چند دنوں کے بعد وحی آئی۔ کہ بادشاہ کے پاس جاؤ۔ اور اسے میرے عذاب سے ڈراؤ۔ آپ پھر بادشاہ کے پاس گئے۔ اور نصیحت کرنی شروع کی۔ چنانچہ اس بادشاہ کے وزراء میں سے ایک نے کہا کہ اب تمہارے اور ہمارے درمیان ایک بات رہ گئی ہے۔ اگر تیرا خدا مُردوں کو زندہ کر دے۔ تو ہم اس کی پُوجا کریں گے۔ قریب ہی ایک پُرانا قبرستان تھا۔

مُردے زندہ ہوگئے: آپ نے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے سترہ آدمی زندہ ہو گئے۔ جن میں سے نو آدمی

پانچ عورتیں اور تین بچے تھے۔ ان میں ایک بوڑھا بھی تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا بوڑھے تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا توما بیل۔ پوچھا تو کب مرا تھا؟ کہنے لگا۔ فلاں زمانے میں حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ چار سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے بادشاہ حیران رہ گیا۔ وزیر نے کہا۔ یہ مرد جادوگر نہیں۔ جادوگر مُردے کو زندہ نہیں کر سکتا۔ ہم نے اس پر اتنی سختی کی۔ لیکن اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچی۔ یہ آسمانی کام ہے۔ اس پوچھنے والے مرد نے کہا۔ اب میں جرجیس کے خدا کی پرستش کروں گا۔ اور ان بتوں سے بیزار ہوں۔ یہ سن کر بادشاہ ناراض ہو گیا۔ اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کروا دیئے۔ بادشاہ نے وزراء سے پوچھا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے؟ تاکہ اس سے کسی طرح چھٹکارا حاصل ہو۔ ایک نے کہا اسے کسی مفلس کے گھر میں رکھو تاکہ بھوک کے سبب ہلاک ہو جائے۔ چنانچہ آپ کو ایک مفلس بڑھیا کے گھر میں رکھا گیا۔ جس کا ایک بیٹا جو بیمار، اندھا اور عیب والا تھا اور پورے شہر میں اس بڑھیا سے بڑھ کر مفلس کوئی نہ تھا۔ اور دروازے پر پہرہ بٹھا دیا۔ تاکہ کوئی شخص بھی ان کو روٹی پانی نہ دے۔ اور وہ بھوک پیاس سے ہلاک ہو جائیں۔

آپ ایک کونے میں نماز میں مشغول ہو گئے۔ دن کو روزہ رکھتے۔ جب شام کا وقت ہوا تو بڑھیا سے پوچھا کہ بڑھیا تیرے گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس نے کہا اے

جوان میں مفلس بڑھیا ہوں۔ میرا بیٹا بیمار اور اندھا ہے میرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔ اس بڑھیا کے گھر میں ایک ستون تھا۔ جس پر چھت قائم تھی۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔

درخت ہرا ہو گیا: تو فی الفور وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس پر پھل بھی آ گیا اور ایسا پھل لگا۔ جو کسی نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے پھل کھایا اور بڑھیا کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچان پہلے وہ بڑھیا بت پرست تھی۔ اب مسلمان ہو گئی۔ پھر اس بڑھیا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر تیری ایسی قدر و منزلت ہے۔ تو میرے بیٹے کے لئے دعا کرو۔ کہ وہ تندرست ہو جائے۔ آپ نے لڑکے کی آنکھ پر دم کیا۔

بینائی مل گئی: تو اسے بینائی مل گئی۔ بڑھیا کی منت و سماجت پر آپ چند دن اور اسی کے گھر میں رہے۔ ایک دن بادشاہ ادھر سے گزرا۔ اور سبز درخت دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ میں نے تو یہاں کبھی سبز درخت نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا اس جادوگر کو اس عورت کے گھر میں رکھا تھا جس نے درخت لگایا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس درخت کو اکھاڑ دو۔ اور گھر برباد کر دو۔ حکم الٰہی سے وہ درخت پھر ستون بن گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ جرجیس کو لاؤ۔ اور

اسے زمین پر لٹا کر اس کے جسم پر لوہے کی میخیں گاڑھ کر اسے زندہ
جلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر آپ کے جسم پاک کی خاک کو
دریا میں پھینکنے کا حکم دیا۔ تاکہ (نعوذ باللہ) آپ کا نشان نہ رہے
اور ہم اس کی تبلیغ سے محفوظ رہیں۔ جب اس مقدس خاک
کو لا کر تھوڑا تھوڑا کر کے دریا میں ڈالا گیا۔ تو آواز آئی۔
کہ اے ہوا تجھے زمین و آسمان کا بادشاہ حکم دیتا ہے۔ کہ ان سب
ذروں کو جمع کر۔ کیونکہ ہم انہیں دوبارہ زندہ کریں گے۔ ہوا نے
اکٹھا کر کے پانی پر ڈھیر لگا دیا۔ تو اسے بادشاہ کے مشیروں نے
دیکھا۔ کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ ڈھیر جنبش کرنے لگا۔ اور بیچ
میں سے حضرت جرجیس علیہ السلام نمودار ہوئے۔ جو اللہ تعالیٰ
کی حمد و ثناء بیان کر رہے تھے۔ جب وہ لوگ شہر واپس
آئے۔ تو آپ ان سے پہلے ہی بادشاہ کی کچہری میں موجود تھے
بادشاہ نے پوچھا آپ تو مر گئے تھے۔ خاکستر ہو گئے تھے پھر
زندہ کیسے ہوئے؟ واقعی تو سچا نبی ہے۔ اور تیرا خدا قادر
ہے۔ ہمارے بت عاجز ہیں۔ لیکن اگر اب میں تیرے خدا
کی پرستش کروں۔ تو لوگ مجھے ملامت کریں گے۔ اور کہیں
گے کہ ایک آدمی کا بھی مقابلہ نہیں کر سکا۔ اب ایک کام اور
ہے۔ جس میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔ وہ یہ کہ تو ایک مرتبہ
ان بتوں کو سجدہ کر دے۔ تاکہ لوگوں کا اعتراض اٹھ جائے۔
پھر میں تیرے خدا پر ایمان لاؤں گا۔ اور بتوں سے منہ
موڑ لوں گا۔ انہیں توڑ ڈالوں گا۔ آپ نے چاہا کہ محبت خدا

ظاہر کریں۔ فرمایا اچھا منظور ہے۔ بادشاہ خوش ہوا اور آپ
کے سر و چشم کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ آج کی رات اور کل کا دن
میرے پاس رہو۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ ہمارے درمیان
صلح ہے۔ پھر ہم دونوں بت خانے میں جائیں گے۔ اور
ایک دفعہ بت کو سجدہ کرنا۔ بعد میں جو کچھ تو کہے گا۔ مجھے منظور
ہے۔ آپ رات کو عبادت میں مشغول ہو گئے۔ ایک عورت
بھی آپ کے پیچھے نماز میں مشغول ہو گئی۔ جب آپ نے دیکھا
تو اسے اسلام سکھایا۔ اور وہ عورت مسلمان ہو گئی۔ مسلمان
غمناک تھے اور یہودی خوش تھے۔ لوگ بت خانے کی طرف
آئے۔ جس میں ستر بت تھے۔ جو مروارید اور جواہرات سے
آراستہ تھے۔ آپ دیر تک ان کی طرف دیکھتے رہے۔ کہ اتنے
میں وہی عورت بچے کو اٹھا کر لائی۔ آپ نے اس بچے کو آواز
دی۔ کہ اے فلاں۔ لڑکے نے اسی وقت کہا۔ لبیک یا نبی اللہ۔
فرمایا گردن سے نیچے اتر آ۔ چنانچہ وہ اتر کر پاؤں پر چلنے لگا۔
اور آپ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ فرمایا اندر جا کر بتوں کو کہہ دے
کہ تمہیں جرجیس علیہ السلام بلاتے ہیں۔ جب اس بچے نے
اندر جا کر پیغام دیا۔

بت چل پڑے: تو سارے بت سر کے بل چلتے ہوئے
باہر آ گئے۔ آپ نے زمین پر پاؤں مارا۔ تو سب زمین میں
نابود ہو گئے۔ بادشاہ نے کہا تو نے مجھے فریفتہ کیا۔ اور میرے

دیوتاؤں کو ہلاک کیا۔ فرمایا یہ میں نے اس لئے کیا تاکہ تجھے معلوم
ہو جائے۔ کہ وہ خدا نہیں اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر ان
میں سے شیطان کو پکڑ لیا۔ اور کہا اے ملعون یہ کیا بات ہے ؟ جو
تو کر رہا ہے خود بھی ہلاک ہوا۔ اور مخلوق کو بھی ہلاک کر رہا ہے
تو خود تو دوزخ میں گیا ہے۔ اب خلق خدا کو بھی دوزخ میں لے
جاتا ہے۔ شیطان نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے نزدیک
ایک آدمی کو راہ راست سے بھٹکانا تمام چیزوں سے پیارا ہے
نیز کہا یہ آپ کو معلوم نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو
سجدے کا حکم دیا تو سب نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا میں
نے نہ کیا۔ میں نے دوزخ منظور کر لیا مگر سجدہ نہ کیا پھر بادشاہ
کی عورت نے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اب اللہ تعالیٰ
کے عذابوں میں سے باقی اور کون سا عذاب رہ گیا ہے۔ یا
کونسی مصیبت یا تکلیف ہے۔ جو تو نے نہیں دی۔ اب یہ
کہو کہ وہ دعا کرے تاکہ تم غرق ہو جاؤ۔ بادشاہ نے ناراض
ہو کر کہا کہ تو اس کے جادو پر فریفتہ ہو گئی ہو۔ بیس سال سے
وہ مجھے کہہ رہا ہے۔ اور فریفتہ نہیں کر سکا۔ یہ سن کر بادشاہ کی عورت
مسلمان ہو گئی۔ اور بادشاہ نے اسے مروا ڈالا۔ اس عورت نے
جرجیس علیہ السلام سے کہا کہ آپ دعا کریں۔ آپ نے دعا کی تو
فرشتے بہشتی حلے لے کر اس کی روح کو لے جانے کے منتظر تھے۔
بعد ازاں آپ نے اس قوم کے لئے بد دعا کی یا اللہ جب تک
تو انہیں روبرو زمین میں غرق نہ کرے۔ مجھے نہ اٹھانا۔ یہ دعا

کرتے ہی بجلی چمکی پھر جہاں تاریک ہو گیا۔ اور زلزلہ شروع ہوا۔
جس سے زمین پھٹ گئی۔ اور بادشاہ مع لشکر زمین میں غائب
ہو گیا۔ جس کا پھر نام و نشان تک نہ رہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔
(افضل الفوائد ص۱۲۷، ج۔۱)

حضرات! آپ نے سنا کہ ظالم بادشاہ نے حضرت جرجیس
علیہ السلام کو کتنی بار ختم کرنے کی کوشش کی۔ مگر آپ اللہ تعالیٰ
کی قدرت سے دوبارہ زندہ ہو جاتے۔ بالآخر وہ خود تو ختم
ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔ تباہ و برباد، نیست و نابود ہو گیا۔ مگر
آپ اسی طرح قائم رہے۔ وہ بار بار آپ کو مارتا رہا۔ آپ
بار بار زندہ ہوتے رہے۔ وجہ کیا ہے۔ اس لئے کہ:

؎ کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

خنجر تسلیم (جو اپنے معبود حقیقی کے ہر حکم کے سامنے سر
جھکا دیں) کے مقتولوں کو ہر وقت غیب سے ایک اور ہی
جان ملتی ہے۔

حضرات! پتہ چلا کہ عاشق بننا آسان نہیں۔ یار کے عشق میں
ہزاروں تکلیفیں، مصیبتیں اور دکھ برداشت کرنے پڑتے
ہیں۔ پھر کہیں یار راضی ہوتا ہے۔

؎ جے توں عاشق بننا چاہویں پلّا پکڑ سجّن دا
جان منگے ناں دیہہ شتابی صرفہ کریں نہ تن دا

عشقِ الٰہی اور حضرت زکریا علیہ السلام!

حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کی شہادت کا واقعہ یہ ہوا۔
کہ اس وقت کے بادشاہ کی ایک بیوی بوڑھی ہو گئی۔ تو اس نے
اپنی نہایت خوبصورت بیٹی جو کہ اس کے پہلے شوہر سے تھی۔
اسے بادشاہ کی زوجیت میں دینے کا ارادہ کیا۔ بادشاہ نے حضرت
یحییٰ علیہ السلام سے مشورہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تیری بیوی کی
بیٹی تجھ پر حرام ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے یہ سن کر ارادہ ترک کر دیا
وہ اس وقت خاموش ہو گئی اور وقت کا انتظار کرنے لگی۔
ایک روز بادشاہ نشے میں بدمست اور بے خود تھا۔ اس نے موقع
غنیمت جانا۔ اور لڑکی کو آراستہ کر کے اس کے کمرہ میں لے گئی۔
بادشاہ لڑکی کی طرف بڑھا تو اس نے کہا پہلے اس لڑکی کا مہر بہا
ادا کر کے پھر ہاتھ لگانا۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام
کو قتل کرنے کا حکم جاری کر۔ بادشاہ نے اسی وقت یحییٰ علیہ السلام
کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ علمائے وقت کو اس معاملہ کی
خبر ہوئی۔ تو انہوں نے بادشاہ کو کہا۔ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام
کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو زمین پر سبزہ اگنا
بند ہو جائے گا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کا سر طشت میں
کاٹا جائے اور خون کنوئیں میں گرا دیا جائے۔

یحییٰ علیہ السلام کی تلاش: پھر اس نے لوگوں کو

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تلاش میں بھیج دیا۔ بادشاہ کے ایک
مقرب نے کہا۔ یحییٰ علیہ السلام کا باپ مستجاب الدعوات ہے
پہلے اسے قتل کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ بد دعا نہ کرے۔ بادشاہ
نے حکم دیا کہ زکریا علیہ السلام کو بھی قتل کر دیا جائے۔ بادشاہ
کے نوکر حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں آئے۔ اس وقت
حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام دونوں باپ بیٹا نماز میں مصروف
تھے۔ بادشاہ کے نوکروں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو باپ
کے پہلو سے کھینچ کر باندھ دیا۔ بعد ازیں حضرت زکریا علیہ السلام
پر حملہ آور ہوئے تو وہ ان کے سامنے سے فرار ہو گئے۔ کچھ لوگ
جمع ہو کر ان کے پیچھے بھاگے اور کچھ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام
کو لے کر بادشاہ کے محل کے دروازہ پر آ گئے۔ جو لوگ حضرت
زکریا علیہ السلام کے پیچھے گئے تھے۔ جب وہ ان کے نزدیک
پہنچے۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام میں مزید بھاگنے کی طاقت
نہ رہی۔ وہاں ایک درخت تھا۔

درخت پھٹ گیا:- آپ نے اس کی طرف اشارہ
کیا تو وہ پھٹ گیا۔ اور حضرت زکریا علیہ السلام اس کے
اندر چلے گئے۔ اسی اثناء میں ابلیس نے آپ کی چادر کا
ایک کونہ پکڑ لیا۔ جو درخت کے باہر رہ گیا۔ اور درخت
آپس میں مل گیا۔ جب کفار وہاں پہنچے تو ابلیس کو ایک بوڑھے
کی شکل میں وہاں موجود پایا۔ انہوں نے اس سے پوچھا

کہ اس طرح کا ایک شخص ہمارے آگے آگے آرہا تھا وہ کہاں گیا۔ شیطان نے ان کو بتایا جن صفات کا آدمی تم کہتے ہو۔ وہ اس درخت کے اندر ہے۔ اور پھر ان کو نشانی کے طور پر اس چادر کا کونہ دکھایا۔ انہوں نے کہاں اے بوڑھے اس کو کس تدبیر سے باہر لایا جائے۔ شیطان نے کہا۔ تم اسے باہر کیوں لانا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ شیطان نے کہا تم اسے یہیں پر ہلاک کر دو۔ پھر انہیں سمجھایا کہ دو سروں والا آرا لا کر درخت پر چلا دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور جب آرا درخت پر پھرنے لگا تو غیب سے آواز آئی اے زکریا علیہ السلام آہ و زاری، واویلا نہ کرنا۔ ورنہ ہم صابرین کے دفتر سے تمہارا نام کاٹ دیں گے۔ جب آرا حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر پہنچا تو عرض کی الٰہی تیرا ہزار شکر ہے۔ کہ میرا خون تیرے کوچہ محبت میں بہہ رہا ہے۔ بہر کیف حضرت زکریا علیہ السلام پر آرا چل رہا تھا۔ اور آپ شکر خدا کر رہے تھے۔ اور آہ تک نہ کی۔ اگر آپ سے اس وقت کوئی سوال کرتا۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

نعرۂ عشق: تو آپ کا ہر عضو بدن نعرۂ عشق لگا کر کہتا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ قیامت تک یہ آرا مجھ پر چلتا رہے۔ اور میرا جسم بار بار ٹکڑے ہوتا رہے۔ اور بار بار ملتا رہے اُدھر جب وہ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے

گئے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں باہر لے جا کر قتل کر دو۔ چنانچہ وہ سنگدل جفا کار معصوم و مظلوم یحییٰ علیہ السلام کو لے گئے۔ اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں کاٹ دیا اور اس طشت میں جمع ہونے والا خون ایک کنوئیں میں گرا دیا۔ اس خون کو اس کنوئیں میں جوش آ گیا۔ اور حق تعالیٰ نے بخت نصر بابلی یا طیطلوس رومی کو ان پر مسلط کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے ستر ہزار اشخاص کو قتل کر دیا۔ تب کہیں جا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ناحق بہائے گئے خون کا جوش ٹھنڈا ہوا۔
(قصص الانبیاء صفحہ ۳۴۲۔ روضۃ الشہداء صفحہ ۱۳۹۔ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۵۱)

عشق الٰہی اور حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا!

حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر فرعون سے اپنا ایمان چھپایا ہوا تھا۔ جب فرعون کو اس کا پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ اسے قسم قسم کے عذاب دیئے جائیں تاکہ آسیہ ایمان چھوڑ دے۔ لیکن آسیہ ثابت قدم رہیں تب فرعون نے میخیں منگوائیں اور ان کے جسم پر میخیں گڑوا دیں۔ فرعون کہنے لگا اب بھی وقت ہے ایمان کو چھوڑ دو۔ حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا تو میرے وجود پر قادر ہے۔ لیکن میرا دل میرے رب کی پناہ میں ہے۔ اگر تو میرا ہر عضو بھی کاٹ دے۔ میرا عشق بڑھتا جائے گا۔ اس لئے کہ

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گزر ہوا۔ آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا اب بھی میرا رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہ آسمان کے فرشتے تیرے انتظار میں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تیرے کارناموں پر فخر کرتا ہے۔ سوال کر تیری حاجت پوری ہوگی۔ آسیہ نے دعا مانگی "اے میرے رب میرے لئے اپنے جوارِ رحمت میں جنت میں مکان بنادے۔ مجھے فرعون اور ان ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما۔ حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ آسیہ کو دھوپ میں عذاب دیا جاتا تھا۔ جب لوگ لوٹ جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے آپ پر سایہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنے جنت والے گھر دیکھتی رہتی تھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب فرعون نے حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دھوپ میں لٹا کر چار میخیں ان کے جسم میں گڑوا دیں اور ان کے سینے پر چکی کے پاٹ رکھ دیئے تو جناب آسیہ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر عرض کی۔

رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔ اے میرے رب میرے لئے اپنے جوارِ رحمت میں جنت میں مکان بنادے۔

جناب حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کے طفیل آسیہ کو فرعون سے باعزت رہائی عطا فرمائی،

اور ان کو جنت میں بلالیا جہاں وہ ذی حیات کی طرح کھاتی پیتی ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب صفحہ ۹۰)

عشقِ الٰہی و شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ: حضرت حسین منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کے متعلق سیرت نگاروں، علماء اور بزرگانِ دین میں اختلاف ہے کسی نے ان کو کچھ لکھا تو کسی نے کچھ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم گورگانی، امام ابو یوسف ہمدانی، اور شیخ ابو علی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کے معاملہ میں خاموشی اختیار کی اور کہا کہ آپ کی ذات پیکر اسرار و رموز تھی، حضرت ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو کامل و معقول کہا ہے۔ حضرت عبداللہ حنیف نے آپ کو علمائے ربانی میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ جب آپ فریضۂ حج سے واپس آتے تو حالت ہی اور تھی جو آپ کہتے لوگ اسے نہ سمجھتے۔ ایک جذب کی حالت طاری رہتی تھی اور خدا جانے اس عالم میں زبان سے کیا کیا نکلتا تھا۔ جہاں پہنچتے وہیں لوگ مخالف ہو جاتے۔ اس طرح آپ کم و بیش پچاس شہروں سے حکماً نکالے گئے۔ بغداد میں آپ نے انا الحق کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جس پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور علماء و صوفیاء کے فتاوے طلب کیئے گئے۔ خود کو خدا بتانا اور میں خدا ہوں کے نعرے لگانا اگرچہ باطن والوں کے نزدیک درست ہی ہو۔ خواہ وہ جنون و عشق ہی میں یہ نعرے لگا رہے ہوں اور ان کے پردے میں خدا خود ہی بول رہا ہو

لیکن نہ ہی اہل شریعت اس کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی اہل
تصوف کا یہ اصول ہے کہ نہ رموزِ باطنی کو ظاہر کیا جائے، اور
طریقت کے اصول کو شریعت پر مقدم کیا جائے، یہ ایک
بڑا فتنہ تھا۔ عوام تو شریعت ہی کو سمجھتے ہیں اور شریعت
ہی ہر امر اور ترقی کی بنیاد ہے اور شریعت کو تو ہر عام و خاص
کو مقدم ہی رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت ہی احکام
خداوندی کا نام ہے۔ لہٰذا جب ایک شخص اپنی تمام بزرگیوں
عبادتوں اور کرامتوں کے باوجود خود کو خدا کہے گا۔ تو ضرور
عوام گمراہ ہوں گے۔ اگرچہ یہ اسرار ہی سہی مگر اسرار
اسرار والوں ہی کے لئے ہے۔ عوام انہیں کیا سمجھیں۔ آپ کے
نعروں سے ہر طرف ایک شورِ محشر بپا ہو گیا۔

قتل کا فتویٰ:۔ تمام علمائے ظاہر نے اسے کفر قرار
دے کر قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر چونکہ آپ صوفیانہ لباس میں تھے۔
صوفیائے عظام اور ان کے معتقدین کی بھی ایک بہت بڑی
تعداد ملک میں موجود تھی۔ جس کے بھڑک اٹھنے کا اندیشہ تھا۔
اس لئے ضرورت تھی کہ آپ کے قتل پر صوفیاء کے دستخط
لئے جائیں چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے
تھے کہ منصور بے قصور و مجبور ہیں۔ مگر یہ بھی جانتے تھے کہ
شریعت باطن کو نہیں ظاہر کو دیکھتی ہے۔ اور ظاہر میں ایسا
کہنا فی الواقع بروئے شریعت کفر ہے۔ اس لئے آپ صوفیانہ
لباس اتار کر خانقاہ سے مدرسہ میں آئے۔ علمائے ظاہر کا لباس
زیب تن کیا اور لکھ دیا کہ ظاہری طور پر منصور واقعی واجب القتل

ہے۔ باطن کو خدا ہی جانتا ہے۔ فتویٰ تو ظاہر پر ہوتا ہے۔
لیکن

حضراتِ گرامی! حضرت جنید بغدادی کے لباس ظاہری
پہن کر دستخط کرنے اور مذکورہ عبارت لکھنے سے صاف
ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ آپ کے باطنی معاملات کے معترف
تھے اور ان کی عظمت و شان کا احساس رکھتے تھے مگر شریعت
سے مجبور تھے اور انہوں نے ظاہری حالت پر فتویٰ قتل لکھ دیا۔
چونکہ آپ واقعی ولی کامل تھے۔ اسی لئے دورانِ قید میں بھی
آپ سے کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ چنانچہ مزید فتنہ کا باعث سمجھ کر
حکام نے جلد سے جلد آپ کو قتل کر ڈالنے کا بندوبست کر لیا۔
قتل سے بیشتر آپ کو کوڑے مارنے شروع کئے تاکہ آپ انا الحق
کہنے سے باز رہے۔ عوام کو فتنہ میں پڑنے سے بچایا جائے۔ مگر
آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ ہر ضرب پر انا الحق کا نعرہ لگاتے،
اور اس نعرہ میں انتہا کی کشش و فصاحت ہوتی تھی۔ جب
یہ صورت پیدا ہوئی تو آپ کو سولی پر چڑھانے کے لئے ایک
میدان میں لایا گیا ایک عجیب تماشا ایک حیرت انگیز شور تھا۔

تماشائے عشق:۔ خلقت اس تماشائے عشق کو
دیکھنے کے لئے امنڈی پڑی تھی۔ ایک طرف خود خلیفہ ارکانِ
حکومت اور علماء صوفیاء کھڑے تھے اور دوسری طرف پولیس
اور فوج کے جوان انتظام سنبھالے کھڑے تھے۔ ایک لاکھ افراد
سے زیادہ کا ہجوم اس وقت میدان میں موجود تھا۔ آپ چاروں
طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر دیکھتے اور حق حق انا الحق کے نعرہ ہائے

جاں گداز لگاتے تھے۔ ہزاروں کو غصہ آرہا تھا، ہزاروں گھبرا رہے تھے اور ہزاروں رو رہے تھے۔ عجیب نظارہ تھا اور عجیب واقعہ۔ آپ پولیس کی حراست میں سولی تک انا الحق، انا الحق کے نعرے لگاتے ہوئے آئے۔ آپ کے نعروں سے سینوں کے اندر دل دہل رہے تھے۔ آپ پر ایک مستانہ کیف طاری تھا۔ جس وقت سولی کے نیچے پہنچتے ہیں تو آپ نے پہلے تو باب الطاق کو بوسہ دیا اور پھر خود ہی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ لوگوں نے اس وقت پوچھا کہ منصور کیا حال ہے؟

مردوں کی معراج :-

فرمایا پوچھتے کیا ہو مردوں کی معراج سولی ہی پر ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اپنا رُخ قبلہ کی طرف کر لیا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت آپ نے کیا پایا۔ مگر جاننے والے جانتے ہی نہ تھے۔ بلکہ دیکھ بھی رہے تھے کہ انوار و تجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں۔ سولی تک آنے اور سولی پانے کے دوران میں آپ کے بیٹے آپ کے معتقدوں اور لوگوں نے آپ سے متعدد سوالات کیے۔ آپ نے سب کے جوابات عرفانی رنگ میں دیئے۔ آپ ذوق و شوق کے عالم میں جھومتے اور نعرے لگاتے خراماں خراماں سولی کی طرف حراست میں آرہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ مرنے کو تو جارہے ہو اور خوشی یہ خوشی کا مقام ہے ———— یا غم و اندوہ کے لمحات فرمایا خوب ہے۔ جان لو کہ ہم اپنے گھر کی طرف جارہے ہیں۔ پھر ہم خوش کیوں نہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے باآواز بلند چند عاشقانہ اشعار پڑھے۔ آپ کے

فرزند نے کہا۔ ابا جان مجھے تو کوئی نصیحت کر جائیے۔ کہ آپ کے بعد دنیا میں تنہا ہوں گا۔ فرمایا نصیحت یہ ہے۔ کہ علم حقیقت کے حصول میں کوشش کرتے رہنا۔ پھر خادم نے آگے بڑھ کر کہا کہ کچھ میرے لئے بھی ارشاد کیجئے۔ فرمایا دیکھ اپنے نفس کی پیروی نہ کرنا۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ خلیفہ کے حکم سے آپ پر سنگساری شروع ہو گئی۔ آپ پتھر کی ہر ضرب پر ہنستے تھے۔ سب لوگ مار رہے تھے۔ حضرت شیخ شبلی نے بھی ایک چھوٹی سی کنکری اٹھا کر مار دی۔ آپ چلا اٹھے اور ایک آہ کھینچی۔ لوگوں نے کہا منصور وجہ کیا ہے؟ پتھروں پر تو ہنستے ہے۔ مگر ایک چھوٹی سی کنکری پر چیخ اٹھے۔ بولے کہ پتھر مارنے والے تو مجھے جانتے نہیں، لیکن تو تو واقف اور مجھے پہچانتا ہے۔ پھر دشمن کے پتھر سے دوست کا پھول انتہائی سخت ہوتا ہے۔ پھر آپ کے دونوں ہاتھ کاٹ لئے گئے۔ آپ ہنسے اور فرمایا ظاہری ہاتھوں کو کاٹ دیا گیا ہے۔ مگر باطنی ہاتھوں کو کون کاٹے گا۔ جن کی دسترس عرش معلیٰ تک ہے۔ اس کے بعد دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ تو فرمایا کہ دنیا کا سفر تو واقعی انہی پاؤں سے کیا ہے۔ مگر میرے دو پاؤں اور بھی ہیں جن سے دو جہان کا سفر کر سکتا ہوں۔ ہمت ہے تو انہیں بھی کاٹو۔ پھر آپ نے اپنے بازو اور چہرہ خون میں تر کر لیا اور فرمایا سُرخ ہو کر جا رہا ہوں اور وضو کر رہا ہوں۔ کہ مردوں کا حقیقی وضو خون ہی سے ہوتا ہے۔ لوگو تمہیں کیا خبر کہ ایک نماز ایسی بھی ہے۔ جس کی دو رکعتوں کا وضو خون ہی سے کیا جاتا ہے۔ پھر آنکھیں نکالی گئیں، اور زبان کے

کٹنے سے پیشتر آپ نے عرض کی اے الہ العالمین تو دیکھ رہا ہے کہ
مجھے اس قدر تکلیف صرف تیرے ہی لئے دی جا رہی ہے۔
لہٰذا مجھے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھنا۔ تیرا شکر ہے کہ
میں تیری راہ میں نہ صرف یہ کہ اپنا سر دے رہا ہوں۔ بلکہ
ایک ایک عضو پیش کر رہا ہوں۔

آخر آپ کی زبان کاٹ لی گئی۔ اس کے بعد ناک،
کان اور سر مبارک سب کاٹ دیئے گئے۔ پتھر بھی برابر
برس رہے تھے۔ آخر آپ آیت قرآنی پڑھتے ہوئے واصل
بحق ہوئے اور ہر کٹے ہوئے عضو سے انا الحق کی آوازیں
آرہی تھیں۔ صرف دھڑ رہ گیا تھا۔ اس سے بھی رات
بھر یہی صدائیں نکلتی رہیں۔ اب تو لوگوں میں بھی جوش
پھیل گیا تھا اور لوگ کم از کم اس شہادت کے بعد تو
آپ کے پورے معتقد ہو گئے تھے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۰

(سیر الاخیار صفحہ ۱۵۰)

حضرات! ایسے عاشقوں کا حال کہ وہ اپنے محبوب
حقیقی کے عشق میں کتنی مصیبتیں جھیلتے ہیں۔ کتنی مشکلات
برداشت کرتے ہیں۔ کتنے دکھ سہتے ہیں۔ بالآخر اپنی جان
بھی قربان کر دیتے ہیں۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰
وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۰ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۰ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۰
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ
النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ
وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ۰

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۰ وَ
صَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۰

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محبت کے
ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقان
حمید کی جو آیۂ کریمہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ پہلے
اس کا ترجمہ سنیئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ اور جو اللہ اور اس کے

رسول کا حکم ملنے۔
فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ تو اسے ان کا ساتھ ملے گا۔
أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جن پر اللہ نے فضل کیا۔ مِنَ النَّبِيِّينَ
وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ج یعنی انبیاء
اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ
رَفِيقًا یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ (پ۵)
اب اس آیۂ کریمہ کا شان نزول سنیئے۔

شانِ نزول: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے) ایک دن حضور
سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
وَقَدْ تَغَيَّرَ وَجْهُهُ وَنَحَلَ جِسْمُهُ اور غم سے آپ کا
چہرہ متغیر تھا اور جسم کمزور پڑ چکا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے پوچھا میاں ثوبان طبیعت ناساز کیوں ہے۔ عرض کی
آقا آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔
میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آجاتی ہے تو جب تک
حاضر ہو کر شرفِ زیارت حاصل نہیں کر لیتا قرار نہیں آتا۔
لیکن جب مجھے موت کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں۔ اَنْ
لَا اَرَاكَ هُنَاكَ کہ مرنے کے بعد تو یہ شرفِ زیارت حاصل
نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ آپ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں ہوں
گے۔ میں اگر جنت میں پہنچ بھی گیا تو اندیشہ ہے کہ آپ کو نہ
دیکھ سکوں گا۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے یہ کلام سن کر کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک جبرائیل علیہ السلام

یہ آیۂ کریمہ لے کر نازل ہوئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے فرمایا۔ تو انشاء اللہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔
(تفسیر روح البیان ص۲۳۳، جلد ۲، تفسیر مظہری)
حضرات محترم! ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
یہی خواہش ہے کہ دنیا و آخرت میں کملی والے آقا کا قرب نصیب
ہو جائے۔
ظہوری صاحب یوں عرض کرتے ہیں کہ:۔

جنت وچ مزہ آوے سرکار جے فرما دن
لے آؤ ظہوری نوں اک نعت سنا جاوے

جنت تو قیامت کے بعد ملے گی۔ عشاق کے لئے تو نبی
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضۂ انور جنت سے بھی بڑھ کر
ہے۔

توں کیہڑی جنت دے کرناں ایں تذکرے
جنت ہے ساڈے واسطے روضہ حضور دا

حضرات! محبت کا اصول ہے کہ جس سے محبت ہوتی
ہے۔ اس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے ــــــ اس کی ہر
ادا سے محبت ہوتی ہے ــــــ اس کی گفتار سے محبت ہوتی
ہے ــــــ اس کی رفتار سے محبت ہوتی ہے ــــــ
اس کے افعال سے محبت ہوتی ہے ــــــ اس کے اعمال
سے محبت ہوتی ہے ــــــ اس کے لباس و طعام سے محبت
ہوتی ہے ــــــ الغرض اس کی ہر چیز اور ہر ادا سے محبت
ہوتی ہے ــــــ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر اس چیز سے
محبت کرتے جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبوب ہوتی

اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اگر اس میں ہو کوئی خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

کدو سے محبت: ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا۔ اسی لئے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ بھی اس کو نہایت پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ کدو کھا رہے تھے۔

وَهُوَ يَقُوْلُ يَا لَكِ شَجَرَةً مَا اُحِبُّكِ اِلَّا لِحُبِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ترمذی شریف صفحہ ۲)	تو کہنے لگے اے درخت اس بنا پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھ سے محبت تھی تو مجھے کس قدر محبوب ہے۔

877

حجرِ اسود سے محبت: حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کو دیکھا کہ آپ حجرِ اسود چومتے تھے اور کہتے تھے کہ میں جانتا ہوں تو پتھر ہے نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔

لَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲۸) بخاری 634	اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہ چومتا

ثمامہ بن آثال کی محبت: حضرت ثمامہ بن آثال یمامی

جو اہل یمامہ کے سردار تھے۔ ایمان لاکر کہنے لگے۔ خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

(بخاری شریف باب وفد بنی حنیفہ)

یعنی جب سے میں نے آپ کا کلمہ پڑھ لیا ہے۔ آپ کی غلامی کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ اس وقت سے مجھے آپ کا دین بھی سب دینوں سے پیارا ہے اور آپ کا شہر بھی سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔

؎ مدینے کی ساری زمین محترم ہے
مکان محترم ہے مکیں محترم ہے

عبد اللہ بن خیثمہ کی محبت: جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک جانے کا ارادہ فرمایا، تو حضرت عبد اللہ بن خیثمہ رضی اللہ عنہٗ گھر آئے۔ ان کی ۲ دو حسین وجمیل بیویاں تھیں۔ جنہوں نے اس دن خوبصورت قسم کا فرش بچھا کر اس پر عبد اللہ کے لئے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چنے۔ جونہی عبد اللہ نے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا سبحان اللہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں پروردگار عالم

نے آئندہ و گذشتہ تمام گناہوں سے منزّہ و پاک پیدا فرمایا۔
اس شدید گرمی کے موسم میں کفار سے جنگ کے لئے تشریف
لے جائیں اور عبداللہ رنگا رنگ کھانے کھا کر سیر ہو۔ ایسا
نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں
کروں گا۔ گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک
طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند کلام کی کوشش کی۔ لیکن
آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ جونہی عبداللہ مقام تبوک کے نزدیک
پہنچے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم ایک اونٹ سوار دور سے اس طرف آتا دکھائی
دیتا ہے۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا
وہ ابن خثیمہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم کا ارشاد بالکل درست نکلا۔ ابن خثیمہ نے حضور صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جوابًا فرمایا اے ابن خثیمہ کیا ہی
اچھی بات ہے کہ تم فانی ناز و نعمت کو چھوڑ کر رضائے حق
میں کھو گئے جو تیرے لئے بہتر ہے۔

168
(شواہد النبوۃ ص ۱۶۸)

سلام کا تکرار: ایک مرتبہ حضور سرور دوجہاں صلی
اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر تشریف
لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا۔ فَرَدَّ سَعْدٌ
رَدًّا خَفِيفًا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آہستہ

سے جواب دیا۔ ان کے صاحبزادے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم کو اجازت کیوں نہیں دیتے، بولے چپ رہو۔
میرا مقصد یہ ہے کہ آپ ہم پر بار بار سلام کریں۔ آپ نے دوبارہ
سلام کیا۔ پھر اسی قسم کا جواب ملا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم تیسری دفعہ سلام کر کے واپس چلے تو

وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ

حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کی کہ میں آپ کا سلام سنتا تھا لیکن جواب اس لئے آہستہ سے دیتا تھا کہ آپ ہم پر متعدد بار سلام کریں۔

(ابوداؤد شریف ص ۳۵۸ ج ۲) 628/3

جاں نثار ساتھی: حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی
عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے
ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے تو وہاں ایک صحابی نے ایک
مشرک کی بیوی کو گرفتار کر لیا۔ اس نے انتقام لینے کے لئے
قسم کھائی۔ کہ جب تک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں
سے کسی صحابی کے خون سے زمین کو رنگین نہ کر لوں گا۔ چین
نہ لوں گا۔ اس لئے جب آپ واپس ہوئے تو اس نے تعاقب
کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم منزل پر پہنچے تو دریافت
فرمایا کہ کون ہے؟ جو میری حفاظت کی ذمہ داری لے۔
فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ || تو مہاجرین و انصار میں سے

الْمُهَاجِرِيْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ ۔ | ایک ایک بہادر اس شرف کو حاصل کرنے کے لئے اٹھے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ گھاٹی کے منہ پر کھڑے ہو جائیں ۔ دونوں بزرگ وہاں پہنچے تو مہاجر بزرگ سو گئے ۔ وَقَامَ الْاَنْصَارِیُّ یُصَلِّیْ اور انصاری نے نماز پڑھنا شروع کی ۔ مشرک آیا اور فوراً تاڑ گیا کہ یہ محافظ اور نگہبان ہیں ۔ اس نے تیر مارے اور تینوں کے تینوں انکے جسم میں ترازو ہو گئے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے ۔

(ابو داؤد شریف ص۲۹ ج ۱)

حضرات ! یہ تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں تیر کھا لئے مگر حرکت تک نہ کی ۔ اسی طرح وہ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال وجان قربان کرنے کے لئے آپ کے اشارے کے منتظر رہتے اور ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظریہ بھی یہی ہے ۔ کہ

مجھ کو کچھ غم نہیں اشک بہتے رہیں
دل میرا سوز الفت میں جلتا رہے
آپ کے نام پر مر کر مٹ جاؤں میں
میرا ایمان ہے پھر بھی خسارہ نہیں

کعب بن مالک اور اُن کے ساتھی !

تین صحابی حضرت کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغیر کسی خاص عذر کے

سستی کے باعث جنگ تبوک میں شریک نہ ہو سکے ۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سرگزشت خود ہی بیان فرماتے ہیں ۔ کہ میں جنگ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا مالدار نہ تھا ۔ جتنا کہ تبوک کے وقت تھا ۔ اس وقت میرے پاس ذاتی دو اونٹنیاں تھیں ۔ اس سے پہلے کبھی میرے پاس دو اونٹنیاں نہ ہوئی تھیں ۔ جنگ تبوک کے موقعہ پر چونکہ سفر دور کا تھا اور گرمی بھی شدت کی تھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف اعلان فرما دیا تاکہ لوگ تیاری کر لیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں اور پتہ نہ چلے تو ہو سکتا تھا ۔ اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے میں بھی صبح ہی سے سفر کا ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی ۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا کہ مجھے وسعت حاصل ہے ۔ جب پختہ ارادہ کروں گا ۔ تیاری فوراً ہو جائے گی ۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے ۔ حتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبوک پہنچنے کا وقت آ گیا ۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان تیار نہ ہو سکا ۔ اب جب میں مدینہ منورہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں ۔ تو مجھے صرف وہی لوگ ملتے ہیں جو اتفاقاً رہ گئے تھے یا جو معذور تھے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں پہنچ کر دریافت فرمایا

کیا وجہ ہے کہ کعب نظر نہیں آتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مال وجمال کے فخر نے روکا۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو نے غلط کہا ہے جہاں تک ہم سمجھتے ہیں۔ وہ بھلے آدمی ہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ ارشاد نہ فرمایا حتیٰ کہ چند روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کی خبر سُنی تو مجھے رنج ہوا اور فکر پیدا ہوئی دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے جان بچا لوں۔ پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ چنانچہ میں نے سچ سچ عرض کرنے کا تہیہ کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے۔ تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے تاکہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں تشریف فرما رہے۔ منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی: اتنے میں میں بھی

حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور منہ موڑ لیا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مجھ سے اعراض کیوں فرمایا خدا کی قسم میں نہ تو منافق ہوں۔ نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے ارشاد فرمایا کہ یہاں آ اور میرے قریب آکر بیٹھ۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر میں اس وقت کسی دنیا دار کے پاس ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصے سے کوئی نہ کوئی بات بنا کر خلاصی پا لیتا اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بات کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا ہے۔ لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے متعلق مجھے علم ہے کہ آپ کے سامنے جھوٹ نہیں چل سکتا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آپ کو غصہ آرہا ہے۔ لیکن قریب ہے کہ خدا کی ذات پاک آپ کے عتاب کو زائل کر دے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سچ عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہ تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس وقت میں تھا۔ کبھی وقت نہ تھا۔ چنانچہ والیٔ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اُٹھ جا تمہارا فیصلہ خدا تعالیٰ خود فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے میری ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاف کر دینا تیرے لئے کافی تھا۔ میں نے اس سے پوچھا

کیا کوئی اور بھی ایسا شخص ہے۔ جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو لوگوں نے کہا کہ دو شخص اور بھی ہیں۔ جن کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہے، انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا ہے جو تجھ کو ملا ہے، ایک ہلال بن اُمیّہ دوسرے مرارہ بن ربیع میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔

بول چال ختم: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی بھی ممانعت فرما دی۔ کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس ارشاد کی اس طرح تعمیل کر کے دکھائی، کعب فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کیا۔ گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے ہمیں تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے، در و دیوار بیگانے ہو گئے۔

وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَمُوتَ فَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَوْ يَمُوتَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَأَكُونَ مِنَ النَّاسِ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ فَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ مِنْهُمْ وَلَا يُصَلِّي عَلَيَّ۔

مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا جنازہ بھی نہ پڑھیں گے اور اگر خدانخواستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا تو ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا، نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا، نہ کوئی میرا نماز جنازہ

پڑھے گا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کون کر سکتا ہے۔

پچاس دن گزر گئے: غرض ہم تینوں نے پچاس دن اسی حال میں گزارے۔ میرے دونوں ساتھی شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ لہذا چلتا پھرتا بازار میں جاتا نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں؟ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں جب میں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا۔ تو میں ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتہ کے چچا زاد تھے اور مجھ سے ان کے تعلقات بھی بہت زیادہ تھے۔ میں نے ان سے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ تو انہوں نے بھی سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے۔ انہوں

نے اس کا جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے صرف اتنا کہا۔ کہ اللہ اور اس کا رسول جانتے۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور میں وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو (جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا) یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتاتے۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا۔ چنانچہ وہ نصرانی میرے پاس آیا۔

کافر بادشاہ کا خط

کافر بادشاہ کا خط: اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط لا کر مجھے دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔ تجھے اللہ تعالیٰ ذلت کی جگہ نہ رکھے۔ تم ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ہ پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگی ہیں۔ یہ ایک اور مصیبت آئی۔ اس خط کو میں نے تنور میں پھینک دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی ناراضگی کی وجہ سے اب تو کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اسی حالت

میں ہم پر چالیس روز گزر گئے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد والا لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے فوراً پوچھا کہ کیا منشا ہے کہ اس کو طلاق دے دوں؟ کہا نہیں بلکہ اس سے علیحدگی اختیار کر لو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے۔ وہیں رہنا ہلال بن اُمیہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں۔ اگر ان کی کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا۔ تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا کچھ کام کاج کر دیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اچھا اس بات کی تجھے اجازت ہے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اسی حالت میں دس روز اور گزر گئے۔ کہ ہم سے بات چیت میل جول چھوٹے ہوتے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر نہایت غمگین حالت میں لیٹا ہوا تھا۔ کہ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔

کعب کیلئے خوشخبری

کعب کیلئے خوشخبری! کہ سلع پہاڑی کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب تمہیں خوشخبری ہو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدہ میں گر گیا۔ اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔

حَتّٰی اِذَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ اٰذَنَ بِتَوْبَۃِ اللّٰہِ عَلَیْنَا

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔

جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی جو سب تک پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار بھاگے ہوئے آئے۔ تو میں نے اپنے پہننے کے کپڑے اس بشارت دینے والے کو نذر کر دیئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی لوگ خوشخبری لے کر گئے۔ جب میں مسجد نبوی میں گیا۔ تو وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ مبارکباد دینے کے لئے دوڑے۔

ابو طلحہ کی مبارکباد!

سب سے پہلے ابو طلحہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہے گا میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو آپ کا چہرہ انور کھل رہا تھا اور چہرہ مبارک سے خوشی کے انوار ظاہر ہو رہے تھے۔

وَکَانَ اِذَا اسْتَبْشَرَ اسْتَنَارَ وَجْھُہٗ حَتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْقَمَرِ۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جتنی جائیداد ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ اس لئے کہ مال و دولت ہی مصیبت کا سبب بنی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس میں تجھے تنگی ہو گی۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے کچھ حصہ میرے پاس بھی رہے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی۔ اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔

(بخاری شریف ص ۶۷۵ ج ۲) (تفسیر روح البیان ص ۵۲۸ ج ۳)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تینوں حضرات کی توبہ قبول فرما کر اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی۔

وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ ط ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

(پ ۱۱ رکوع ۳)

اور ان تینوں پر جو پیچھے چھوڑے گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود وسیع ہونے کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں اور انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ سے پناہ نہیں ملے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تا کہ وہ ہمیشہ تائب رہیں۔ بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

روح البیان 108/11 118 توبہ 11/7

بخاری 789/2

حضرات! یہ تھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اطاعت و دینداری کہ ہمیشہ جنگوں میں شریک ہونے والے اگر ایک مرتبہ غیر حاضری ہو گئی تو کتنے دکھ سہنے پڑے کہ مسلسل پچاس دن رو رو کر گزارے۔ بیویوں سے تعلق ٹوٹ گیا۔ لوگوں سے تعلق ختم ہو گیا۔ کوئی سلام کا جواب نہیں دیتا۔ کوئی ان سے کلام کرنا پسند نہیں کرتا۔ ادھر کافر بادشاہ کی طرف سے فراخی کی پیشکش بھی ہوتی ہے۔ مگر خدا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا اور خوشنودی کے مقابلہ میں سب کچھ بیکار سمجھتے ہیں اور باوجود ندامت و پشیمانی کے پھر بھی دربارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ محبوب راضی ہو گئے تو رب تعالیٰ بھی راضی ہو جائے گا۔

راضی گنہگار سے ہو جائے گا خدا
راضی جو دو جہان کا سلطان ہو گیا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

O

عشق صحابہ = صحابہ کرام کا عشق

روح البیان ج 9 صفحہ 345

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ٥
صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ٥

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کے چھبیسویں پارے کی ایک آیہ کریمہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ترجمہ سنیئے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔

اس آیہ کریمہ کا شان نزول یہ ہے۔

شان نزول!

ابن المنذر نے حسن کا بیان نقل کیا ہے کہ قربانی کے دن کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے قربانی کر دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ اس موقعہ پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

(تفسیر مظہری) (روح البیان ص ۶۲ ج ۹)

حضرات! اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی ہے۔ جن لوگوں نے پیش قدمی کی انہوں نے بظاہر تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش قدمی کی تھی۔ مگر حکم یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش قدمی نہ کرو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی قول یا فعل میں پیش قدمی کرنا خلاف ادب ہے۔ جسے منع کیا گیا ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ کہ کسی معاملہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سبقت نہ کرو مثلاً۔

اِذَا جَرَتْ مَسْأَلَةٌ فِیْ مَجْلِسِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ

جب آپ کے حضور میں کوئی سوال پیش ہو تو تم اپنی طرف

لَا تَسْبِقُوْهُ بِالْجَوَابِ وَاِذَا حَضَرَ الطَّعَامُ لَا تَبْتَدِئُوْا بِالْاَكْلِ قَبْلَهٗ وَاِذَا ذَهَبْتُمْ اِلٰى مَوْضِعٍ لَا تَمْشُوْا اَمَامَهٗ۔

سے جواب دینے میں پہل نہ کرو ایسے ہی جب آپ کے سامنے کھانا پیش ہو تو تم کھانے میں سبقت نہ کرو اور جب راستہ طے کر رہے ہو تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نہ چلو وغیرہ

(روح البیان ص ۶۲ ج ۹)

حضرات! معلوم ہوا کہ جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اگر کسی چیز میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناپسندیدگی معلوم ہو جاتی تو وہ اسے فوراً اپنے سے دور کر دیتے۔

ناپسند لباس!

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ اور میں نے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا؟ فَعَرَفْتُ مَا كَرِهَ۔ میں پہچان گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔ میں چلا اور انہیں جلا دیا۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا صَنَعْتَ بِثَوْبِكَ قُلْتُ اَحْرَقْتُهٗ۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اپنے کپڑے کا کیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے اسے جلا دیا۔

فرمایا تم نے وہ کپڑا اپنی کسی گھر والی کو کیوں نہ پہنا دیا۔ فَاِنَّہٗ لَا بَأْسَ بِہٖ لِلنِّسَآءِ کیونکہ اس میں عورتوں کیلئے کوئی حرج نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴)

حضرات! یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اس عشق کا جذبہ کہ جس کپڑے سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ناراض ہوں۔ وہ اپنے گھر میں بھی رکھنا پسند نہ کیا چہ جائیکہ بدن پر رکھتے۔ یہی اصل محبتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ

بناں تیری محبت دے عبادت رائیگاں ساری
بناں تیرے جہاں بےباد سارا یا رسول اللہ

آگ کی چنگاری!

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا۔ پھر فرمایا کیا تم میں کوئی پسند کرتا ہے کہ آگ کی چنگاری کو لے کر اپنے ہاتھ میں ڈال لے۔

فَقِیْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ خُذْ خَاتَمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَ لَا آخُذُهٗ اَبَدًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اسے کسی نے کہا کہ اپنی انگوٹھی لے لو۔ اسے فروخت کرکے کوئی اور چیز خرید لینا وہ

وَقَدْ طَرَحَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

بولے اللہ کی قسم جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پھینک دیا ہے میں اسے کبھی نہ پکڑوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تم کو اسے پہننے سے منع فرمایا نہ کہ دوسرے نفع سے لہٰذا تم اسے اٹھا لو، اور اسے فروخت کرکے اس سے کوئی اور کام کر لو۔ مگر صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت اور عشق کا تقاضا یہ تھا۔ کہ جس چیز کو کملی والے آقا نے ناپسند جانا ہے۔ اب میں اسے اپنا ہاتھ بھی نہ لگاؤں گا۔ اس لئے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ناراض ہیں تو خدا بھی ناراض ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم راضی ہیں، تو خدا بھی راضی ہے۔

دو عالم دے خالق تے مالک دی مرضی
ہے اوہو جو تیری رضا کملی والے

ناپسند مکان!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے۔ کہ آپ نے راستے میں ایک بلند مکان دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری کا مکان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے اور یہ بات دل شریف میں رکھی رہی حتیٰ کہ جب اس مکان کا مالک حاضر ہوا اور آپ کو بھرے مجمع میں سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے

کئی بار سلام کیا۔ یہاں تک کہ اس صحابی نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ناراض ہیں اور اس بارے اپنے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھنے لگے۔ کہ نامعلوم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے کیوں ناراض ہیں۔ تو صحابہ کرام نے اسے بتایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ تمہاری عمارت دیکھی تھی۔ جسے آپ نے ناپسند جانا (یعنی عمارت زیادہ بلند بنائی گئی تھی) یہ سن کر وہ صحابی گھر گئے اور اسے ڈھا کر جڑ سے نکال دیا۔ اس کے بعد ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرف تشریف لے گئے تو وہ عمارت نہ دیکھی۔

قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّةُ قَالُوا شَكَى إِلَيْنَا صَاحِبُهَا إِعْرَاضَكَ فَأَخْبَرْنَاهُ فَهَدَمَهَا	فرمایا اس گنبد کا کیا ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے مالک نے آپ کی بے توجہی کی شکایت کی ہم نے اسے خبر دی تو اس نے وہ ڈھا دیا۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۴۱)

496 / 2   6415 / 3   ابوداؤد

یہ ہے محبت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ تو انہیں ڈھانے کا حکم دیا نہ یہ فرمایا کہ عمارت بنانا جائز نہیں۔ ان کو صرف اندازہ ہی ہوا کہ شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمارت کی وجہ سے ناراض ہو گئے۔ تو سوچا کہ یہ عمارت میرے اور محبوب کے درمیان آڑ بن گئی ہے لہٰذا اسے ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر محبوب ناراض تو رب ناراض۔ اگر آقا راضی تو رب راضی۔

؎ دو عالم دے خالق تے مالک دی مرضی
ہے اوہو جو تیری رضا کملی والے

حضرات! بات ہے اہلِ محبت اور عشق والوں کی جو لوگ دل میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شمع جلائے رکھتے ہیں، ——— جن دلوں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریا موجزن رہتا ہے ——— جن دلوں میں عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کلی کھلی رہتی ہے۔ وہ کسی معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجاوز کرنا تو کجا تصور بھی نہیں کرتے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کو اپنی پسند جانتے ہیں۔ آپ کی رضا کو اپنی رضا سمجھتے ہیں۔ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند جانیں اسے ناپسند جانتے ہیں۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ میں مال تو کجا اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ پھر ایسے غلاموں سے آقا بھی پیار کرتے ہیں۔ ان کا تو عقیدہ یہ ہے۔ کہ

روٹھتی ہے خدائی تو روٹھے ترا رشتہ نبی ﷺ سے نہ ٹوٹے
دیکھ دیوانے پیارے نبی ﷺ کے عشق ہے یہ تماشا نہیں ہے

فرطِ ادب

فرطِ ادب :- حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابی بریدہ سے سنا کہ ایک دفعہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل جا رہے تھے۔ اسی حالت میں ایک صحابی گدھے پر سوار آ گئے۔ آپ کو پیدل دیکھا تو

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	تو وہ بولے کہ بڑھئے تو رسول اللہ

اَرْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ ۔ | صلی اللہ علیہ وسلم آپ سوار ہو جائیں اور فرطِ ادب سے خود پیچھے ہٹ گئے۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آگے بیٹھنے کے زیادہ مستحق ہو۔

اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهُ لِیْ قَالَ فَاِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ فَرَكِبَ (ابوداؤد شریف ص ۳۵۴ ج ۱) | ہاں اگر تم چاہتے ہو تو میں آگے بیٹھ جاتا ہوں اس نے عرض کی آقا میں دل سے چاہتا ہوں کہ آگے بیٹھیں پس آپ سوار ہو گئے۔

ابوداؤد 302/2

ایک بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحابی سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَكْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا اَقْدَمُ مِنْهُ فِی الْمِیْلَادِ (ترمذی شریف ص ۲۰۲ ج ۲) | تو وہ بولے کہ بڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں البتہ میں آپ سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

پیارے آلے! حضور پر نور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے پیاروں سے ملاقات کا کب موقعہ ملے گا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَلَسْنَا اَحِبَّاءَكَ فَقَالَ اَنْتُمْ اَحِبَّائِیْ قَوْمٌ لَمْ یَرَوْنِیْ | آپ پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں کیا ہم آپ کو پیارے نہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے یار ہو میرے پیارے وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔

لیکن جان سے فدا ہیں۔ مجھے ان کی ملاقات کا بے حد شوق ہے۔ پھر فرمایا کہ ان کی شان یہ ہو گی۔ کہ ان کی ایک نیکی تمہاری پچاس نیکیوں کے برابر ہو گی۔ انہوں نے عرض کی کہ آپ ان کی نیکیوں اور ہماری نیکیوں میں فرق بتلایئے۔ آپ نے فرمایا تمہاری نیکیوں پہ تمہارے بہت سے معاون و مددگار ہیں لیکن ان کا نیکی کے معاملہ میں کوئی بھی مددگار نہ ہو گا۔ لہٰذا ان کی نیکیاں بڑھ کر ہیں۔ (فیوض الرحمان ص ۱۶۱ ج ۲۵) (روح البیان ص ۳۰۳ ج ۸)

کوئی مدہوش ہو جائے کوئی ہوشیار ہو جائے
وہی خوش بخت ہے جس پر نگاہِ یار ہو جائے

عثمان غنی کا عشق : حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی آداب میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کی جانب دعوتِ اسلام اور صلح کے ابتدائی قواعد و ضوابط طے کرنے کے لئے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دی کہ وہ بیت الحرام کا طواف کر لیں۔ مگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار فرمایا اور فرمایا میں اس وقت تک طواف خانہ کعبہ نہیں کر سکتا۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے طواف نہ کریں۔ میں کون ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے طواف کر لوں۔ (مدارج النبوۃ ص ۱۵۴ ج ۱)

انس بن النضر کا عشق : مروی ہے کہ حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر میں شریک نہ ہو سکے اُحد میں شریک تھے جب ابلیس نے اعلان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر جوڑ کر بیٹھے تھے۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ حضرت انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان پر گزر ہوا تو پوچھا کیوں بیٹھے ہو؟ فرمایا حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو شہید ہو گئے ہیں۔ اب ہم کیا کریں۔

قَالَ فَمَا تَصْنَعُوْنَ بِالْحَيَاةِ بَعْدَهُ قُوْمُوْا فَمُوْتُوْا | حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے خدا کے بندو

عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ ثُمَّ جَالَ بِسَيْفِهٖ فَوَجَدَ قَتِيْلًا وَبِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ جُرْحَةً۔

اب جی کر کیا کرو گے اٹھو اور کافروں کے ساتھ لڑ مرو۔ اس کے بعد تلوار گھمائی اور کفار میں گھس گئے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ آپؓ کے جسم مبارک پر اسی ۸۰ سے زیادہ زخم پائے گئے۔

؎ بے زخم تیغ عشق ز عالم نمی روم
بیروں شدن ز معرکہ بے زخم عار ماست

عشق کی تلوار کے زخم کے بغیر ہم دنیا سے نہیں جائیں گے اس لئے کہ معرکۂ جنگ سے زخموں کے بغیر چلے جانا ہمارے لئے عار و شرم کی بات ہے۔

(روح البیان صفحہ ۱۵۹ ج ۷)

21 / 490

درِ مصطفٰے پر جھکی جو ادب سے
خدا کی قسم وہ جبیں محترم ہے
بسا جن میں ہو عشقِ محبوبِ داور
وہ دل محترم ہے وہ سر محترم ہے

حضرت طلحہ کا عشق

مروی ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُحد میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

حَتّٰى اُصِيْبَتْ يَدُهٗ وَجُرِحَ اَرْبَعًا وَّعِشْرِيْنَ جِرَاحَةً

حتیٰ کہ آپ کی حفاظت میں ان کا ہاتھ کٹ گیا اور چوبیس زخم کھائے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے فرمایا۔ اَوْجَبَ طَلْحَةُ الْجَنَّةَ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔ اسی دن آپ نے ان کا نام طلحۃ الخیر رکھا۔

(روح البیان صفحہ ۱۵۹ ج ۷)

491 / 2

درِ مصطفٰے پر جھکی جو ادب سے
خدا کی قسم وہ جبیں محترم ہے
بسا جن میں ہو عشقِ محبوبِ داور
وہ دل محترم ہے وہ سر محترم ہے

ابو لبابہ کا عشق

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ کے یہودیوں کا دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک محاصرہ فرمایا۔ وہ اس محاصرہ سے تنگ آگئے۔ اور ان کے دل خائف ہو گئے۔ تو ان سے ان کے سردار کعب بن اسد نے کہا کہ اب تین شکلیں ہیں۔ یا تو اس شخص یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرو اور ان کی بیعت کر لو۔ مجھے خدا کی قسم ہے۔ کہ وہ نبی ہیں یہ بھی ظاہر ہو چکا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کا ذکر تمہاری کتاب میں ہے۔ ان پر ایمان لے آؤ۔ تو سب کے جان و مال اہل و اولاد محفوظ رہ سکتے ہیں۔ مگر اس بات کو قوم نے نہ مانا تو کعب نے دوسری شکل پیش کی اور کہا کہ اگر تم اسے نہیں مانتے تو آؤ پہلے ہم اپنے بیوی بچوں کو قتل کریں پھر تلواریں کھینچ کر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے مقابل آئیں۔ اگر ہم اس مقابلہ میں ہلاک بھی ہو جائیں

تو ہمارے ساتھ اپنے اہل و اولاد کا غم تو نہ رہے گا۔ اس پر قوم نے کہا کہ اہل و اولاد کے بغیر جینا ہی کس کام کا ہے۔ تو کعب نے کہا یہ بھی منظور نہیں۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صلح کی درخواست کرو۔ شاید اس میں کوئی بہتری کی صورت نکلے۔ تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے صلح کی درخواست کی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منظور نہ فرمایا۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے حق میں سعد بن معاذ کے فیصلہ کو منظور کریں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابولبابہ کو بھیجئے کیونکہ ابولبابہ سے ان کے تعلقات تھے۔ ابولبابہ کا مال ان کی اولاد سب بنو قریظہ کے پاس تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابولبابہ کو بھیج دیا۔ بنی قریظہ نے ان سے رائے طلب کی کہ کیا ہم سعد بن معاذ کا فیصلہ منظور کر لیں۔ جو کچھ وہ ہمارے حق میں فیصلہ دیں۔ وہ ہمیں قبول ہو۔ ابولبابہ نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ وہ تو گلے کٹوانے کی بات ہے۔ ابولبابہ کہتے ہیں کہ میرے قدم ہٹنے نہ پاتے تھے کہ میرے دل پر یہ بات جم گئی۔ کہ مجھ سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خیانت ہوئی۔ یہ سوچ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں آنے کے بجائے سیدھے مسجد شریف پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے بندھوا لیا۔ اور اللہ کی قسم کھائی کہ نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا مر جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ وقتاً فوقتاً ان کی بیوی آتیں اور انہیں نماز اور دیگر ضروری حاجات کے لئے کھول دیتیں۔ اس کے بعد پھر باندھ دیئے جاتے۔ جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پہنچی۔ تو فرمایا کہ ابولبابہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا۔ لیکن جب انہوں نے یہ کیا۔ تو اس وقت تک انہیں نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ کرے گا۔ چنانچہ وہ سات

دن بندھے رہے۔ اس دوران نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ یہاں تک کہ بیہوش ہو کر گر گئے۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَقِیْلَ لَہٗ قَدْ تِیْبَ عَلَیْکَ فَحُلَّ نَفْسَکَ فَقَالَ لَا وَاللّٰہِ لَا اُحِلُّہَا حَتّٰی یَکُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ھُوَ الَّذِیْ یُحِلُّنِیْ فَجَاءَہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَحَلَّہٗ۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ صحابہ نے انہیں توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تو انہوں نے کہا خدا کی قسم جب تک مجھے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خود نہ کھولیں گے نہ کھلوں گا۔ پس پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لائے اور خود انہیں دست مبارک سے کھول دیا۔

ابولبابہ نے کہا میری توبہ اس وقت پوری ہوگی۔ جب میں اپنی قوم کی بستی چھوڑ دوں۔ جس میں مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی اور میں اپنے کل مال کو خیرات کر دوں۔ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ تہائی مال کا صدقہ کرنا کافی ہے۔ اس کے حق میں یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۹)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خیانت نہ کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے ہو۔

(روح البیان ص ۳۳۵ ج ۳)

کنزالایمان = ۹ انفال 27

[illegible] 346

حضرات! صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کا اندازہ لگائیں کہ باوجودیکہ بارگاہِ الٰہی سے توبہ کی قبولیت کا حکم بھی مل چکا ہے [illegible]

لیکن دل کی تسلّی اسی میں ہے۔ کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم باندھے ہوئے غلام کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں گے۔ تو تب مجھ پر خدا بھی راضی ہوگا۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ایمان کی جان سمجھتے تھے۔

درِ مصطفیٰ پر جھکی جو ادب سے
خدا کی قسم وہ جبیں محترم ہے!
بسا جن میں ہو عشقِ محبوبِ داور
وہ دل محترم ہے وہ سر محترم ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝
اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جو آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اُس کا ترجمہ سُنیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اے ایمان والو لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے نبی کی آواز سے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے

چلاتے ہو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ کہ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

یعنی جب بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ عرض کرو تو آہستہ آواز میں عرض کرو۔ دربارِ رسالت کا پورا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھو۔ انہیں ایسے نہ بلاؤ جیسے آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو۔ بلکہ کلمات ادب و تعظیم و توصیف و تکریم و القابِ عظمت کے ساتھ عرض کرو۔ اس لئے کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا خطرہ ہے۔ اب شانِ نزول سنئے۔

شانِ نزول

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ سننے بھی اونچا تھے اور آواز بھی اُن کی اُونچی تھی۔ جب بات کرتے تو اُن کی آواز بلند ہو جایا کرتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راستہ ہی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے گزرے اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ آیت نازل ہوگئی ہے اور مجھے خوف ہے کہ کہیں میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہو۔ کیونکہ میری آواز اونچی ہے۔ مجھے اپنے اعمال برباد ہوجانے اور دوزخی ہو جانے کا ڈر ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر یہ بات عرض کردی۔ ادھر ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گریہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ انہوں نے گھر جاکر اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں اپنے گھوڑے کے باندھنے کی جگہ جاؤں تو میرا پاؤں مضبوط کرکے باندھ دینا۔ بیوی نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اب میں باہر نہیں نکلوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے

موت آجائے۔ یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے راضی ہو جائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ جاکر ثابت کو بُلا لاؤ۔ حسب الحکم حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جگہ گئے جہاں ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا۔ جب وہاں نہ ملے تو اُن کے گھر گئے۔ جاکر دیکھا کہ ثابتؓ گھوڑے کی کوٹھڑی میں بند ہیں۔ عاصمؓ نے کہا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طلب فرما رہے ہیں۔ ثابت نے کہا یہ رسی توڑ دو۔ اس کے بعد دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ثابتؓ تمہارے رونے کی وجہ کیا ہے؟ حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آواز اُونچی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ قابلِ ستائش زندگی گزارو گے اور شہادت کی موت مارے جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(تفسیر مظہری پارہ ۲۶) (خزائن العرفان پارہ ۲۶ رکوع ۱۲)

حضرات گرامی! اس آیہ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و احترام کا حکم دیا ہے کہ اے ایمان والو! میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کرنا۔ تمہاری آواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ ہونے پائے۔ انتہائی ادب و احترام اور تعظیم و تکریم کا لحاظ رکھنا۔ یاد رکھنا کہ اگر تھوڑی سی بے ادبی ہوگئی تو اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تعظیم و توقیر آپ کی حیات ظاہری اور وصال کے بعد دونوں برابر ہیں۔ ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَیْ لَا تُسَابِقُوْہُ بِالْکَلَامِ وَلَا | یعنی کلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تَعۡنَفُوۡہُ بِالۡخِطَابِ وَلَا تَنَادُوۡہُ بِاسۡمِہٖ نِدَاءَ بَعۡضِکُمۡ لِبَعۡضٍ وَلٰکِنۡ عَظِّمُوۡہُ وَوَقِّرُوۡہُ وَنَادُوۡہُ بِاَشۡرَفِ مَا یُحِبُّ اَنۡ یُّنَادٰی بِہٖ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔

سے سبقت نہ کرو۔ اور ہم سے ہم کلام، ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو۔ اور آپ کا نام لیکر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر اور اشرف ترین اوصاف سے آپکو ندا کرو۔ جن سے ندا کئے جانے کو آپ پسند فرمائیں

اور یوں کہو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ے آیئے عرض کریں۔ کہ

میری برباد بستی کو بسا دو یا رسول اللہ
کنارے پر میری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

معزز قارئین!

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا صلہ یہ ملا کہ انہیں بارگاہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موت شہادت اور جنتی ہونے کی بشارت مل گئی۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتہا درجے کا ادب واحترام کرتے تھے۔

ہر اک کو میسّر کہاں اس در کی غلامی
اس در کا تو درباں جبریلِ امیں ہے

آہستہ بولو

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ نبوت پر آئے تو فَسَمِعَ صَوۡتَ عَائِشَۃَ عَالِیًا۔ تو آپ

نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بلند آواز سے بولنے کی آواز سنی تو فوراً طمانچہ اٹھایا۔

وَقَالَ اَلَا اَرَاکِ تَرۡفَعِیۡنَ صَوۡتَکِ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور خبردار آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آواز بلند نہ ہونے پائے

(ابوداؤد شریف ص ۳۲۴ ج ۲)

566
3

ے ہر اک کو میسّر کہاں اس در کی غلامی
اس در کا تو درباں جبریلِ امیں ہے!

امام مالک کا قول!

ایک دفعہ ابوجعفر منصور بادشاہ مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ میں گفتگو کر رہا تھا۔ تو امام مالک نے اُسے فرمایا۔

یَا اَمِیۡرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ لَا تَرۡفَعۡ صَوۡتَکَ فِیۡ ہٰذَا الۡمَسۡجِدِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَدَّبَ قَوۡمًا فَقَالَ لَا تَرۡفَعُوۡا اَصۡوَاتَکُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ الۡاٰیَۃَ وَمَدَحَ قَوۡمًا فَقَالَ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَہُمۡ الۡاٰیَۃَ وَذَمَّ قَوۡمًا فَقَالَ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَاءِ الۡحُجُرٰتِ الۡاٰیَۃَ۔

اے مسلمانوں کے امیر اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور ایک جماعت کی تعریف میں فرمایا بے شک وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی آنکھیں نیچی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو تقویٰ کیلئے منتخب فرمالیا ہے اور ایک جماعت کی

مذمت کرتے ہوئے فرمایا جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ ان میں اکثر

بے عقل ہیں۔ بے شک بعد از وصال حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت ایسی ہے جیسی آپ کی حیاتِ ظاہرہ میں تھی۔ یہ سُن کر ابوجعفر نے عاجزی کا اظہار کیا۔ (مدارج النبوۃ ص۵۱۳ ج۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد

حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکر ماری۔ میں نے ادھر دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور کہا یہ جو آدمی بول رہے ہیں۔ انہیں میرے پاس لاؤ۔ میں ان دونوں کو آپ کے پاس لایا۔ تو آپ نے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ انہوں نے کہا ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ اگر تم اس شہر (مدینہ منورہ) کے رہنے والے ہوتے۔ تو میں تمہیں سزا دیتا۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں اُونچی آواز سے بولتے ہو۔

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(بخاری شریف ص۶۷ ج۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب

حضرت علیؑ المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے دونوں مکان مدینہ منورہ سے باہر مناصع کے مقام پر تیار کروائے تاکہ ان پر کام کرنے سے اوزاروں کی آواز مسجد نبوی میں نہ جائے۔ اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہ پہنچے۔ حکومت ترکیہ نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں انتہائی عقیدت و محبت کا اظہار کیا جب مسجد نبوی کی

کی تعمیر کا پروگرام بنایا گیا۔ تو حکومتِ ترکیہ نے دس دس بارہ بارہ سال کے نوجوان معمار ترکھان و دیگر کاریگر وغیرہ بھرتی کئے ان کو عرصہ دس سال میں قرآن کریم حفظ کرایا گیا۔ اور تعمیر کا کام سکھایا گیا۔ ان کو مدینۃ النبی لایا گیا۔ تو تعمیر کے کام کا تمام سامان لوہا کانٹا سنگ تراشی، لکڑی کانٹا وغیرہ مدینہ منورہ سے بارہ میل باہر کیا گیا۔ یہ اس لئے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔ چنانچہ یہ کاریگر حفاظ مسجد کی تعمیر و تزئین پر ہر وقت قرآنِ پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔

(فیوض الرحمان ص۳۵۴ ج۹)

ثمامہ بن آثال کا ادب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نجد کی طرف روانہ کیا وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو جو اہل یمامہ کا سردار تھا۔ اور اس کا نام ثمامہ بن آثال تھا ہاتھ باندھ کر قید کر کے بارگاہِ نبوت میں لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے مسجد کے کسی ایک ستون سے باندھ دو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا اے ثمامہ کیا حال ہے اور اپنے بارے میں تیری رائے کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ٹھیک ہوں اگر آپ مجھے قتل کریں تو آپ ایک خونی کو ماریں گے۔ مطلب یہ کہ آپ ایسے شخص کو قتل کریں گے جو مستحق قتل ہے اور اگر آپ احسان فرمائیں گے۔ تو آپ ایک شکر گذار پر احسان فرمائیں گے۔ مطلب یہ کہ اگر آپ جان بخشی فرمائیں گے تو میں احسان مند ہوں گا۔ اور اگر آپ مجھ سے فدیہ میں مال چاہیں گے تو آپ جتنا مال چاہیں گے میں پیش کر دوں گا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے۔ جب دوسرا دن ہوا تو یہی

سوال فرمایا اور یہی جواب اس نے دیا۔ یہاں تک کہ تیسرے دن بھی اس نے یہی جواب دیا۔ چنانچہ تیسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اسے کھول دو اور رہا کر دو۔ اس کے بعد ثمامہ کھجور کے ایک درخت کے پاس گیا جو مسجد کے قریب ہی تھا وہاں اس نے غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر بلند آواز سے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اس کے بعد اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی دشمن نہ تھا۔ اب آپ کا روئے انور میرے نزدیک تمام لوگوں کے چہروں سے زیادہ محبوب ہے اور کوئی دین آپ کے دین سے میرے نزدیک بُرا نہ تھا۔ اب مجھے آپ کا دین تمام دینوں سے زیادہ محبوب بن گیا ہے اور کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ بُرا نہ تھا۔ اب آپ کا شہر تمام شہروں سے زیادہ مجھے محبوب ہو گیا ہے۔

(مدارج النبوۃ ص۳۲۷ ج۲)

یعنی اب تو میری حالت یہ ہے کہ ؎

میرا دل اور میری جاں مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

مُنہ بولا بیٹا

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے۔ بنو قیس نے وہ قافلہ لوٹا جس میں زید بھی تھے اُن کو مکہ میں لاکر بیچا۔ حکیم ابن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیئے اُن کو خرید لیا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا

تو انہوں نے زید کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا زید کے والد کو ان کے فراق کا بڑا صدمہ تھا اور ہونا چاہیئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے۔ وہ زید کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے جو اشعار وہ پڑھتے تھے اُن کا مختصر ترجمہ یہ ہے کہ میں زید کی یاد میں رو رہا ہوں۔ اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے کہ اس کی امید رکھوں یا موت نے اس کا کام تمام کر دیا کہ اس سے مایوس ہو جاؤں۔ خدا کی قسم مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تجھے نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں۔ ساری دنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے زید ہی یاد آتا ہے۔ اور جب بارش ہونے کو آتی ہے تو اُس کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میری فکر کس قدر طویل گئی۔ میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا۔ اور دُنیا کا چکر لگانے سے نہ اُکتاؤں گا۔ اُونٹ چلنے سے اُکتا جائیں تو اُکتا جائیں۔ لیکن میں کبھی نہ اُکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی میں گذار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے۔ آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگائے۔ مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل و اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زید کو ڈھونڈتے رہیں۔ غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے روتے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے اُن کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انہوں نے زید کو پہچان لیا۔ باپ کا حال سنایا، شعر سنائے۔ اُن کی یاد و فراق کی داستان سنائی حضرت زید نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں ہوں۔ چنانچہ ان لوگوں نے جاکر زید کی خبر اُن کے باپ کو سنائی۔ اور وہ

اشعار سنائے جو زید نے کہہ کر بھیجے تھے۔ اور پتہ بتایا کہ زید کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر اُن کو غلامی سے چھڑانے کی خاطر مکہ مکرمہ پہونچیں۔ چنانچہ وہ مکہ مکرمہ آئے۔ تحقیق کی پتہ چلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا کھلاتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں۔ ہم پر احسان فرماؤ اور کرم کرو فدیہ قبول کرو اور اس کو رہا کر دو۔ بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بس اتنی سی بات ہے۔ عرض کیا بس حضور یہی غرض ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو بلالو اور اس سے پوچھ لو۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے۔ اور اگر نہ جانا چاہے۔ تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کر سکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ نے بہت احسان فرمایا یہ بات ہمیں خوشی سے منظور ہے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے آپؐ نے فرمایا تم ان کو پہچانتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہوں۔ یہ میرے باپ ہیں۔ اور یہ میرے چچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو۔ ان کے ساتھ جانا چاہو تو اجازت ہے۔ حضرت زید نے عرض کیا آقا آپ کے مقابلے میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہوں۔ آپؐ میرے لئے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی۔ چنانچہ باپ اور چچا دونوں نے کہا اے زید کیا غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو۔ باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کر سکتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ جواب سُنا تو اُن کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ

میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ زید کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(تاریخ خمیس)

ے نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں
نہ کوئی قریب کی بات ہے!
جسے چاہے اس کو نواز دے!
یہ درِ حبیبؐ کی بات ہے!

حضرت عبداللہ کا عشق

حضرت عبداللہ مزنیہ قبیلہ کے باشندوں میں سے تھے۔ اور وہ یتیم ہو گئے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ ان کے چچا ان کی کفالت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوئے اور اُن کے پاس کئی اونٹ اور بکریاں اور غلام جمع ہو گئے۔ ان کے دل میں اسلام کی محبت تھی۔ ہمیشہ چاہتے تھے کہ اسلام قبول کر کے مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں لیکن اپنے چچا کے خوف سے ایمان نہ لا سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فتح مکہ سے واپس آگئے اس وقت عبداللہ نے اپنے چچا سے کہا اے چچا میں ساری عمر تیرے اسلام لانے کا منتظر رہا مگر تیری طرف سے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت و تابعداری کا کوئی شوق و جذبہ معلوم نہ ہوا۔ اب مزید مجھے اپنی عمر کا بھروسہ نہیں ہے لہٰذا مجھے اجازت دے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ چچا نے کہا خدا کی قسم اگر تو ایمان لے آیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی تو میں نے تجھے جو کچھ دے رکھا ہے سب چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے جسم پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اُتار لوں گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اور شرک و بُت پرستی کو چھوڑتا ہوں۔ اور میرے ہاتھ میں جو مال و اسباب ہے تو سب لے لے جب آخری وقت یہ سب کچھ میں نے دُنیا میں ہی چھوڑ جانا ہے تو ابھی پکڑ لے۔ مگر یاد رکھ میں اس مال کی خاطر دینِ حق سے باز نہیں آسکتا یہ کہہ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور کپڑے اُتار کر اپنی والدہ کے پاس گئے۔ اُن کی ماں نے جب یہ حال دیکھا کیفیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا میں بُت پرستی اور دُنیا طلبی سے بیزار ہوں۔ میری تمنّا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جاؤں۔ مجھے کچھ کپڑا دو جس سے میں اپنا ستر چھپاؤں۔ ماں نے اُنہیں چادر دی۔ انہوں نے اس کے دو حصّے کئے۔ ایک حصّہ تہبند اور دوسرے کی چادر بنائی۔ اسی سبب سے اُن کا لقب ذوالبجادین ہوا۔ بجاد کے معنی موٹی چادر کے ہیں۔ اس کے بعد وہ بارگاہ بے کس پناہ کی طرف چل دیئے۔ سحر کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ پہنچے اور مسجدِ نبوی شریف میں ٹھہرے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظرِ مبارک اُن پر پڑی تو فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک فقیر و مسافر آپ کا عاشقِ جمال ہوں۔ میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا نام عبداللہ اور تمہارا لقب ذوالبجادین ہے۔ ہمارے کاشانۂ اقدس میں رہو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اصحابِ صفہ میں رہنے لگے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قرآن مجید یاد کیا کرتے تھے اس زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لشکر تبوک کی تیاری میں مشغول تھے اور وہ مسجد شریف میں ذوق و شوق کے ساتھ بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ یہ اعرابی بلند آواز سے قرآنِ کریم پڑھتے ہیں ان کی بلند آوازی لوگوں کی نماز و

قرأت میں مزاحم ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے عمر ان کو اپنے حال میں چھوڑ دو۔ اس لیئے کہ وہ نکلا ہوا ہے۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔ اس کے بعد جب لشکرِ اسلام روانہ ہونے لگا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دُعا فرمایئے کہ میں راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کسی درخت کی چھال لاؤ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیکر کے درخت کی چھال لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے ان کے بازو پر باندھ کر فرمایا۔ اے اللہ میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرا مقصد تو شہادت ہے۔ فرمایا جب تم راہِ خدا میں جہاد کی نیت سے نکل آئے تمہیں بخار آجائے اور اس بخار سے تم دُنیا سے چلے جاؤ تو تم شہید ہو گے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے تبوک تک پہنچ گئے چنانچہ اس مقام میں اُنہیں بخار آیا اور وفات پائی۔ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کا وقت تھا جبکہ انہیں دفن کے لیئے لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ مؤذن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک چراغ ہاتھ میں لیئے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی قبر کے اندر تشریف فرما ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کو قبر میں اُتار رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو عزت کے ساتھ لاؤ۔ اس کے بعد حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کی لحد میں کچی اینٹیں چنیں۔ پھر دُعا مانگی اے اللہ یہ میری خدمت میں دن رات رہا ہے میں اس سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش اس لحد میں میں ہوتا۔

(مدارج النبوۃ صفحہ ۵۹ ج ۲)

467/2

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں
نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے
یہ درِ حبیبؐ کی بات ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آدابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ثمر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ (پ ۲۶)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ٥

بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اس کا ترجمہ سنئے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ بے شک وہ جو اپنی آواز پست کرتے ہیں۔ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی وہ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیے ہیں۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

حضرات!

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی آوازیں آہستہ رکھنے والوں کی تعریف کی ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو پرکھ لیا ہے کہ اُن کے دلوں میں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پکی اور سچی محبت ہے اور اُن کے لیئے بخشش و مغفرت ہے۔

؎ چُپ چُپ رہندے مُنوں اُچا وی نئیں بولدے
اونہاں وِسے غلاماں دیاں ایہو نیں نشانیاں
سدلو مدینے آقا کرو مہربانیاں

شانِ نزول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور بعض دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے بہت احتیاط لازم کرلی۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بہت ہی پست آواز سے عرض و معروض کرتے ان حضرات کے حق میں یہ مذکورہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

(خزائن العرفان ص ۱۱۱)

معزز قارئین!

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی وہ خوش قسمت جماعت تھی جنہوں نے صحیح معنوں میں حضور سرورِ کائنات سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی جس کا صلہ انہیں یہ ملا کہ دنیا میں ہی انہیں جنتی ہونے کی خوشخبری سنادی گئی۔

جس کے دل میں ہے عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اس کو دوزخ کا کھٹکا نہیں ہے!
جو ہے دیوانہ پیارے نبی کا!
اس کو دنیا کی پرواہ نہیں ہے

حضرت علیؓ کا ادب

تفسیر روح البیان میں ہے کہ

وَلَمْ يَقَعْ نَظَرُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اِلٰى عَوْرَتِهٖ حَذَرًا مِّنْ اَنْ يَّرَاهَا بِالْعَيْنِ الَّتِيْ يَرٰى بِهَا جَمَالَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(روح البیان ص ۱۲۵ ج ۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پوری زندگی اپنی شرمگاہ پر نظر نہ کی اس نیت پر کہ جن آنکھوں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس دیکھا ہے اب وہ آنکھیں شرم گاہ پر نہیں پڑنی چاہئیں۔

حضرت عثمان غنیؓ کا ادب

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے۔ جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے۔

وَمَا مَسَسْتُ فَرْجِيْ بِالْيَمِيْنِ مُنْذُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

اور جب سے اپنا ہاتھ بیعت کیلئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر رکھا ہے اس وقت سے پھر اپنا ہاتھ اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا (روح البیان ص ۱۵۸ ج ۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ادب

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبیلۂ بنو عمرو بن عوف میں کسی جھگڑے کا فیصلہ فرمانے کے لیے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت آگیا تو مؤذن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا کہ نماز پڑھا دیجئے۔ وہ نماز پڑھا رہے تھے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آکر جماعت میں شریک ہوگئے۔ لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ کسی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے تاہم جب لوگوں نے متصل تالیاں بجائیں تو آپؓ نے مڑ کر دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو۔ انہوں نے پہلے تو خدا کا شکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی امامت کو پسند فرمایا۔ پھر پیچھے ہٹ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَثْبُتَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے حکم دیا تو تم اپنی جگہ سے کیوں ہٹ آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ ابن ابی قحافہ کی کیا جرأت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے نماز پڑھائے۔

(ابوداؤد شریف ص ۱۴۲ ج ۱)

صحابیہ کا ادب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ کا بچہ مرگیا اور وہ اس پر رو رہی تھی۔ اس طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گذر ہوا۔ فَقَالَ لَهَا اتَّقِي اللّٰهَ۔ تو فرمایا خدا سے ڈرو اور صبر کرو۔ وہ بولیں تمہیں میری مصیبت کی کیا پرواہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ یہ سُن کر وہ دوڑتی ہوئی دروازے پر آئیں۔ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ اَعْرِفْكَ عرض کی کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ (ابوداؤد شریف ص ۸۹ ج ۲)

جُندب بن حمزہ کی محبت

حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت کی آیات لکھ کر مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی طرف بھیجیں تو حضرت جندب بن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بنو لیث قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اس وقت سخت بوڑھے ہو چکے تھے یہاں تک کہ سواری پر بھی نہ بیٹھ سکتے تھے۔ آپ نے آیاتِ مبارکہ سنتے ہی اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ مجھے اُٹھا کر مدینہ منورہ لے چلو۔ اس لیے کہ میں کمزور لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ اور نہ ہی میں مدینہ طیبہ کے راستہ سے بے خبر ہوں۔ اور مال بھی رکھتا ہوں جس سے آسانی سے مدینہ طیبہ جا سکتا ہوں۔ بخدا اب تو مکہ معظمہ میں ایک لمحہ بھی ٹھہرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ چنانچہ انکے بیٹوں نے انہیں چارپائی پر بٹھا کر اٹھایا اور مدینہ طیبہ کو لے چلے۔ جب مقامِ تنعیم تک پہنچے تو آپ پر نزع کی حالت طاری ہوگئی فوراً دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر کہا۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ لَکَ وَھٰذِہٖ لِرَسُوْلِکَ اُبَایِعُکَ عَلٰی مَا بَایَعَکَ عَلَیْہِ رَسُوْلُکَ فَمَاتَ حَمِیْدًا ۔

اے اللہ یہ ایک ہاتھ تیرے لیے اور دوسرا تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور میں وہی بیعت کر رہا ہوں جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے ساتھ کی یہ کہہ کر وہ فوت ہو گئے۔ اور بحمدہ تعالیٰ نیک نصیب سے کر فوت ہوئے۔

(روح البیان ص۲۷ ج۲)

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر اور اُن کی والدہ سمیہ اور حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفار نے گرفتار کر کے۔

فَعَذَّبُوْھُمْ لِیَرْتَدُّوْا فَاَبٰی اَبَوَاہُ فَرَبَطُوْا سُمَیَّۃَ بَیْنَ بَعِیْرَیْنِ وَوُجِئَ اَیْ ضُرِبَ بِحَرْبَۃٍ۔

سخت سے سخت اذیتیں دیں۔ تاکہ یہ لوگ دین اسلام سے ہٹ کر کفر میں داخل ہوں لیکن عمار کے والدین نے انکار کر دیا۔ کفار نے بی بی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر خوب چابک مارے۔ یہاں تک کہ بی بی صاحبہ کے جسم میں تیز دار چھری گھونپ کر کہا کہ تو مسلمان مردوں کے عشق کی وجہ سے مسلمان ہوئی تھی اب اس کا مزہ چکھ لے۔ بی بی صاحبہ نے استقامت نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئیں۔ اس کے بعد حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شہید کر دیا گیا۔

(روح البیان ص۸۴ ج۵)

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا!

بے پناہ محبت

حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفارِ مکہ سولی دینے لگے تو ابوسفیان نے اُن سے کہا کہ زید تم دل سے چاہتے ہو گے کہ آج تمہارے بدلے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سولی دی جاتی۔ اور تم آرام سے ہوتے۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری رہائی کے عوض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں مبارک میں ایک کانٹا چبھے۔ ابوسفیان حیران رہ گیا اور پکار اُٹھا کہ ایسی بے پناہ محبت میں نے اس سے قبل کہیں نہیں دیکھی۔

(فیوض الرحمان ص۳۴۶ ج۹)

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

ہزار بار جان قربان

حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سولی پر چڑھا کر تڑپا تڑپا کر مار رہے تھے اور ہر عضو سے خون ٹپک رہا تھا مگر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مگن ہیں بلکہ ایسے نازک وقت میں ان کا حوصلہ دیکھئے کہ وہ نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شعر موزوں کر رہے ہیں جبکہ ایسے جانکاہ موقعہ پر لوگ آہیں بھرتے ہیں۔ چیختے چلاتے ہیں۔ مگر حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شعر گنگنا رہے ہیں۔ بس عقل حیران ہے اور ایسی حالت میں

ابوجہل پوچھتا ہے کہ اے خبیبؓ اب تم یہ ضرور پسند کرو گے کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ اور تم چھٹکارا پا جاؤ۔ آپؓ نے تڑپ کر فرمایا میں ہزار بار اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ کبھی برداشت نہ کروں گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بال کو بھی ایذا پہنچے۔

(فیوض الرحمان ص ۳۴۶ ج ۹)

؎ دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ جو تیرے قدموں پہ قربان گیا۔

ابو ایوب انصاری کی خدمت

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو وہاں ہر ایک کی دلی تمنا تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمانی کا شرف مجھے حاصل ہو۔ یہ شرف بالآخر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے مکان کے نچلے حصے میں قیام پسند فرمایا۔ ایک دن اتفاقاً اوپر چھت پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ٹوٹ گیا چونکہ چھت پختہ نہ تھی۔ حضرت ابو ایوب انصاری کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ چھت ٹپکے اور پانی نیچے جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہو گی۔ میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا۔ اسے بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا تاکہ پانی اس میں جذب ہو جائے۔ اس کے بعد میاں بیوی نے کونوں میں دبک کر رات بسر کی (فیوض الرحمان ص ۳۵۳ ج ۹)

؎ دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

سرِ تسلیم خم کر دیا

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری سے فرمایا کہ تم اپنی بیٹی میرے حوالے کر دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی سعادت نہ تھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی خواہش کو پورا کریں۔ وہ انصاری باغ باغ ہو گئے لیکن حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے لیے نہیں بلکہ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ پیغام دے رہا ہوں۔ خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگ کچھ دماغی کمزوری کی وجہ سے پسند نہ کرتے تھے ان کا نام سُن کر سہم گئے اور عرض کی میں ذرا لڑکی کی والدہ سے مشورہ کر لوں۔ ماں نے خبیب کا نام سنتے ہی انکار کر دیا لیکن لڑکی بولی امی جان ذرا سوچیے کہ رشتہ کروانے والے کون ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سے انکار کرنا مناسب نہیں۔ میرے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے آگے سرِ تسلیم خم ہے۔ مجھے امید ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی میں خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا۔

(فیوض الرحمان ص ۳۵۱ ج ۹)

بھیجنے والے کو دیکھو

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت سیاہ فام تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اسلام کے جانثاروں میں شمار ہونے لگے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا اے سعد شادی کیوں نہیں کر لیتے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ جیسے کو کون لڑکی دے گا۔ آپ نے فرمایا جاؤ قبیلہ ثقیف کے سردار کو جا کر کہو۔ کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے، مجھ سے

اپنی بیٹی کا نکاح کردو۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جاکر پیغام پہنچایا تو سردار ان کی شکل دیکھ کر غصے سے بھڑک اٹھا۔ کیا اپنی خوبصورت بیٹی کا نکاح اس سے کردوں۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ مایوس ہوکر واپس جانے لگے۔ تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی جانے والے ذرا ٹھہر جا۔ وہ ٹھہر گئے پھر آواز آئی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے میرے ساتھ نکاح کرنے کو بھیجا ہے۔ اگر یہ واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے تو بسر و چشم قبول ہے۔ اس کے بعد اس سعادت مند بیٹی نے باپ کو سمجھایا کہنے لگی ابا جان آپ نے بڑا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا۔ آپ اس کو نہ دیکھو بلکہ اس کے بھیجنے والے کو دیکھو۔ اسلام تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے کا نام ہے۔ بہتر ہے کہ آپ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جاکر معافی مانگیں۔ بیٹی کی باتوں کا باپ کے دل پر اثر ہوا اور بات سمجھ میں آگئی کہ واقعی مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ چنانچہ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر معذرت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسلی دی اور بالآخر سیاہ فام سعد کی شادی عرب کے اس معزز سردار کی خوبصورت بیٹی سے ہوگئی۔ کتنی خوش نصیب تھی وہ بیٹی اور کتنا خوش نصیب تھا وہ باپ جس نے اپنی دختر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں نثار کردی۔

(فیوض الرحمان ص ۳۵۱ ج ۹-۱۰)

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

امام مالک کا ادب

حضرت مطرف سے مروی ہے۔ کہ جب لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے

پاس آتے۔ تو آپ پہلے غلام کو باہر بھیج کر دریافت کراتے کہ شیخ سے کس چیز پر بات چیت کرنا چاہتے ہو! حدیث پاک یا مسائل شرعیہ؟ اگر لوگ مسائل کے بارے میں عرض کرنے تو فوراً باہر تشریف لے آتے اور ان کو مسائل تعلیم فرماتے۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ آپ اندر ہی سے مسائل کے جواب بھیج دیتے۔ اور اگر لوگ حدیث پاک سننے کی استدعا کرتے۔ تو پہلے آپ غسل خانے میں جاتے غسل کرتے۔ سفید لباس پہنتے سر پر عمامہ باندھتے، چادر اوڑھتے، خوشبو لگاتے۔ کرسی رکھی جاتی۔ پھر آپ باہر تشریف لاتے۔ اور کرسی پر جلوس فرماتے اور انتہائی خشوع و وقار کے ساتھ حدیث مبارکہ پڑھتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جسم مبارک کو بچھو نے سترہ مرتبہ ڈسا مگر آپ نے جنبش تک نہ کی۔ صبر و تحمل کرتے رہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ کی تعظیم و توقیر کی خاطر حدیث کو قطع نہ کیا

(مدارج النبوۃ ص ۲۴۸ ج ۱)

قیصر روم کا ادب

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قیصر روم کو خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی تو جب نامہ مبارک قیصر روم کے پاس پہنچا تو اس نے خط پڑھ کر آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا۔ اس کے بعد مہر لگا کر مضبوط کر کے گنجینہ پر رکھ لیا۔ پھر جواب لکھا۔

اِنَّا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ وَّلٰكِنَّا لَا نَسْتَطِيْعُ اَنْ نَّتْرُكَ الدِّيْنَ الْقَدِيْمَ الَّذِيْ اصْطَفَاهُ اللّٰهُ لِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ	ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نبی ہیں لیکن ہم سے ممکن نہیں کہ ہم اس قدیم دین کو چھوڑ دیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ

علیہ السلام کیلئے پسند فرمایا۔ اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعجب ہوئے اور فرمایا:

لَقَدْ ثَبَتَ مُلْكُهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَبَدًا ۔ — بے شک اُن کا مُلک قیامت تک ثابت رہے گا۔

اور آپ نے فارس والوں کو فرمایا کہ چند سالوں کے بعد فارس نہ ہوگا یعنی شاہی نہیں رہے گی۔ چنانچہ قیصرِ روم کے اس ادب کی وجہ سے اس کا ملک تادیر سلامت رہا

(روح البیان ص٣ ج۔ ٢)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقامِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

(پ ٢٦)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ

بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ دُرود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اُس کا ترجمہ سُنیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ بے شک وہ جو تمہیں پکارتے ہیں مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ حجروں کے باہر سے اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اب اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول سُنیے۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے قبیلہ بنی العنبر کی طرف ایک جہادی دستہ عُیَینَہ بن حصین فزاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمانڈر روانہ کیا۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ عیینہ کا رُخ ہماری طرف ہے تو وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عیینہ نے ان کے اہل وعیال کو قید کر لیا۔ اور لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا کچھ دیر کے بعد ان کے مرد فدیہ ادا کر کے اپنے بچوں کو رہا کرانے کے لیے آ گئے۔ چنانچہ جس وقت وہ آئے تھے دوپہر کا وقت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کسی بیوی کے حجرہ میں آرام فرما تھے۔ ان کے بچوں نے جب اپنے باپوں کو دیکھا تو بے تاب ہو کر رونے لگے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برآمد ہونے سے پہلے ہی جلدی میں پکارنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر آیئے۔ غرضیکہ شور مچا کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کر دیا اس موقعہ پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجرے کے باہر اونچی آواز سے پکارتے ہیں وہ بے عقل ہیں چونکہ بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی آوازیں پست رکھنے کا حکم ہے۔ لہٰذا جو لوگ آپ کو بلند آواز سے پکارتے ہیں وہ بے عقل بھی ہیں۔ بے ادب بھی۔ (تفسیر مظہری)

حضراتِ محترم!

ادب بڑی چیز ہے تفسیر روح البیان میں ہے۔ بزرگوں کا قول ہے مَنْ تَرَكَ الْاٰدَابَ رُدَّ عَنِ الْبَابِ۔ جس نے آداب کو ترک کر دیا وہ حق کے دروازے سے محروم کر دیا جائے گا۔ شیطان کی نو ہزار سال کی عبادت صرف بے ادبی کی وجہ سے ضائع ہو گئی۔

؎ نگاہ دار ادب و طریق عشق و نیاز
کہ گفتہ اند طریقت تمام ادب است

ادب اور طریقہ عشق و نیاز کی حفاظت کر اس لیئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ طریقت ادب کا نام ہے۔ آیئے غلامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ملاحظہ کریں۔

صحابۂ کرام کا ادب

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کے متعلق گفتگو کی تو عرب کے طریقے کے مطابق وہ اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا لیکن جب جب ہاتھ بڑھاتا تھا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کے ذریعہ سے روک دیتے تھے۔ اس واقعہ سے عروہ کی اس طرف توجہ ہو گئی۔ اور اس نے صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے طرز عمل کو بغور دیکھنا شروع کیا تو اس پر یہ اثر پڑا کہ پلٹ کر کفار سے بیان کیا کہ میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب جس قدر ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اسی قدر کسی بادشاہ کے رفقاء نہیں کرتے۔

قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِيْ كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهٗ وَجِلْدَهٗ۔

اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا۔ کہ اگر وہ تھوکتے ہیں تو اُن لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا تھوک گرتا ہے۔ اور وہ اسے اپنے جسم و چہرہ پر ملتے ہیں۔

اگر وہ انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً اس کی تعمیل کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ اُن کے بچے کھچے پانی کے لیئے باہم لڑ پڑتے ہیں۔

وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَّهٗ۔

اگر وہ ان کے سامنے بولتے ہیں تو اُن کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں اور وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔

(بخاری شریف ص ۳۷۸ ج ۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی تلاوت اور اسلام کی تفسیر بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کی طرف متوجہ ہو کر سن رہے تھے۔ اس دوران جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا تو ابو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شوقِ دیدار چمک اُٹھتا۔ اور آپ کی ملاقات کے لیئے وہ بے چین ہو جاتے۔ ایک بار حضرت ابو عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا کس قدر اشتیاق ہے۔ کب سال ختم ہوگا۔ اور موسم حج آئے گا اور ہم آپ کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مسکرائے اور فرمایا ابو عبدالرحمٰن صبر کرو۔ دن جلدی ہی گذر جائیں گے۔ ابن مسلمہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے بغیر مجھے سکون نہیں آتا۔ کب یہ دن گذریں گے۔ پھر وہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری ملاقات نہ ہو سکے۔ اس لیئے کیا آپ ہمارے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ شریف بیان کر سکتے ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے ہیں اس لیئے کہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چہرۂ انور دیکھا ان کا حال تو یہ ہے کہ

؎ جنہاں ویکھیا سوہنا مکھ تیرا
اونہاں رب دا نظارا ویکھ لیا
اونہوں بھل گئے سوہنیاں در سارے
جنہاں تیرا دوارا ویکھ لیا

چنانچہ سبھی حاضرین نے بیک زبان کہا ابن مسلمہ تم نے ہمارے دل کی بات کہہ دی۔ اے ابن عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیجئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ باادب ہو کر بیٹھ گئے۔ اپنا سر جھکایا۔ نظریں نیچی کیں جیسے آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک ذہن میں لا رہے ہوں۔ پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں سفیدی و سرخی کا حسین امتزاج ہے ـــــ پیشانی مبارک بڑی ہی خوبصورت ہیں۔
بھویں ملی ہوئی ہیں ـــــ بال سیدھے ہیں۔
داڑھی مبارک گھنی ہے ـــــ دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ ہے۔
آپکی گردن مبارک چاندی کے چھاگل کی طرح ہے ـــــ آپکی ہتھیلی اور قدم مبارک موٹے ہیں ـــــ جب آپ چلتے ہیں، تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آپ اونچائی سے نیچے آ رہے ہوں ـــــ اور جب کھڑے ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کی چٹان سے نکل پڑے ہوں۔ جب آپ کسی کی طرف رُخ فرماتے ہیں تو مکمل طور پر متوجہ ہوتے ہیں۔ آپؐ کے چہرہ مبارک پر پسینہ موتی کی مانند ہوتا ہے ـــــ نہ آپ پستہ قد ہیں ـــــ نہ دراز قامت
آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو آپ کو ایک نظر دیکھتا ہے اس پر آپ کا رُعب و دبدبہ چھا جاتا ہے۔ اور جو آشنا ہو کر آپ کی محبت میں رہتا ہے۔ وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا ہے ـــــ آپ سب سے زیادہ سخی ہیں ـــــ اور سب سے زیادہ جرأت مند ہیں ـــــ آپ کا طرز تکلم سب سے سچا ـــــ آپ ایفائے عہد میں سب سے پکے سب سے زیادہ نرم طبع اور رہن سہن میں سب سے اچھے ہیں۔ میں نے آپ جیسا نہ پہلے کسی کو دیکھا اور نہ ہی بعد میں۔ کیونکہ

ے تاجور سوہنا سارے حسیناں والے
دولہا عالم دے سب ماہ جبیناں والے
حسنِ یوسف نوں لبھدی زلیخا رہی
جھکیا یوسف اے سوہنے دے دیدار دا

کسی نے یوں کہا، کہ

جبریل بھی یوں بولے سدرہ کے مکیں بولے
تجھ سا نہ حسیں دیکھا لاکھوں میں ہزاروں میں

جس وقت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بیان کر رہے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت پہ خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ سبھی حضرات پوری توجہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حلیہ مبارک کو سن رہے تھے ابھی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا بیان مکمل بھی نہ کر سکے تھے کہ اہلِ حفل بیک زبان پکار اُٹھے صلی اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ۔

(فدائیان من عصر الرسول صفحہ ۱) (صحابہ کا عشق رسول صفحہ ۹۱)

ے تیری ادا ادائے حق　　تیری رضا رضائے حق
وحی خدا ہے تیرا کلام　　تجھ پر درود اور سلام
صلِّ علیٰ نبینا صلِّ علیٰ محمد
صلِّ علیٰ شفیعنا صلِّ علیٰ محمد

مرحبا کی صدائیں

جب مدینہ طیبہ کے اندر اسلام سے وابستہ ہونے والوں کی تعداد خاصی زیادہ ہو گئی۔ قبیلۂ اوس وخزرج کے لوگ جوق درجوق اسلام قبول کرنے لگے تو اہلِ مدینہ

تشریف لانے کی دعوت دی اس کے بعد اہلِ انصار بڑی بے چینی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار کی گھڑیاں گننے لگے۔ اس وقت ان کے شوقِ دیدار کا عالم کیا تھا۔ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جس لمحہ یہ بشارت ملی کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے قریب آچکے ہیں تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق ومحبین استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے کہ جلد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہو، اور جس وقت ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا — تو مرحبا کی صداؤں سے پوری فضا گونج اُٹھی۔ ان استقبال کرنے والوں میں حضرت عبد اللہ بن انیس فدائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے۔ یہ تو فرطِ مسرت سے بے قابو ہو رہے تھے۔ یہ ہی وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اشارہ پر اسلام کے ایک بہت بڑے دشمن ابو رافع سلام بن ابو الحقیق کو اس کے قلعہ کے اندر گھس کر قتل کیا تھا۔

(صحابہ کا عشقِ رسول صفحہ ۹۲) (فدائیان من عصر الرسول صفحہ ۲۴)

عاشقِ صادق

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی عالمِ دین تھا اس کا نام تھا جلبیب، اس کا ایک لڑکا سہاب نامی حسن وجمال میں یکتا تھا، بڑا خلیق اور کمال سیرت اتفاقاً اس نے اپنے والد کے خزانے میں ایک ڈبیہ دیکھی جو سُرخ موتیوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر مشک کی ایک مہر لگی ہوئی تھی۔ تاکہ کوئی شخص اسے کھول سکے نہ اندر سے دیکھ سکے۔ لڑکے نے اس ڈبیہ کو دیکھا تو بڑا غضب ناک اور خشمگیں ہو کر باہر نکلا۔ باپ نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا۔ ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ نے کوئی چیز مجھ سے پوشیدہ نہیں رکھی مگر یہ ڈبیہ ہمیشہ

بند رکھی ہے۔ حالانکہ میرے ساتھ آپ کی شفقت و محبت بہت زیادہ ہے باپ نے
بتایا بیٹا اس میں جواہرات ہیں نہ خزانہ۔

ایک عربی کا نام

اس میں چند اوراق ہیں۔ جن پر ایک عربی کا نام لکھا ہوا ہے جب تم علماء کی مجلس
میں بیٹھ کر فاضل ہو جاؤ گے اور ہر بات سمجھنے لگو گے تو اس کا مطالعہ بھی کر لینا چونکہ
ابھی تم ناپختہ ذہن ہو اس لیئے ڈبیہ کا راز دیدہ دانستہ پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ ایک رات
جلیب سویا ہوا تھا۔ ہبہاب یہ موقعہ غنیمت جانتے ہوئے والد کے خزانہ میں گیا اور اس
ڈبیہ کو کھولنے میں مشغول ہو گیا۔ جس کے لیئے رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ مہر توڑ دی
گئی۔ ڈبیہ کا ڈھکنا کھولا ہی تھا۔

نور کی شعاع

کہ نور کی ایک شعاع نمودار ہوئی جس کے سامنے چراغ کی روشنی ماند پڑ گئی۔ ڈبیہ
کے اندر دو سفید ورق دکھائی دیئے جن پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
لکھا ہوا تھا۔ اس کلمہ طیبہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ لکھے ہوئے
تھے کہ آپ کے ابرو پیوستہ ہوں گے۔ داڑھی گھنی ہوگی۔ جسے بھی ان کا زمانہ میسر ہو اسکی
بات سنے۔ اس کا کلام قرآن مجید ہوگا۔ اس کا دین اسلام ہوگا۔ وہ انسانوں کو خدا
کی عبادت کی دعوت دے گا۔ مخالفین سے نہیں ڈرے گا۔ ہبہاب کی نگاہیں اس کاغذ
پر پڑیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے دل میں اتر گئی۔ اس کاغذ کو
آنکھوں پر ملا۔ چوما اور کہنے لگا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش میں معلوم کر سکتا کہ آپ
خاکی ہیں یا نوری، آسمانوں پر ہیں یا زمین پر، دریاؤں میں رہتے ہیں یا جنگلوں میں۔ اس

نے اپنی محرومی اور سوگواری کا اس انداز سے اظہار کیا۔ کہ بے ہوش ہو گیا۔ چند لمحوں بعد
اس کی والدہ بھی اس کمرے میں آئی، بیٹے کو بیہوش پا کر حیران رہ گئی۔ اس کے باپ
کو بلایا۔ بیٹے کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے چہرے سے چہرہ ملنے لگا۔ ماتھے کو
چومنے لگا۔ رو رو کر اپنے بیٹے کی بیہوشی پر حسرت و غم کا اظہار کرتے لگا۔ جب نوجوان
لڑکا ہوش میں آیا۔ والدین کو اپنے سرہانے غمزدہ اور پریشان پایا مگر غصے میں آ کر کہنے لگا۔
اے والدِ محترم تم میری آنکھوں کی روشنی نہیں دیکھتے۔ اور بڑھاپے کے باوجود اس
رحمتِ الٰہی سے محفوظ نہیں ہوئے۔ آپ مجھے کفر کی تعلیم دے رہے ہیں۔ شریعتِ محمدیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اسکی اتباع سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔

تکلیفوں کا آغاز

باپ یہ باتیں سنتے ہی غصے میں پاگل ہو گیا لڑکے کو بالوں سے پکڑا اور زمین پر
دے مارا۔ زور زور سے مارنے لگا۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو حیی بن اخطب،
کعب بن اشرف اور ابو لبابہ وغیرہ اس کی سفارش کے لیئے آئے۔ انہوں نے دیکھا
کہ باپ بچے کو ایذا دینے میں پاگل ہوا جا رہا ہے۔ انہوں نے اسے زبردستی منع کیا
مگر وہ کسی صورت بچے کو سزا دینے سے نہ رکتا تھا لوگوں نے اس سے بچے کا قصور پوچھا
تو کہنے لگا اس کا قصور سزائے قتل کے لائق ہے۔ جب تک میں اسے قتل نہ کر دوں گا۔
ہاتھ نہ روکوں گا۔ پھر اس نے بتایا یہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا
ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر چکا ہے۔ ان لوگوں نے اس بچے کو نصیحت کرنا شروع
کی۔ بیٹا تمام لوگ تو ہم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لوگ ہماری اتباع کرتے
ہیں۔ لیکن تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں لگے ہوئے ہیں۔ اسے
چھوڑ دو اور اپنے سابقہ دین پر قائم رہو۔ ہبہاب کہنے لگا، میں نے سوچ بچار کرنے کے

بعد ان وہمی اور فرسودہ دینوں کو ترک کر دیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صراطِ مستقیم کو اختیار کر لیا ہے۔ ان پر ایمان لایا ہوں۔ ان لوگوں نے اس نوجوان کو بڑی الٹی سیدھی نصیحتیں کیں مگر وہ اپنے نیک ارادے پر ڈٹا رہا۔ ان یہودی مشائخ نے کہا۔ چونکہ یہ لڑکا نازونعم کا پلا ہوا ہے۔ زندگی کے مصائب اور تکالیف کا احساس نہیں رکھتا اسے اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے یہی وجہ ہے کہ یہ نصیحت کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اب ضروری ہے کہ اسے آسان زندگی سے ہٹا کر محنت و مشقت کی زندگی کا خوگر بنا دیا جائے۔ اور پھر اسی راحت و آرام کی زندگی کو حاصل کرنے کے لیئے سابقہ دین پر واپس آجائے۔ جلیب نے کہا تمہارے نزدیک اس تکلیف اور ریاضت کا کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ کہنے لگے۔ یہ نرم و نازک کپڑے اتار کر ٹاٹ پہنا دو۔ ایک تہہ خانہ میں محبوس کر دو۔ دروازے کو بند کر دو۔ تین دن کے بعد ایک جو کی روٹی اور پانی کا کوزہ دیا جائے۔ تاکہ نازونعمت یاد آئے تو فریاد کرے کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔

بند کمرے کی سزا

جلیب نے اُن لوگوں کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اس مظلوم عاشقِ صادق کو ایک کمرے میں بند کر دیا چونکہ اُسے سوکھی روٹی اور پانی کی عادت نہ تھی۔ سخت تنگ ہوا وہ اس سختی سے روتا رہتا۔ ایک دن باپ نے دیکھا تو کہا کیا تم اپنے دین پر قائم ہو یا نہیں؟ اور دینِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باز آئے ہو یا نہیں۔ بیٹے نے کہا باپ میرا رونا طعام کی کمی اور پانی کی بے لطفی کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھے تو دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ کا شوق ہے۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

قید خلاصی منگدے ناہیں جو قیدی دلبر دے
پھاہی تھیں گل کڈدے ناہیں ہوئے شکار راس گھر دے

باپ نے پھر کہا جب تک دینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توبہ نہ کرو گے تمہیں اس عذاب سے نجات نہیں ملے گی۔ لڑکے نے کہا۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ قَدْ رَسَخَ حُبُّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ قَلْبِيْ فَلَا أَسْتَطِيْعُ أَنْ أَتَبَرَّا مِنْهُ۔

خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جس طرح میرے دل میں جاگزیں ہے اس سے پھر نہیں سکتا۔

میاں صاحب فرماتے ہیں۔

لمبی رات وچھوڑے والی پل جھل سکھیا بھانے
جو کوئی قید عشق دے اندر قدر اوہو کجھ جانے

جب سختی اور شدت حد سے گذر گئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں کی التجا کی۔ اے اللہ تو عبادت کے لائق ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل میرے طعام کو خوشگوار، پانی کو شیریں اور سیاہیوں کو نورانی بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی التجا کو قبول فرما لیا۔ وہ ایک عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی یہ خبر شہر میں عام ہو گئی کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ جلیب نے اپنے غلاموں اور خادموں کو بلایا اور کہا اگر تم لوگ میری مرضی کے مطابق ایک کام کر لو تو میں تمہیں آزادی دے دوں گا۔ سب نے وعدہ کیا وہ کہنے لگا یہ بہت میرا لڑکا ہے۔

جنگل کی سزا

اس کو تہہ خانہ سے نکال کر دور کسی جنگل میں لے جاؤ۔ وہاں سخت مشقت کراؤ۔ اس سے

رسی ڈال کر کھینچو۔ چنانچہ اس کو باندھ کر غلاموں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اس سے
بکریاں چرواتے، اُن کی حفاظت کرواتے۔ تپتے ہوئے صحراؤں میں اُسے گھسیٹتے ہوئے
پھرتے اور سخت کاموں میں لگائے رکھتے۔ کہتے ہیں ایک رات سخت اندھیری تھی،
بادل چھائے ہوئے تھے، بجلی چمک رہی تھی، بادل گرج رہے تھے۔ نوجوان کے دل میں
شوقِ دیدارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجزن ہوا۔ اور اس کے سینے میں آتشِ عشق بھڑک
اُٹھی۔ دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو سے اس کا سینہ منور ہو گیا۔ بارگاہِ الٰہی میں
سرِ نیاز خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اَنْزَلْتَ الْمَطَرَ مِنَ السَّمَآءِ لِتُحْيِيَ بِهِ الْاَرْضَ وَتَسْقِيْ بِهِ الْعِبَادَ مِنْ خَلْقِكَ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ قَدِ اشْتَدَّ شَوْقِيْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَطَالَ حُزْنِيْ اَللّٰھُمَّ فَارْحَمْنِيْ وَمُنَّ عَلَيَّ بِالنَّظَرِ عَلٰى وَجْهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

اے میرے اللہ تو آسمانوں سے بارش برساتا ہے۔ اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اپنے بندوں کو سیراب کرتا ہے۔ اے اللہ میرا شوقِ محبت دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیحد وحساب ہو گیا ہے۔ میں نے بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اے اللہ اب مجھ پر رحمت فرما اور میری جان پر احسان فرما، میری آنکھوں کو
دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منور فرما۔ کہتے ہیں جونہی یہ دُعا زبان پر آئی اُس کی
گردن سے وہ رسی ٹوٹ کر گر پڑی۔ اس کے پاؤں سے زنجیریں ٹوٹ گئیں اور مدینہ پاک
کی طرف چل پڑا۔ کہتے ہیں اس مقام سے مدینہ پاک اسی میل کے فاصلے پر تھا۔ اس
عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے اس زمین کو سمیٹ دیا گیا، فاصلہ بہت کم
ہو گیا، صبح ہوتے ہی وہ ہبہاب مدینہ پاک میں عمار بن واثلہ انصاری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ اور تھکا ماندہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔
حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے حالِ دل پوچھا تو کہا کہ اے نوجوان تجھے

دیدارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم ہے مجھے سارا واقعہ سناؤ تاکہ میں تمہاری مدد
کر سکوں۔ اس نوجوان نے حضرت عمار کی زبان سے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُنا
تو زار و زار رونے لگا اور کہنے لگا کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا دیدار کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں۔

ہبہاب اُٹھا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے سے اپنا منہ ملنے
لگا۔ اور ان آنکھوں کو چومنے لگا جنہوں نے دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہوا
تھا۔ کہنے لگا ان آنکھوں پر میری جان قربان ہو جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی زیارت کی ہے۔ میرا سر ان قدموں پر نثار جو راہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلے ہیں

میاں صاحب فرماتے ہیں۔

جنہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا اوہ اکھیاں تک لیاں
توں ملیوں تاں سجن ملیا ہن آساں لگ پیاں

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس نوجوان سے عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جھلکتا دکھائی دیا۔ تو اس کے سر پر دستِ شفقت رکھا اور اس کی گردن میں بانہیں
ڈال کر بڑا پیار کیا اور ہبہاب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا دیا جونہی
طالب مطلوب کی بارگاہ میں پہنچا اور جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محظوظ ہوا تو
حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہِ خداوندی سے پیغام لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
خداوند تعالیٰ نے آپکو سلام کہا ہے اور ہبہاب کو دوست بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ
یہ آپ سے محبت کرتا ہے۔ آپ کی اُمت کے عاشقوں میں سے اتنا بڑا محبت
کرنے والا دوسرا کوئی نہیں ہے اس نے آپ کے عشق و محبت میں محنت و مشقت
اٹھاتے وقت صبرِ ایوب علیہ السلام سے کام لیا ہے۔

(معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۴۱)

جب حُسن تھا اُن کا جلوہ نما
انوار کا عالم کیا ہو گا !
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے !
دیدار کا عالم کیا ہو گا

کسی نے یوں کہا

؎ جنہاں ویکھیا سوہنیا مکھ تیرا
اونہاں رب دا نظارا ویکھ لیا
اونہوں بھل گئے سوہنیا در سارے
جنہاں تیرا دوارا ویکھ لیا

قدموں میں جان قربان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شام میں ایک یہودی تھا جو کہ اکثر توراۃ کی تلاوت میں مشغول رہتا۔ ایک رات اس نے توراۃ کھولی اس میں اس نے چار جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف دیکھی۔ اُس نے اُسے پھاڑ دیا اور آگ میں جلا دیا۔ دوسری رات اس نے آٹھ جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف دیکھی۔ اُسے بھی اس نے پھاڑ کے جلا دیا تیسری رات بارہ جگہ پر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منقبت دیکھی تو حیران رہ گیا۔ اس نے کہا میں جس قدر صفات و کمالاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹاتا ہوں۔ اور زیادہ لکھی جاتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پوری توراۃ نعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ بھر جائے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رجوع کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے کہا یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو حال ہی میں یمامہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ ان کا نہ دیکھنا بہتر ہے۔ یہودی نے کہا میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے منع

نہ کرو تا کہ میں جا کر ان کی زیارت کروں۔ وہ وہاں سے نکلا اور اپنی سواری پر بیٹھ گیا اور مدینہ پاک کا رُخ کیا۔ شب و روز مراحل طے کرتا ہوا مدینہ پاک پہنچا۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ سلمان خوش وضع شخص تھے۔ یہودی نے خیال کیا شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ہیں۔ سلمانؓ سے پوچھا اَنتَ مُحَمَّدٌ؟ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحلت فرمائے تین روز ہو چکے تھے۔ سلمانؓ رونے لگے اور کہا میں نہیں ہوں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔ یہودی نے کہا اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ سلمانؓ سوچ میں پڑ گئے کہ کیا جواب دوں۔ اگر میں کہتا ہوں کہ فوت ہو گئے ہیں تو طالب مطلوب تک پہنچے بغیر واپس ہو جائے گا اور اگر کہتا ہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہے۔ انہوں نے کہا آؤ تمہیں اصحاب کے پاس پہنچا دوں۔ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی کے ساتھ مسجدِ نبوی کے دروازہ پر آئے۔ تمام اصحاب غمگین حالت میں مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودی نے اس خیال سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں ہیں۔ کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب اجنبی آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیا تو صحابہؓ سے یکدم شور و غوغا اٹھا اور گریہ و فغاں کی آواز اس مجلس سے بلند ہوئی۔ ان میں سے امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے پکار کر پوچھا تو کون ہے جس نے ہمارے غم کو تازہ کر دیا اور زخموں پر نمک چھڑکا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو اس ملک کا نہیں ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا تجھے علم نہیں ہے آج تین دن ہو گئے ہیں کہ ماہِ فلکِ رسالت پردہ فرما چکے ہیں۔ اور دوستوں کے دل آتشِ فراق میں ہیں۔ یہودی ٹھنڈی آہیں بھرتا تھا اور کہتا تھا۔ کہ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ اور اگر میں پیدا ہو گیا تو توراۃ نہ پڑھتا اور اگر میں نے اسے پڑھا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت

نہ پڑھتا۔ اور اگر میں نے ان کی نعت دیکھ لی ہے تو اُن کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ اس خیال کی ترجمانی کرتے ہوئے۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آسجناں منہ دس کدائیں جان تیرے توں واری
توں ہیں جان ایمان دلے دا تدھ بن میں کس کاری
طلب تیری تھیں مڑ ساں ناہیں جدوں تک مطلب ہوندا
یا تن نال تساڈے ملسی یا روح ٹرسی روندا

اُس کے بعد اس نے کہا یہاں کوئی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت وسیرت بیان کر سکے۔ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف مجھ سے سُنو۔ یہودی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میرا نام علیؓ ہے۔ اس نے کہا بلاشبہ میں نے آپ کے نام کو توراۃ میں لکھا ہوا پایا ہے۔ اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مبارک اس طرح تھی کہ آپ کا قد مبارک نہ بلند تھا اور نہ پست آپ کا سر مبارک گول تھا۔ آپ کی پیشانی کشادہ اور آپ کے ابرو ملے ہوئے تھے۔ اور آپؐ کے دندان مبارک ایک دوسرے سے جدا تھے۔ جب تبسم فرماتے آپؐ کے سامنے کے دانتوں پر ستاروں کی مانند نور چمکتا، اور گھر کے کام ہاتھوں سے کرنے کی وجہ سے ہاتھوں کی ہتھیلیاں سخت اور کھردری ہو چکی تھیں اور شکم مبارک پشت کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آپؐ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور اس پر کلمہ شریف لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات اور نشانیاں اس طرح بیان کیں تو یہودی نے کہا صَدَقْتَ یَا عَلِیُّ۔ اے علیؓ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ میں نے انہیں توراۃ میں

اسی طرح پایا ہے۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے۔ اے علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں سے کوئی کپڑا ہے تو مجھے دیجئے تاکہ میں اسے سونگھ کر سکون حاصل کر سکوں۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اک دیدار تیرے نوں سکدا روح لباں تے آیا
آمل یا محمد تائیں جاندا ای وقت وہایا
درد فراق تیرے دا میتوں تاپ رہوے نت چڑھیا
اوہو درد دوا ساڈا ہور نئیں کوئی اڑیا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہاں۔ اے سلمان فاطمہ کے گھر جاؤ اور ان سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارک طلب کر کے مجلس میں لاؤ۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر آئے۔ حضرت فاطمہ کے رونے کی آواز سنی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں رو رہی تھیں۔ حضرت حسن و حسینؓ ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ مل کر رو رہے تھے۔ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت فاطمہؓ نے اندر سے آواز دی۔ کہ کون ہے جو یتیموں کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے۔ کون ہے جو یتیموں کا حال پوچھتا ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ آستانہ اہلبیت کا خادم سلمانؓ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ مبارک لینے کے لیئے بھیجا ہے۔ سیدہ نے جواب دیا کہ میرے پدر بزرگوار کا جامہ کون پہنے گا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی کے واقعہ کو بیان کر کے صورتِ حال بیان کی۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیوند لگا ہوا خرقہ لائیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ سات جگہ پر اس کے کھجور کے چھلکے کا پیوند

لگا ہوا تھا۔ سلمانؓ کے ہاتھ مجمع میں بھیجا پہلے صحابہ نے اسے سونگھا، بوسہ دیا، سر اور آنکھوں پر ملا۔ پھر یہودی کے سپرد کیا۔ یہودی نے سونگھا اور اس کی پاکیزہ خوشبو حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر پر آیا اور آسمان کی طرف منہ کر کے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے لگا۔ خدایا میں نے تیری واحدانیت کا اقرار کیا اور اس قبر والے کی نبوت و رسالت کا اعتراف کیا پھر کہا۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ قَبِلْتَ اِسْلَامِیْ فَاقْبِضْ رُوْحِی السَّاعَۃَ۔ اے اللہ اگر تو نے میرے اسلام کو قبول کر لیا ہے تو میری جان کو اسی وقت قبض فرما۔

یہ کہا گرا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کی تجہیز و تکفین کر کے جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

(معارج النبوۃ ص ۵۲۴ ج ۳۰)

عبادت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں تیرا رہنا ریاضت اس کو کہتے ہیں!
تیری مرضی پہ مر مٹنا شریعت اس کو کہتے ہیں!
تیرے کوچے میں دفن ہونا جنت اس کو کہتے ہیں!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثمر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۰ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۰ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۰

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۰

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۰ (پ۹)

صَدَقَ اللہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

حضراتِ گرامی! 157 الاعراف

میں نے آپکے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ سنیئے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ تو وہ جو ان پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں۔ اور ان کی تعظیم کریں وَنَصَرُوْہُ اور ان کی مدد کریں وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اور اس نور کی پیروی کریں جو اُن کے ساتھ اُترا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۰ وہی بامراد ہیں۔

حضرات!

اس آیۂ کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کرنے والوں کی کامیابی کی ضمانت دی گئی ہے ۔ کیونکہ ایمان کی تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور آپ کے ادب واحترام میں ہے ۔

ساڈا تے ظہوری ایہہ دین تے ایمان اے
پیار کملی والڑے دا عبادتاں دی جان اے
ہور باقی گلاں ایویں قصے تے کہانیاں!
سدا لو مدینے آقا کرو مہربانیاں!

حضرات! آیئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنے والوں کا نظریہ دیکھیں
مروی ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا نہیں۔

قَالَ فَمَا اَنْتَ قَالَ الْخَالِفَۃُ بَعْدَہٗ | تو اس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا خالفہ ہوں یعنی آپکے بعد اور خالفہ اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو کسی گھر میں تمام لوگوں میں ایسا ہو جس میں کوئی صلاحیت نہ ہو۔ چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ادب واحترام نے اس کی اجازت نہ دی کہ اپنے آپکو اس لفظ کا مصداق سمجھیں اس کو ایسے طریقے سے بدلا کہ خلافت کا مادہ بھی باقی رہا اور ادب بھی قائم رہا۔

(فیوض الرحمان ص ۳۵۴ ج ۹)

حضرات!

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب ہے تو سب کچھ ہے ۔ اگر ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

ساڈا تے ظہوری ایہہ دین تے ایمان اے
پیار کملی والڑے دا عبادتاں دی جان اے

مدینہ پاک کی تعظیم

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف میں سواری پر نہ چڑھتے اور فرماتے کہ مجھ کو خدا تعالیٰ سے اس بات کی شرم معلوم ہوتی ہے کہ میں اس مٹی کو اپنی سواری کے پاؤں سے روندوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ شریف کی زمین کو ردی (نعوذ باللہ) کہنے والے کو تیس دُرے مارنے کا فتویٰ دیا اور اس کی قید کا بھی حکم دیا تھا۔ حالانکہ وہ ایک معزز شخص تھا۔ اور فرمایا کہ یہ شخص گردن مارنے کے لائق ہے۔ کہ اس کی گردن اُڑا دی جائے ۔ جس زمین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدفون ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ وہ پاک نہیں ہے ۔

(کتاب الشفاء ص ۴۲۵)

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقعہ ہے او جانے والے

منبر نبوی کی تعظیم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ منبر نبوی پر جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری زندگی اس مقام پر نہ بیٹھے ۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تاحیات اس مقام پر نشست نہ کی جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھتے تھے بلکہ ہمیشہ

اس کے نیچے ہی بیٹھتے تھے

(تاریخ الخلفاء ص)

سب کے مطلوب کا محبوب ہے مطلوب ہے تو
اللہ اللہ تیری شان مدینے والے!

مقابلے میں تعظیم

حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع سے سنا کہ ایک بار چند صحابہ جو قبیلۂ اسلم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپس میں تیر اندازی میں مقابلہ کرنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بنو اسماعیل تیر پھینکو۔ کیونکہ تمہارے باپ تیر انداز تھے۔ اور میں فلاں قبیلہ کے ساتھ ہوں۔ چنانچہ دوسرے گروہ کے لوگ فوراً رک گئے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَالَکُمْ لَا تَرْمُوْنَ قَالُوْا کَیْفَ نَرْمِیْ وَاَنْتَ مَعَھُمْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِرْمُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ کُلِّکُمْ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ تیر کیوں نہیں پھینکتے؟ بولے اب کیونکر مقابلہ کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہیں فرمایا تیر پھینکو میں تم سب کے ساتھ ہوں

(بخاری شریف ص ۴۰۶ ج ۱)

سب کے مطلوب کا محبوب ہے مطلوب ہے تو
اللہ اللہ تیری شان مدینے والے!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے کی تعظیم

حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے خاندانوں میں سب سے افضل بنو نجار ہیں۔ پھر بنو عبد الاشہل پھر بنو حرث بن الخزرج پھر بنو ساعدہ ان کے علاوہ انصار کے تمام خاندان اچھے ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ بنو ساعدہ سے تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ نے ان کے قبیلہ کو چوتھے نمبر پر رکھا ہے تو ان کو کسی قدر ناگوار گذرا۔ بولے میرے گدھے پر زین کسو میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔

فَکَلَّمَہٗ ابْنُ اَخِیْ سَہْلٍ فَقَالَ اَتَذْھَبُ لِتَرُدَّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَعْلَمُ اَوَلَیْسَ حَسْبُکَ اَنْ تَکُوْنَ رَابِعَ اَرْبَعٍ فَرَجَعَ

لیکن ان کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تردید کے لیے جاتے ہیں؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضیلت کی وجہ کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ کیا یہ کم ہے کہ آپ کا چوتھا نمبر ہے۔ یہ سنا تو حضرت سعد واپس آ گئے۔

(مسلم شریف ص ۳۰۵ ج ۲)

سب کے مطلوب کا محبوب ہے مطلوب ہے تو
اللہ اللہ تیری شان مدینے والے!

عظیم المرتبت نبی

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیجا۔ آپ گرجا میں بھی تشریف لے گئے

وہاں بہت سے یہودی جمع تھے۔ اور ایک یہودی انہیں توراۃ پڑھ کر سنا رہا تھا۔ جب توراۃ کے اس مقام تک پہنچے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مبارک تھی تو چپ ہو گئے۔ گرجا کے کونے میں ایک بیمار آدمی پڑا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس سے پوچھا چپ کیوں ہو گئے ہو۔ بیمار بولا کہ ایک عظیم المرتبت نبی کی صفت تک پہنچ کر چپ ہو گئے ہیں۔ پھر وہ مریض گھسٹتا ہوا آیا۔ اور توراۃ لی پڑھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کی مدح و ثنا تک پہنچا اور کہنے لگا حضور یہ آپ کی اُمت کی صفت و مدح ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس ذاتِ عالی کے رسول ہیں اور معبودِ برحق صرف ذاتِ خداوندی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بیمار عالمِ جاودانی کو سدھارا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو اشارہ فرمایا کہ اپنے بھائی کو کپڑے میں لپیٹو۔

(جامع کراماتِ اولیاء ص۳۰۵)

حضرات!

اس مریض کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا یہ صلہ ملا کہ اُسے کلمہ نصیب ہو گیا اور مرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے اپنی امان میں بھی لے لیا۔ اسی لیے شاعر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کی رحمتِ عامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ

رحمت او ہی نے لے لیا اپنی پناہ سے دیج
پلائیے جدوں میں آقا دے دوچار دا سطے!

کسی نے یوں کہا

بھیک کے ساتھ ہی ان کے دربار سے
مل گئی ہے شفاء اور کیا چاہیئے!

ادب سیکھو

ابن مہدی کہتے ہیں کہ میں ایک دن عتیق کی طرف گیا اور ان سے حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے جھڑکا اور کہا کہ تم میرے نزدیک اس بات سے بڑے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ایسے حال میں پوچھو کہ ہم چلتے ہیں۔ ایک دفعہ ان سے عبدالحمید قاضی نے حدیثِ پاک کے متعلق پوچھا۔ اس حال میں کہ وہ کھڑے تھے تو اس کو قید کرنے کا حکم دیا اُن سے کہا گیا کہ یہ قاضی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ قاضی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کو ادب سکھایا جائے اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ ایک مرتبہ ہشام ابن غازی نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث پوچھی اس حال میں کہ وہ کھڑے تھے تو اس کو بیس دُرے لگائے پھر اس پر مہربانی کی اور بیس حدیثیں بیان کیں۔ تب ہشام نے کہا میں چاہتا تھا کہ آپ کوڑے مارتے جاتے اور حدیث بیان کرتے جاتے۔ (کتاب الشفاء ص۲۱)

حضرات!

کفار کی طرف سے جب کوئی کافر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان میں گستاخی کرتا تو مسلمانوں کی طرف سے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعت کی صورت میں کفار کا منہ توڑ جواب دیتے چنانچہ ایک موقعہ پر مکہ کے کفار و مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

حضرت حسان کے اشعار

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا وَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِيْ ذٰلِكَ الْجَزَاءُ

تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو میں نے اُن کی طرف سے تمہیں جواب دیا۔ اور خدا تعالیٰ کے ہاں اس میں اجر و ثواب ہے۔

أَتَهْجُوْهُ وَلَسْتَ لَهٗ بِكُفْءٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِكُمَا فِدَاءٌ

تو ان کی ہجو کرتا ہے جبکہ تو ان کے برابر نہیں تم میں سے برا (یعنی تو) بھلے پر (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) قربان ہو

هَجَوْتَ مُبَارَكًا بَرًّا حَنِيْفًا
أَمِيْنُ اللّٰهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

تو نے ایسے کو برا کہا جو مبارک، پاکباز، حنیف خدا کے امین ہیں۔ جن کی خصلت وفاداری ہے۔

أَمَنْ يَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَيَمْدَحُهٗ وَيَنْصُرُهٗ سَوَاءٌ

کیا تم میں کا جو رسول خدا کی ہجو کرے اور جو ان کی مدح و ستائش اور ان کی حمایت کرے۔ کیا دونوں برابر ہیں؟

فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهٗ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءٌ

میرے باپ دادا میری عزت و آبرو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و حرمت کے لیے ڈھال ہے۔

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۲۳)

حضرات! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان آپکی محبت و عقیدت

اس طرح رچ بچ چکی تھی کہ انہوں نے آپ کے ادب و احترام کے ایسے نمونے پیش کیے۔ جن کی مثال ملنی مشکل ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتہا درجے کا ادب و احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی محبت میں انہوں نے طرح طرح کی تکالیف برداشت کریں مگر اپنے پیارے آقا کا ساتھ نہ چھوڑا۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ صحابی رسول حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمر نظر آگئی آپ نے دیکھا کہ پوری کمر مبارک میں سفید سفید زخموں کے نشان ہیں۔ آپ نے پوچھا اے خباب یہ تمہاری کمر میں زخموں کے نشان کیسے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اے امیر المومنین آپ کو ان زخموں کی کیا خبر۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ننگی تلوار لیکر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر کاٹنے کے لیے دوڑتے پھرتے تھے۔ اس وقت ہم نے اپنے دل میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ جلایا اور ہم مسلمان ہوئے۔ اس وقت کفار مکہ نے مجھے آگ کے جلتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ میری کمر سے اتنی چربی پگھلی کہ کوئلے بجھ گئے اور میں کئی گھنٹے بے ہوش رہا۔ مگر رب کعبہ کی قسم جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ نکلا۔ امیر المومنین حضرت خباب کی مصیبت سن کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا اے خباب کرتہ اٹھاؤ۔ میں تمہاری اس کمر کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ یہ کمر کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے آگ میں جلائی گئی ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳)

حضرات گرامی!

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ تھا کہ

حلق پہ تیغ رہے اور سینے پہ جلاد رہے

آفاق پہ تیرا کلمہ رہے اور دل میں تیری یاد رہے

آگ ٹھنڈی ہو گئی

اسی طرح کا واقعہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت عمر بن میمون رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آگ میں ڈالنا چاہا تو قریب تھا کہ آپ کو آگ میں ڈال دیتے۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ نے اپنا دست کرم حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر رکھ کر فرمایا

يَا نَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ	اے آگ عمار پر ایسے ٹھنڈی ہو جا جیسے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوئی تھی

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمار تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں ہے بلکہ تجھے باغیوں کا ایک گروہ قتل کرے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے عہد خلافت میں شامی باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے

(خصائص کبریٰ ج ۱)

نفع کی تجارت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پر تشریف فرما

تھے کہ حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازے پر اتفاقیہ اکٹھے ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی۔ تو دونوں کی ایک ہی غرض تھی۔ یعنی اسلام قبول کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے مستفیض ہونا دونوں کا مقصود تھا۔ اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانہ میں قلیل جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا۔ ہر طرح ستائے گئے۔ تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ اس لیے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا۔ اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے۔ چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لیے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے۔ اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تم کو معلوم ہے کہ میں تم سے زیادہ تیرانداز ہوں۔ ایک بھی تیر میرے پاس رہے گا تو تم لوگ مجھ تک نہیں آ سکتے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلے میں اپنے مال کا پتہ بتا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے۔ اور دو باندیاں بھی ہیں وہ تم سب لے لو اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے چنانچہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مال دے کر جان چھڑائی اس موقع پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ؕ (پارہ ۲)	اور کچھ لوگ وہ ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔ صورتِ حال دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ بڑے نفع کی تجارت کی۔ صہیب کہتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور تناول فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی۔ میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھ تو دکھ ہی رہی ہے۔ اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا آقا اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو درست ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔

(روح البیان پ۱) (اسد الغابہ)

کامیاب چہرہ

قبائل ہذیل خالد بن سفیان کی قیادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کے لیئے مقام نخلہ میں جمع ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راس الفتنہ خالد بن سفیان کو ہلاک کرنے کا پختہ ارادہ فرمایا۔ اس مہم کے لیئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتخب کیا اور فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ خالد بن سفیان مجھ سے جنگ کرنے کیلیئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ اور وہ اس وقت نخلہ میں ہے۔ تم وہاں جاکر اسے قتل کر دو۔ سپاہی نے اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہا لیکن مہم کا سر کرنا آسان نہ تھا۔ دشمن اپنے ہزاروں سپاہیوں کے درمیان میں ہے۔ وہاں تک پہنچنا بھی بہت مشکل ہے۔ اب یہاں سوائے لڑائی کے ہیر پھیر کے اور کوئی چارہ نہیں۔ اس کے لیئے بھی کئی باتیں بنانی ہونگی۔ اور یہ چیز اسلام میں جائز نہیں۔ ناچار انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی اجازت چاہی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اس کی چھوٹ دی کہ اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ۔ جنگ دھوکہ ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار حمائل کیئے ہوئے۔ یہ مہم سر کرنے

کے لیئے نکل پڑے اور عصر کے وقت نخلہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے دشمن کی زبردست بھیڑ دیکھی پھر اپنے نشانہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خالد کو دیکھا کہ عورتوں کے جھنڈ میں ہے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت اپنا منصوبہ مکمل کرنا چاہتے تھے۔ مگر انہیں عصر کی نماز کے فوت ہونے کا بھی اندیشہ تھا۔ ایسے وقت میں انہوں نے دشمن کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہی اشارہ سے نماز پڑھی اور خالد کے پاس پہنچ گئے۔

خالد نے اُن سے پوچھا تم کون ہو۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا عرب کا ایک آدمی ہوں۔ کہنے لگے کہ میں نے سنا ہے۔ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ تو میں بھی اسی کے لیئے آیا ہوں۔ خالد نے کہا ہاں ہاں میرا بھی خیال ہے اب بہت جلد ہم مدینہ پر چڑھائی کر کے فتح حاصل کر لیں گے۔ خالد اپنی عورتوں کی طرف نظر کر کے حضرت عبد اللہ سے باتیں کرنے لگا اور حضرت عبد اللہ اپنے ذہن میں نشانہ فٹ کرنے لگے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ تکلم بڑا ہی خوبصورت تھا خالد آپ سے مانوس اور مطمئن ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ خالد سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور موقعہ کی تاک میں ہے۔ چنانچہ انہیں موقعہ ہاتھ آ ہی گیا۔ نیام سے تلوار نکالی اور خالد کا سر قلم کر دیا۔ اس کا دھڑ زمین پر جا گرا۔ اور ایک دھمک سی ہوئی۔ خالد کی عورتیں متوجہ ہوئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ اس کا سر اس کے تن سے جدا پڑا ہے۔ اب کیا تھا وہ عورتیں چیخ پڑیں۔ وہاں کے سبھی لوگ خالد کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اور ادھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکل گئے۔ اب جبکہ خالد کے لوگ قاتل کی تلاش کر رہے ہیں۔ تو قاتل کا پتہ ہی نہیں۔ ابھی اسے دفنایا بھی نہ گیا تھا کہ اس کے گرد جمع ہونے والوں کا بادل چھٹنے لگا۔ اور صبح تک پورا نخلہ خالی ہو گیا۔ اِدھر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشار پورا کر دینے پر خوشی و مسرت سے لبریز ہے۔ دوڑتے ہوئے سرکار کی خدمت میں آ رہے ہیں۔

تو میں سمٹ کیوں نہیں جاتی کہ فوراً اپنے سرکار کو دشمن کے ہلاک ہونے کی خبر سنا دوں۔
حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی آمد محسوس کی تو آپ کی طرف مسکراتے ہوئے نظر اُٹھائی اور ارشاد فرمایا۔ اَفْلَحَ الْوَجْہُ۔ یہ چہرہ کامیاب ہے۔

(فدائیون من عمر الرسول ص۲۵)

غلام سے خوش طبعی فرمانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ایک بدوی صحابی حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل کے پھل سبزی وغیرہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوئے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ سرکار کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا کہ زاہر اپنا سامان بیچ رہے ہیں۔ آپ نے پیٹھ کی طرف جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور اُن کو گود میں لے لیا وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ اُنہوں نے مُڑ کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ اپنی پیٹھ اور زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے لپٹانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ یَّشْتَرِیْ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذًا وَاللّٰہِ تَجِدُنِیْ کَاسِدًا فَقَالَ

کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے وہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ بیچتے ہیں۔ تو اللہ کی قسم مجھے

کم قیمت پائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے (یعنی زیادہ قیمت والا)

(مشکوٰۃ شریف ص۴۱۶)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی!

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس کا ترجمہ سنیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

حضراتِ محترم!

تمام محدثین ومفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبان اور ہاتھ سے تکلیف پہنچانا حرام اور کفر ہے۔ تلاوت کردہ آیہ کریمہ کے تحت تفسیر روح البیان میں ہے کہ اِیْذَاءُ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کا نام محض تعظیم وتکریم اور تبرک کے لیئے ہے۔ علاوہ اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے ——— اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر معاملہ کو اپنا معاملہ قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ لہٰذا اس بنا پر جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی۔

قرآن مجید کے دوسرے مقام میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پ۱۰)

اور وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان کیلیئے دردناک عذاب ہے۔

حضرات! ایذا کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایذار قولی ۲۔ ایذار فعلی۔

ایذار قولی یہ ہے کہ زبان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعر، ساحر، کاہن، مجنوں کہنا۔

ایذار فعلی: یہ کہ ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانا جیسا کہ

اُحد میں آپ کے دانت مبارک شہید کیے گئے۔ طائف میں آپ پر پتھر برسائے گئے۔ آپ کے پاؤں مبارک میں کانٹے ڈالے گئے وغیرہ۔

حضراتِ گرامی!

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا (تکلیف دینا) دینے والے آپ کو زبان اور ہاتھ سے دُکھ پہنچانے والے، آپکی شان میں گستاخی کرنے والے ہمیشہ کے لیئے لعنتی اور ذلت والے عذاب کے مستحق ہیں۔ بے شک جتنی چاہیں نمازیں پڑھیں۔ ساری عمر دن کو روزہ رکھ کر جہاد کریں۔ ساری رات نفل پڑھیں صبح اُٹھ کر لوگوں کو درسِ قرآن دیں۔ —— بستر اٹھا کر لاکھ تبلیغیں کریں —— عربوں روپے کی سخاوتیں کریں —— ایڑیاں اُٹھا اٹھا کر قرآنِ مجید پڑھیں —— سینکڑوں مسجدیں تعمیر کریں —— ہزاروں مدرسے بنوائیں —— اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں طعنہ زنی کرتے ہیں —— آپ کی شان میں اپنی تقریروں یا تحریروں میں بکواسات بکتے ہیں۔ تو یقین کر لیں کہ لعنتی ہیں۔ جنت میں جانا تو درکنار جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے دوسری طرف وہ شخص جس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں کم ہیں۔ نہ جہاد کا موقعہ ملا۔ نہ سخاوت کر سکا۔ نہ تبلیغ کی۔ نہ حج نصیب ہوا اگر دل میں حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دل و جاں سے فدا ہے تو انشاء اللہ جنتی ہے۔ آیئے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حشر دیکھیں، اور حضور سیدِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے متعلق مختلف فتوے ملاحظہ ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والا

• نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینے والے کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ ارتداد کی طرح کفر ہے۔ اگر یہ شخص توبہ نہ کرے تو اسے قتل کروانا واجب ہے۔ امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کی توبہ بھی قبول نہیں اسے قتل کر دینا واجب ہے۔

(روح البیان صـ۲۳۸ ج۔۷)

قاضی ابو یوسف کا فتویٰ

حضرت قاضی ابو یوسف کی مجلس میں ذکر کیا گیا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدو کو محبوب سمجھتے تھے۔ یعنی آپکو کدو بہت پسند تھا۔

فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا لَا اُحِبُّهُ فَاَمَرَ اَبُوْ يُوْسُفَ بِقَتْلِهٖ

ایک شخص نے کہہ دیا کہ مجھے کدو پسند نہیں تو ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے توبہ واستغفار کی تب ابو یوسف نے اُسے معاف فرما دیا۔ (روح البیان صـ۲۲۷ ج۔۷)

امام ابو حفص کا فتویٰ

اگر کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں کسی چیز کا عیب لگایا۔ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ امام ابو حفص کبیر سے منقول ہے کہ

مَنْ عَابَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشَعْرَةٍ مِّنْ شَعْرَاتِهِ الْكَرِيْمَةِ فَقَدْ كَفَرَ۔

جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک بالوں سے کسی بال کو عیب لگایا وہ بے شک کافر ہو گیا۔

اور جو شخص کہے کہ:

إِنَّ رِدَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ زِرَّ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَسِخٌ أَرَادَ بِهِ عَيْبَهُ قُتِلَ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر یا آپ کا بٹن میلا کچیلا ہے۔ اور اس قول سے مقصود عیب لگانا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

(فتاویٰ قاضی خاں ص۸۸۲ ج۴) (شفا شریف ص۱۹۱ ج۲)

حضرات!

آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ گستاخِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو کبھی معاف نہیں کرنا چاہیئے۔ اس سے تو خوب سختی سے پیش آنا چاہیئے۔ اس لیئے کہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سختی کرنا صرف صحابۂ کرام کی سُنت ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بھی سُنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ اپنے پیارے محبوب کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کے لیئے میں نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت کا پیغام یاد رکھیں۔ وہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ،

دشمنِ احمدؐ پر شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بیدینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے!
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیبؐ اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے!
ظالمو محبوب کا حق تھا یہی ! ! عشق کے بدلے عداوت کیجئے!

مدینہ طیبہ سے نکال دیا

واقعۂ احد کے بعد ابوسفیان، عکرمہ اور ابو الاعور مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ

آئے۔ اور مرکز نفاق عبداللہ بن ابی سلول کے پاس آکر ٹھہرے۔ آمد کے دوسرے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نمائندہ بھیجا کہ آپ انہیں امان دیکر گفتگو فرمائیں۔ آپ نے انہیں امان دے دی۔ تو ابوسفیان وغیرہ چند منافقین کو لیکر بارگاہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے۔ اور کہا کہ آپ ہمارے معبودوں کی مذمت چھوڑ کر فرمائیں کہ قیامت میں یہ بھی شفاعت کریں گے اور جو لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ انہیں یہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ہم تمہیں اور تمہارے معبود کو کچھ نہ کہیں گے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ بات ناگوار گزری۔ اور آپ نے ان سے چہرہ مبارک پھیر لیا۔ اس پر عبداللہ بن ابی ابن سلول اور معتب بن قشیر، وجد بن قیس منافقین نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ معززین مکہ کی بات مان لیں۔ اس میں بہتری ہے۔

فاروق رضی اللہ عنہ حمیت اسلام وصلابت دین دریافتہ قصد قتل کفرہ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا۔ جذبۂ اسلامی سے جوش میں آکر کافروں کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے انہیں پناہ دی ہے تم میرے معاہدے کو نہ توڑو۔

فَاَخْرَجَهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْمَسْجِدِ بَلْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ اُخْرُجُوْا فِيْ لَعْنَةِ اللّٰهِ وَغَضَبِهٖ۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان منافقین کو مسجد نبویؐ سے ہی نہیں بلکہ مدینہ طیبہ سے بھی نکال کر فرمایا اے لعینو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کو سر پہ اٹھا کر نکل جاؤ۔

(روح البیان ص۱۳۱ ج۲)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی مروت کیجئے!
ظالموں محبوب کا تھا حق یہی!
عشق کے بدلے عداوت کیجئے!

باپ پر سختی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت ابوقحافہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کچھ نازیبا کلمات سرزد ہوئے۔

فَصَكَّهُ اَبُوْبَكْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَكَّۃً اَیْ ضَرَبَہٗ ضَرْبَۃً سَقَطَ مِنْھَا	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اے صدیق کیا تم نے ایسا کیا تھا۔ عرض کی جی ہاں آپ نے فرمایا تو پھر ایسا نہ کرنا۔ عرض کی۔

وَاللّٰہِ لَوْکَانَ السَّیْفُ قَرِیْبًا مِّنِّیْ لَقَتَلْتُہٗ۔	اللہ کی قسم اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اُسے قتل کر دیتا

(روح البیان ص ۴۱۳ ج ۹)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ظالموں محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

ابنِ ابی ملعون کا حشر

مروی ہے کہ ابن ابی ملعون کا ایک لڑکا تھا جو مسلمان اور محب بارگاہِ نبوت تھا۔ جب مسلمان وادیٔ عقیق پر پہنچے تو وہ لڑکا سرِ راہ کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب اس کا باپ پہنچا اور اس نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو وہ اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے روک کر کہنے لگا کہو بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور سارے جہان میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار تو ہے۔ جو بھی اس کیفیت کو دیکھتا تعجب کرتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے اور یہ ملاحظہ فرمایا کہ ابن ابی کا بیٹا اسے مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے تلوار کھینچ کر روک رہا ہے۔ اور اس کا باپ کہہ رہا ہے۔

اَنَا اَذَلُّ مِنَ الصِّبْیَانِ وَاَنَا اَذَلُّ مِنَ النِّسَاءِ۔	میں بچوں سے زیادہ ذلیل ہوں۔ اور میں عورتوں سے زیادہ خوار ہوں۔

مگر وہ بیٹا بدستور داخل ہونے سے روک رہا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو کہ وہ داخل ہو جائے۔ پھر اس نے باپ کا راستہ چھوڑ دیا۔ یاد رہے کہ یہ واقع غزوہ بنی مصطلق سے مدینہ منورہ واپس آتے وقت پیش آیا۔

(مدارج النبوہ ص ۲۸۳ ج ۲)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ظالموں محبوب کا تھا حق یہی
عشق کے بدلے عداوت کیجئے!

گستاخِ رسول صلی اللہ وآلہٖ وسلم کی علامات

حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت عالیہ میں یمن سے کچھ گرد آلود سونا بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ سونا اہلِ نجد میں تقسیم کر دیا۔ قریش وانصار کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں اور اہلِ نجد کو عطا فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے یہ سونا ان میں اس لیئے تقسیم کیا ہے تاکہ ان کے دِل میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لیئے اُلفت ومحبت پیدا ہو جائے۔ ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے۔ کہ ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ گال اُبھرے ہوئے تھے۔ داڑھی گھنی تھی۔ آیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدا سے ڈریئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مجھ سے زیادہ خداوند کریم سے ڈرنے والا کون ہے اس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ہی تھے انہوں نے اُسے قتل کرنے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہ ملی۔ وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلتا بنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآنِ مجید تو پڑھیں گے۔ لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ لوگ اہلِ اسلام کو قتل کریں گے اور بُتوں کی پوجا کرنے والوں سے درگذر کریں گے۔ یہ لوگ دینِ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے۔ جیسے شکاری کی کمان سے تیر یہ لوگ خوارج سے ہوں گے

(شواہد النبوۃ صفحہ ۲۵۲)

حضراتِ گرامی!

انہی گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے کہ

قدر نبی دا ایہہ کی جانن مُنکر لوگ کمینے
قدر نبی دا اوہی جانن صاف جنہاں دے سینے
علم دی پڑھیاں اشراف نہ بندے
جیہڑے ہوون اصل کمینے
شوم کولوں کدے داد نہ ملدی!
بھاویں ہوون لکھ خزینے!
بناں عشق نبی دے نہ جنت ملدی!
بھاویں مر جائے وچ مدینے!

کعب بن اشرف کا قتل

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنگِ بدر میں مخالفین پر غالب آئے تو مدینہ کے تمام منافقین اور یہود ذلیل وخوار ہو کر کہنے لگے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس طرف بھی رُخ کریں گے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ کعب بن اشرف جو یہودیوں کے سرداروں میں سے تھا۔ اس واقعہ سے بہت تنگ دل ہوا۔ اپنی موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے مشرکین کی تعزیت کے لیئے مکہ گیا اور ان کی مجالس میں ان کے قتل کا مرثیہ پڑھا۔ اور چند بے معنی جملے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق موزوں کیئے ہوئے تھے۔ جو اس نے مرثیہ کے دوران پڑھے۔ جب وہ مکہ سے مدینہ واپس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کے مکہ میں جانے اور اشعار پڑھنے کی خبر ہوئی تو فرمایا کون ہے؟ جو ہماری طرف سے ابن اشرف کے شر کا جواب دے کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایذا پہنچانے والا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اُسے قتل کردوں۔ فرمایا ہاں۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ گھر آیا تین دن تک اسی فکر میں نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا۔ کہ میں نے ایک عہد کیا ہے۔ شاید اُسے پورا کرسکوں گا یا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا تجھ سے جو ہوسکتا ہے اپنی کوشش کرو۔ عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن ہے مجھے آپکے دوستوں کے متعلق نازیبا الفاظ کہنے پڑیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کام میں سعد بن معاذ سے مشورہ کرلو۔ حسب الارشاد جب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا تو سعد نے کہا اس کے پاس جانا چاہیئے۔ اور فقر اور محتاجی کو بیان کرنا اور بطور قرض اس سے طعام طلب کرنا چاہیئے۔ اسے کسی بہانہ سے قلعہ سے باہر لانا چاہیئے۔

چنانچہ محمد بن مسلمہ نے ابو نائلہ سلکان بن سلام کو جو کعب کا رضاعی بھائی تھا، عباد بن بشر حارث بن اوس بن معاذ اور ابو العیس بن جبیر کو اپنے ساتھ متفق کیا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ محمد بن مسلمہ بھی کعب کا رضاعی بھائی تھا۔ ابو نائلہ کو انہوں نے پہلے کعب کے گھر بھیجا۔ کعب عزت سے پیش آیا اور آنے کا سبب پوچھا ابو نائلہ نے کہا وہ تمام مصائب جو ہم پر نازل ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ شخص یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس کی وجہ سے عرب ہمارے ساتھ جنگ و جدال پر اُتر آئے ہیں۔ ہمارے اہل و عیال ضائع ہوگئے ہیں۔ اور وہ ہر وقت ہم سے صدقہ میں مال طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں خود اتنا بھی نہیں ملتا کہ اپنا پیٹ بھرسکیں۔ اب لوگوں کی اس کی طرف آمد و رفت بند ہوگئی ہے۔ اور اس کی وجہ سے ہم بڑی تکلیف میں ہیں۔ کعب نے کہا۔ میں پہلے ہی تجھے یہ بات کہتا تھا۔ تو نے میری بات نہ سُنی میں اپنے باپ کا بیٹا ہوں۔ ابھی تو تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم تم اس سے بھی زیادہ پریشان ہوگے۔ اس کے بعد ابو نائلہ نے کہا۔ میرے ساتھ کچھ

اور لوگ بھی ہیں جو میری اس رائے سے متفق ہیں۔ ہمیں ضرورت پڑگئی ہے۔ ہم کچھ کھانا اور کھجوریں قرض لینے کے لیئے آپکے پاس حاضر ہوئے ہیں جو چیز آپ چاہیں گے ہم رہن رکھ دیں گے۔ کعب نے اپنی کھجوروں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ ابو نائلہ نے جواب دیا اے کعب عورتوں کو گروی رکھنا مناسب نہیں خصوصاً آپکے پاس جو کہ عرب میں سب سے زیادہ نیک ہے کعب نے کہا تو پھر اپنے بیٹوں کو گروی رکھ دو۔ ابو نائلہ نے کہا آج کے بعد لوگ انہیں ملامت کریں گے اور یہ ہمارے لیئے عیب و شرم کی بات ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے اسلحہ کو گروی رکھ دیں۔ جب رات ہوجائے تو ہم آپ کے پاس لے آئیں۔ کعب نے قبول کرتے ہوئے کہا جب تمہاری مرضی ہو لے آؤ۔ ابو نائلہ کعب کے گھر سے باہر آیا اور دوستوں کو اس سے آگاہ کیا۔ چنانچہ سب مل کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور صورتِ حال بیان کی۔ ماہِ صفر کی چودہویں رات کو محمد بن مسلمہ چار افراد کے ساتھ جن کے اسمار بیان ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ پر چل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع تک ان کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر واپس آگئے اور پانچوں ساتھی قلعہ کے دروازہ پر پہنچے اور التماس کی کہ وہ قلعہ سے نیچے اُترے۔ جب کعب نے اُن کی آواز سُنی تو ان کے پاس آنے کے لیئے اُٹھا۔ اس کی بیوی جسے ان ہی دنوں نکاح میں لایا تھا۔ کہنے لگی اسے کعب کہاں جاتے ہو۔ اس نے کہا میرے بھائی محمد بن مسلمہ اور ابو نائلہ آئے ہیں ان سے ملنے جارہا ہوں۔ اس عورت نے کہا جس مرد کی میں نے آواز سُنی ہے۔ میرا خیال ہے اس سے خون ٹپکتا ہے۔ کعب نے کہا میرے بھائی ہیں کوئی دوسرا نہیں، عورت نے اس کا دامن پکڑ لیا اور ان کی ملاقات سے انہیں منع کیا۔ اور کہا خدا کی قسم مجھے اس آواز میں خون کی سُرخی دکھائی دیتی ہے۔

کعب نے کہا مجھے چھوڑ دے ۔ کیونکہ میرا بھائی ابو نائلہ ہے ۔ اگر میں سوتا ہوں تو میری تکلیف کی وجہ سے مجھے بیدار نہیں کرنا ۔ عورت نے کہا خدا کی قسم مجھے اس آواز سے شر کی بو آتی ہے ۔ پھر کعب نے عورت کے ہاتھ سے دامن کھینچا اور دامن گھسیٹتا ہوا باہر چلا گیا ۔ اس سے ایسی خوشبو پھوٹ رہی تھی جس سے دماغ تر و تازہ ہو جاتا تھا ۔ کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے ۔ اور جو باتیں ابو نائلہ نے اسے کہیں تھیں انہیں دوہرایا ۔ پھر محمد بن مسلمہ نے اس سے کہا کیسی ہی پیاری چاندنی رات ہے اگر پسند کریں تو تھوڑی سیر کریں ۔ کعب نے ان کے ساتھ اتفاق کیا ۔ سیر کے دوران ابو نائلہ نے اسے کہا مجھے تجھ سے عجیب خوشبو آتی ہے ۔ اس نے کہا عرب کی سب سے حسین و جمیل عورت میرے نکاح میں ہے ۔ ابو نائلہ نے اس سے بال سونگھنے کی اجازت طلب کی ۔ اجازت ملنے پر اس نے بالوں کو ہاتھ میں پکڑا اور سونگھا ۔ تعریف کی اور دوسرے کو سونگھایا ۔ جب کچھ دیر گزر گئی تو ابو نائلہ نے دوبارہ درخواست کی اس دفعہ جب اجازت ملی تو اس کے سر کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا ، دشمن خدا اور رسول کو مارو ۔ مسلمانوں نے حملہ کیا ۔ مگر کسی کا وار کارگر ثابت نہ ہوا ۔ آخر کار محمد بن مسلمہ نے خنجر نکالا اس کی ناف پر مارا اور سینہ تک چیر دیا ۔ کعب نے اس وقت ہیبت ناک آواز نکالی ۔ چنانچہ قلعہ والوں نے تند و تیز آواز سن کر آگ روشن کر دی مسلمانوں نے اس کتے کا سر جدا کیا اور مدینہ کی طرف چل دیئے اس کے دوست مسلمانوں کے پیچھے بھاگے وہ راستہ سے بھٹک جانے کی وجہ سے ان تک نہ پہنچ سکے ۔ کہتے ہیں کہ تلوار چلاتے وقت دوستوں کے ہاتھ سے حارث بن اوس کو گہرا زخم ہو گیا تھا جس سے اتنا خون بہہ گیا تھا کہ وہ چل نہیں سکتا تھا ۔ ساتھی اُسے اُٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلے جب بقیع غرقد میں پہنچے تو اونچی آواز سے تکبیر کہی ۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز سن کر سمجھ لیا ۔ کہ انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر دیا ہے ۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہُ ۔ چہرے کامیاب ہو گئے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جواب میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا چہرہ کامیاب ہو گیا پھر اس لعین کے سر کو خاک ندامت پر پھینک دیا ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا ۔ پھر اپنا لعاب دہن اوس رضی اللہ عنہ کے زخم پر لگایا ۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اسی وقت تندرست ہو گیا

(معارج النبوۃ صفحہ ۱۳۲ ج ۳)

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ظالمو محبوب کا تھا یہی حق
عشق کے بدلے عداوت کیجئے

ابو رافع حجازی تاجر کا قتل

ابو رافع مشرکین کی مالی امداد کرتا تھا ۔ جس سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرتے تھے ۔ قبیلہ خزرج سے دو شخص عبداللہ انیس ، اور ابو قتادہ اور دو شخص دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس امر میں متفق ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت طلب کی ۔ اجازت ملنے کے بعد خیبر کی طرف روانہ ہو گئے ۔ شام کے وقت جب ابو رافع اور اس کے

متبعین کے چوپائے چراگاہ سے واپس قلعہ میں داخل ہو رہے تھے۔ وہاں پہنچے تو عبداللہ انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں رہو میں جاتا ہوں، چاپلوسی سے قلعہ میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ دوستوں نے قبول کر لیا۔ وہ قلعہ سے باہر ٹھہرے۔ عبداللہ قلعہ کے دروازہ کے قریب قضائے حاجت کے بہانہ سے بیٹھ گیا۔ قلعہ کے لوگ اس وقت صحرا کی مہمات سے فارغ ہو کر حسب دستور قلعہ میں داخل ہوتے تھے۔ چوکیدار نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ عبداللہ بھی قلعہ کے لوگوں میں سے ہے اسے کہا داخل ہونے میں جلدی کرو۔ دیر کیوں کرتا ہے میں دروازہ بند کرنے والا ہوں۔ عبداللہ قلعہ میں داخل ہو گیا اور دربان نے دروازہ بند کر دیا۔ عبداللہ تاڑ میں تھا کہ چوکیدار چابی کہاں رکھتا ہے۔ دربان نے دستور کے مطابق چابی کو ایک میخ پر لٹکا دیا۔ جب دربان سو گیا۔ عبداللہ نے میخ سے چابی اتاری اور دروازہ کو کھول دیا۔ ممکن ہے بھاگنے کی ضرورت پڑ جائے۔ تاکہ آسانی سے باہر نکل سکے۔ پھر عبداللہ نے معلوم کیا کہ ابورافع بالاخانہ میں ابھی جاگ رہا تھا۔ اور ایک قصہ خواں اس کے پاس بیٹھا قصہ پڑھ رہا تھا۔ عبداللہ نے قصہ ختم ہونے تک توقف کیا۔ جب ابورافع سو گیا اس وقت وہ بالاخانہ کے دروازوں کو کھولتا اور اندر سے بند کرتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں ابورافع سویا ہوا تھا۔ چونکہ اس کے اہل و عیال اس کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ تاریکی میں اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابورافع کہاں سویا ہوا ہے۔ وہ پکارا اے ابورافع؟ ابورافع نے بیدار ہو کر کہا کون ہے؟ عبداللہ نے آواز کی طرف تلوار ماری۔ انتہائی دہشت کی وجہ سے جس نے اس پر غلبہ پایا ہوا تھا۔ تلوار کی ضرب کارگر ثابت نہ ہوئی۔ ابن انیس اسے محسوس کر کے مکان سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر کمرے میں داخل ہوئے۔ اپنی

آواز تبدیل کر کے کہا اے ابورافع یہ کیسی آواز تھی؟ ابورافع نے کہا کسی شخص نے اس مکان میں مجھ پر تلوار ماری ہے۔ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرتبہ پھر تلوار ماری چونکہ ابھی اس کا کام تمام نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی تلوار کے کونے کو اس کے پیٹ میں رکھ دیا۔ اور اس قدر دبایا کہ اس کی پشت سے نکل گئی۔ واپس لوٹتے وقت عبداللہ سیڑھی سے گر پڑا، جس سے اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ ٹوٹے ہوئے پاؤں کو پگڑی سے باندھ کر کودتا ہوا قلعہ سے باہر نکل آیا اور دوستوں سے مل گیا۔ قلعہ کے باہر انہوں نے اس قدر توقف کیا کہ قلعہ سے نوحہ گر باہر نکلا۔ اس نے کہا ابورافع قتل کر دیا گیا اس وقت عبداللہ فی الفور اٹھے اور چلے گئے جب مدینہ کے یہودی جو اطراف مدینہ میں تھے۔ اس حال سے مطلع ہوئے ان کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا۔ حیران ہوتے تھے کہ اصحاب محمد کیسے لوگ ہیں کہ مضبوط قلعوں میں جن کے دروازے بند ہوتے ہیں لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں۔

(معارج النبوۃ ص ۱۳۷ ج ۳)

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی مروت کیجئے!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سزا

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ ○ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ○

اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ۔

بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی جو آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ پاک اور اس کے ساتھ دوسری آیات میں کفار کے سردار ولید بن مغیرہ کے دس عیوب بیان فرمائے ہیں جن میں

① جھوٹی قسمیں کھانے والا ② ذلیل ③ طعنہ دینے والا ④ چغلخور ⑤ بھلائی سے روکنے والا ⑥ حد سے بڑھا ہوا ⑦ سخت گنہگار ⑧ بدطینت ⑨ حرام کا بچہ ○ اس کا سور جیسا منہ

چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

عُتُلٍّ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ حرام زادہ ہے تو ولید غصے سے اٹھا اور اپنی ماں کے پاس تلوار لیکر پہنچا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے دس عیب بتلائے ہیں جن میں نو کو میں جانتا ہوں۔ کہ مجھ میں ہیں۔ مگر ایک کی مجھے خبر نہیں۔ تجھے خبر ہے۔ بتا میں حلالی ہوں یا حرامی؟ سچ بول ورنہ گردن اڑا دوں گا۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات جھوٹی نہیں ہوتی۔ اس کی ماں کہنے لگی واقعی تو حرامی ہے۔ تیرا باپ عقبہ نامرد اور مالدار تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اس کا مال دوسرے لے لیں گے تو میں نے ایک چرواہے سے زنا کروایا۔ تو اس کا نطفہ ہے۔

حضرات!

اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولید کے عیب کیوں بیان کیے۔ اس لیئے کہ اس نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ آپکو مجنوں کہا تھا۔ اب ذرا غور کریں کہ ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں صرف ایک گستاخی کی جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے دس عیب بیان کر دیئے۔ کہ وہ جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ذلیل اور طعنہ دینے والا اور چغلخور اور بھلائی سے روکنے والا اور حد سے بڑھے ہوئے اور سخت گنہگار اور بدطینت، اور سور کے منہ والے اور حرامدیا۔ اس کی دس برائیاں ظاہر کر دیں۔ یعنی اس گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (نعوذ باللہ) ایک گالی دی۔ رب تعالیٰ نے اس کے جواب میں دس گالیاں دیں۔ معلوم ہوا کہ محبوب کے گستاخوں سے اللہ تعالیٰ خود بدلہ لیتا ہے اور ایک کے بدلے دس سناتا ہے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخیاں بکے وہ حرام زادہ ہے۔

حضراتِ محترم!

قرآن مجید کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں

بے ادبیاں اور گستاخیاں کرنے والے دُنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ جب مرتے ہیں تو ان کی شکلیں بگڑ جاتی ہیں۔ اور قیامت کو بھی اللہ تعالیٰ اُن کی شکلیں تبدیل کر کے ہمیشہ کے لیئے انہیں دوزخ کا ایندھن بنا دے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (پ۱)

پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ دوزخ کی آگ خصوصاً کافروں کے لیئے تیار کی گئی ہے۔ مگر یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے تو میں قرآن مجید کی روشنی میں عرض یہ کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے دنیا میں حرامزادے اور آخرت میں سُور بن جائیں گے۔ اُن میں ولید بن مغیرہ ہو یا سلمان رُشدی۔ یا کوئی بھی نیا پیدا ہونے والا گستاخِ رسُول یا گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔ لہٰذا قیامت کے دن ولید کا منہ سُور کا ہوگا جس پر خاص داغ ہوگا تمام اہلِ محشر پہچان لیں گے کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدگو کا یہ بدبخت چہرہ ہے۔ آیئے گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا سُنیئے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

اِنَّ مَنْ شَتَمَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى قُتِلَ

کہ جو بدبخت یہودی اور نصرانی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دے۔ اُسے قتل کر دیا جائے۔

ہاں مسلمان ہو جائے تو اُسے قتل معاف ہے (روح البیان ج ۳ ص ۳۹۲)

لیکن جو مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔ جیسا کہ گذشتہ روایات میں گزرا۔ اس لیے کہ جب کوئی مسلمان حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے گا تو وہ مسلمان نہیں رہے گا۔ بلکہ مرتد ہو جائے گا۔ اور اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

حضرات! قرآن مجید فرقانِ حمید میں ہے کہ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى (پ۳۰) ہر آنے والی گھڑی پہلی سے بہتر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب جوں جوں وقت گزرتا جائے گا تیری شان بلند ہوتی جائے گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر مٹ گئے اور مٹتے رہیں گے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان دن بدن بلند ہو رہی ہے اور بلند ہوتی رہے گی۔

اعلیٰحضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

عقبہ بن ابی معیط کی سزا

مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوۂ بدر سے واپس ہوئے تو ایک بڑے سایہ دار درخت سے گزرے جس کے سایہ کے نیچے لوگ گرمیوں میں بیٹھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدی عقبہ بن ابی معیط کو سولی پر لٹکانے کا حکم فرمایا۔

وَهُوَ اَوَّلُ مَصْلُوْبٍ مِّنَ الْكُفَّارِ فِي الْاِسْلَامِ وَكَانَ يَفْتَرِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَكَّةَ (روح البیان ج ۳ ص ۳۶۳)

یہ اسلام میں پہلا کافر ہے جو سولی پر لٹکایا گیا۔ یہ بدبخت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ معظمہ میں بہتان تراشتا تھا۔

فرشتے کو سزا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج ساتویں آسمان پر پہنچا تو مجھے ایک فرشتہ ملا جو نور کے تخت پر رونق افروز تھا۔ میں نے اُسے السلام علیکم کہا تو اس نے مجھے سلام کا جواب تو دیا مگر تعظیم کے لیئے کھڑا نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاں پیغام بھیجا کہ میرے محبوب اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تجھ کو السلامُ علیکم کہا اور تو نے اُن کی تعظیم و تکریم نہ کی۔

فَلَمْ تَقُمْ اِلَيْهِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَتَقُوْمَنَّ فَلَا تَقْعُدَنَّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

اور نہ ہی تو اُن کے استقبال کے لیئے کھڑا ہوا۔ لہٰذا تجھے سزا دی جاتی ہے کہ تو قیامت تک کھڑا رہ اور تجھے تاقیامت بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

(روح البیان ج ۵ ص ۱۸۶)

عقبہ کی گستاخی

عقبہ بن ابی معیط کی عادت تھی کہ جب بھی وہ سفر سے واپس آتا تو طعام پکا کر عام و خاص اہلِ مکہ سب کو دعوت کرتا اور اس کی دعوت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی تشریف لاتے۔ اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں کثرت سے حاضری دیتا۔ اس کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اچھی لگتی تھیں۔ ایک دن سفر سے واپس آیا اور دعوتِ عام پکائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی مدعو کیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور اس نے طعام پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں تیرا طعام صرف اس شرط پر کھاؤں گا کہ تو گواہی دے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اہلِ عرب کے لیئے یہ بہت بڑی شرم کی بات تھی کہ کوئی ان کے گھر آئے۔ اور کھانا کھائے بغیر چلا جائے اُس نے اس دستور کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انتہائی منت و سماجت کی لیکن آپ نے ایک نہ مانی۔ چنانچہ عقبہ نے آپ کی شرط منظور کرتے ہوئے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ پھر آپ نے اس کا طعام کھایا۔ اس وقت عقبہ کا دوست ابی بن خلف موجود نہیں تھا حالانکہ یہ عقبہ کا بہت گہرا اور جاں نثار دوست تھا جونہی واپس آیا اور اُسے معلوم ہوا کہ عقبہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دین قبول کر لیا ہے اس نے عقبہ سے کہا اے عقبہ تو اپنے آبا کے دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گیا ہے۔ اس نے کہا بخُدا میں غیر دین میں شامل نہیں ہوا۔ صرف بات اتنی ہے کہ وہ شخص (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے گھر آیا اور اس شرط میں کھانا منظور کیا کہ میں اس کا کلمہ پڑھوں۔ میں نے بوجہ مجبوری پڑھ لیا۔ مجھے شرم آئی کہ کہیں وہ میرے گھر سے طعام کھائے بغیر نہ چلے جائیں۔ میں نے کلمہ پڑھا اور انہوں نے کھانا کھایا۔ ابی بن خلف نے کہا۔ میں ایسے تجھ پر راضی ہونے والا نہیں جب تک کہ تم چل کر اس کے چہرے پر نہ تھوکو (نعوذ باللہ) اور کھلم کھلا گالی نہ دو اور اُس کی تکذیب نہ کرو (عقبہ نے کہا ٹھیک ہے مجھے کوئی انکار نہیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کو بارگاہِ خداوندی میں سر بسجود پایا تو عقبہ نے آپ کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا (نعوذ باللہ) پھر وہی تھوک

شعلۂ آتش جانسوز گشت !
و بر آں حضرت نرسید و
بروی باز گشت و ہر دو
کرانہ روی وی بسوخت !
تا زندہ بود آن داغہا می نمود !

ایک جانسوز آگ بن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بجائے عقبہ کے چہرے پر پڑی۔ اور اسکے دونوں رخساروں کو جلا ڈالا۔ جب تک وہ زندہ رہا اس کے چہرے پر وہ داغ نمایاں رہا۔

مثنوی شریف میں ہے۔

ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو
شمع کے میرد بسوزد پوز او

جو اللہ تعالیٰ کی شمع پر تھوکتا ہے۔ شمع تو نہیں بجھے گی البتہ اس کا منہ جل جائے گا۔

کے شود دریا ز پوز سگ نجس
کے شود خورشید از پف منطمس

اور کتے سے دریا پلید نہیں ہوتا اور نہ ہی سورج تھوکنے سے بے نور ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقبہ سے فرمایا کہ تو نے میرے چہرے پر تھوکا ہے اس سے میرا تو کچھ نہیں بگڑا لیکن یاد رکھ میں تیرا سر تلوار سے مکہ کے باہر لٹکا دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ بدر کے دن جب قیدی ہو کر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی یا حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا کہ اس خبیث کو قتل کر دیں جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ابی بن خلف خبیث کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے تیر مارا تو وہ مکہ کو لوٹا اور سرف کے مقام پر دم توڑ گیا۔

(روح البیان ص۲۰۵ ج۹)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

٭ ٭

قبر انور نے قبول نہ کیا:

ایک نصرانی مسلمان ہو کر سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھا کرتا تھا۔ اور کتابتِ وحی پر بھی مامور تھا۔ آخر میں مرتد ہو گیا۔ اپنا دین اختیار کرنے کے بعد کہا کرتا تھا کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ نہیں آتا۔ بس وہی جانتے ہیں جو میں لکھ دیتا ہوں۔ جب وہ مر گیا اسے قبر میں دفن کیا گیا۔ اگلی صبح وہ قبر سے باہر پڑا ہوا پایا گیا لوگ کہنے لگے یہ کام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ قبر کھود کر اسے دفن کیا گیا تو اگلے روز پھر قبر سے باہر تھا کفار نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ اسے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر سے نکال کر زمین پر رکھ دیا ہے۔ تیسری دفعہ اس کی قبر کھودی گئی اور اسے زیادہ سے زیادہ گہرا کھودا گیا۔ چنانچہ اگلے دن پھر وہ زمین پر پڑا ہوا دیکھا گیا اس پر لوگوں کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ انسانی عمل نہیں بلکہ اس کے ساتھ قدرت نے ایسا کیا ہے۔

(شواہد النبوۃ ص۲۱۳)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ایک زندیق کی سزا

ایک زندیق نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ ملائکہ طالب علم کے کام سے خوش ہو کر اس کے راہ میں اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں۔ وہ زندیق کہنے لگا۔ بخدا میں فرشتوں کے پروں کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے جوتوں کو زمین پر مارتا جاتا اور کہتا کہ میں فرشتوں کے پروں کو توڑ رہا ہوں اچانک اس کے پاؤں میں ایسا درد اٹھا کہ وہ گر پڑا اور اٹھنے کی طاقت نہ رہی اسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس کے دونوں پاؤں کو ناسخورہ ہو گیا اور وہ مرتے دم

تک زمین پر گھسٹتا رہا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اُس شخص کو ہرن کے بچے
کی طرح چوکڑیاں بھرتے دیکھا ہے۔ پھر وہ ایک جگہ پڑا رہتا۔ اسی حالت میں مرگیا۔
(شواہد النبوۃ ص۲۱۳)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حدیث میں شک کی سزا

ابن مندہ اصفہانی جو امام علم حدیث ہیں۔ اور اکابر صحابہ پر ایک لافانی
تصنیف کے علاوہ اور بہت سی تصانیف کے مالک ہیں۔ انہوں نے فرمایا
کہ شام میں ایک عالم حدیث کے پاس سماع حدیث کے لیے حاضر ہوا۔
میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے سامنے ایک پردہ ڈالا تھا۔ میں بیٹھ گیا
اور پھر پس پردہ حدیث پڑھنی شروع کر دی۔ میں اس بات پر حیران تھا کہ انہوں نے
درمیان میں پردہ کیوں ڈال رکھا تھا۔ جب حدیث شریف کی قرأت ختم ہوئی تو اُسے
پتہ چل گیا کہ میں ابن مندہ ہوں۔ کہنے لگے اسے ابا عبداللہ کچھ پتہ نہیں چلا کہ میں
پس پردہ کیوں بیٹھتا ہوں، میں نے کہا نہیں جناب میرے علم میں نہیں۔ انہوں نے کہا
میں بتاتا ہوں ایسا کیوں ہے۔ ایک دفعہ اہل علم میں سے کسی نے کوئی حدیث پڑھی
میں ایک روز ایک بوڑھے شخص کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی یہ حدیث شریف جو امام سے سر اُٹھانے سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے سر کو
گدھے کا سر بنا دے گا۔ اس کے سامنے پڑھ رہا تھا۔ وہ بوڑھا اس حدیث پر
تکرار کرتا رہا۔ میرے دل میں بھی یہ شک گزرا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس رات جب
میں سو کر بیدار ہوا۔ تو میرا سر گدھے کی طرح ہو گیا تھا۔

اسی وجہ سے میں علماء کی مجلسوں سے محروم رہا۔ ہر طالب علم کو پس پردہ درس حدیث
دیتا ہوں۔ اور چونکہ میں تجھے اہل علم و دین میں سے جانتا ہوں۔ اس لیے اس
سر کا واسطہ دیکر تجھے خدا سے یہ عہد کرنے کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک میں
زندہ رہوں۔ یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ اور جب مر جاؤں پھر کسی سے کہنا تاکہ حدیث پاک
سُنتے وقت لوگ باادب رہیں۔ اور دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ لائیں۔ ابن مندہ
کہتے ہیں۔ کہ میں نے خداوند قدوس سے عہد کیا تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھایا
میں نے انکے جسم کو دیکھا۔ تو دھڑ آدمی کا تھا اور سر گدھے کا اور جب تک وہ زندہ رہے
میں نے یہ بات کسی کو نہ بتائی اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا ہے۔
(شواہد النبوۃ ص۲۱۴)

عصماء بنت مروان کا قتل

حضرت عمیر بن عدی نابینا قدیم الاسلام تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
محبت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عصماء بنت
مروان یہودیہ کے لیے بھیجا۔ یہ ملعونہ بڑی بے حیا اور یہودی عورتوں میں مشہور زبان دراز
تھی۔ ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کی برائیاں کرتی اور مذمت کرتی رہتی تھی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ ایذا پہنچاتی رہتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد
کے مطابق حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے وقت عصماء کے گھر پہنچے اور اس
کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس کا گھر مدینہ سے باہر تھا۔ (حضرت عمیر نے نذر بھی مان
رکھی تھی۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بسلامت مدینہ منورہ
واپس لے آیا۔ تو میں اس ملعونہ کو قتل کر دوں گا) چنانچہ جب عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
اس ملعونہ کے گھر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اپنے ایک بچے کو دودھ پلا رہی ہے

حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچے کو اس سے دور کیا اور اپنی تلوار اس کے سینہ پر رکھ کر پشت سے گزار دی اور اسی رات لوٹ آئے۔ صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے دیکھا تو فرمایا اس مروان کی لڑکی کو قتل کر دیا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ سن کر آپ نے فرمایا۔

اِذَا اَحْبَبْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلٰی رَجُلٍ نَصَرَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ بِالْغَیْبِ فَانْظُرُوْا اِلٰی عُمَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ۔	اگر تم پسند کرتے ہو کہ اس شخص کو دیکھو جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بن دیکھے مدد کی

تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس نابینا کو دیکھو۔ کہ کتنی کوشش کی۔ اور خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کام کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں اَعْمٰی (نابینا) نہ کہو بلکہ بَصِیْر (دیکھنے والا) کہو۔ (مدارج النبوۃ ج۲ ص۱۶۹)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حویرث شاعر کا قتل

حویرث بن نعید یہ بڑا بدبخت شاعر تھا اور بارگاہِ رسالتؐ کی توہین کیا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے روز جب اس نے اپنے قتل ہونے کی خبر سُنی تو گھر میں بیٹھ گیا۔ اور گھر کے دروازہ کو بند کر لیا۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے گھر آ کر اُسے تلاش کیا تو لوگوں نے کہا کہ وہ باہر چلا گیا ہے۔ جب حویرث کو معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے تلاش کرنے آئے ہیں تو ٹھہرا رہا یہاں تک کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے گھر سے دُور چلے گئے تو وہ گھر سے نکلا۔

اور چاہا کہ کسی دوسرے گھر میں جا چُھپے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ ایک کوچہ میں مل گیا تو آپ نے فوراً اس کی گردن اُڑا دی۔

(مدارج النبوۃ ج۲ ص۲۹۹)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دو عورتوں کو سزا

مہاجر بن امیہ حاکم یمامہ کے پاس کچھ لوگ دو گانے والی عورتیں پکڑ کر لائے جن میں ایک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ گیت گاتی تھی اور دوسری مسلمانوں کو بُرا کہتی تھی۔ چنانچہ حاکم یمامہ نے دونوں کے ہاتھ کٹوا دیئے اور ان کے دانت بھی نکلوا دیئے۔ پرچہ نویس کی اطلاع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاکم یمامہ کے نام فرمان جاری کیا جس میں لکھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ تم نے دو عورتوں کو سزا دی ہے۔ اگر سزا دہی میں تم جلدی نہ کرتے تو ہم حکم دیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی کو قتل کر دیا جائے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السّلام کی شان دوسروں سے بلند و بالا ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایسا فعل کرے تو وہ مرتد ہے اور غدار ہے جس سے جنگ کرنا چاہیئے۔

(تاریخ الخلفاء، ص۱۰۱)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

⁂ ⁂ ⁂

گالیاں دینے والے کا قتل

ابنِ عکاشہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں ایک مقدمہ میں عباسی خلیفہ ہادی ابو محمد موسیٰ کے روبرو پیش ہوا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک شخص نے قریش کو گالیاں دی تھیں۔ اور یہاں تک حد سے بڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ہادی نے اس مقدمہ کی سماعت کے لیئے عمدہ فرش بچھوایا اور علماء وقت کو جمع کیا۔ چنانچہ مدعی علیہ یعنی گالیاں دینے والا پیش ہوا۔ اور کہا کہ میں نے اپنے والد مہدی اور آباؤ اجداد کے توسط سے حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول سُنا ہے۔ جس نے قریش کی توہین کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔ اس کے بعد مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے دشمنِ خدا قریش کی توہین کر کے تیرے دل کو ٹھنڈ نہیں پڑتی۔ یہاں تک کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ ہادی نے اس مقدمہ کی سماعت کے لیئے عمدہ فرش بچھوایا اور علماء وقت کو جمع کیا۔ چنانچہ مدعی علیہ یعنی گالیاں دینے والا پیش ہوا۔ اور کہا کہ میں نے اپنے والد مہدی اور آباؤ اجداد کے توسط سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول سُنا ہے جس نے قریش کی توہین کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی توہین کی۔ اس کے بعد مدعی علیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اسے دشمنِ خدا قریش کی توہین کر کے تیرے دل کو ٹھنڈ نہیں پڑی یہاں تک کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دی۔ اس کے بعد اس گالیاں دینے والے کی گردن اُڑا دینے کا حکم صادر فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۷۹)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضرات!

آپ نے پڑھا اور سُنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا آخر حشر کیا ہوا کہ اُن کا نام بھی مٹ گیا اور وہ خود بھی مٹ گئے۔ اسی طرح وہ مسجد جو بظاہر لوگوں کی نظروں میں مسجد تھی لیکن حقیقت میں منافقین کا مرکز اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے کے لیئے بنائی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے گرانے کا حکم دیا۔ واقعہ یوں ہے۔

مسجدِ ضرار

ابو عامر خزرج قبیلہ کے معزز لوگوں میں سے تھا۔ جاہلیت کے دور میں اس نے نصرانیت اختیار کر کے اُن کا راہب بن گیا اور موٹے کپڑے پہن کر زاہدانہ زندگی بسر کرتا۔ تورات اور انجیل کا بہت بڑا ماہر تھا۔ کاشفی نے لکھا اس کی عادت تھی کہ وہ ہمیشہ اہلِ مدینہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب، کمالات اور فضائل سناتا رہتا تھا لیکن اس کی بدقسمتی یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ آپ کے کمالات دیکھ کر آپ پر عاشق ہو گئے۔ اس سے ابو عامر راہب کی شیخی میں کمی آ گئی اس طرح ابو عامر حسد کرنے لگا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دل میں عداوت رکھنے لگا اور کہتا کہ میرا ساتھی کوئی نہیں ورنہ (معاذ اللہ) میں آپ کو مٹا دیتا۔ اس کے بعد اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف محاذ آرائی رکھی یہاں تک کہ ہوازن کی جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکست کھا کر ملک شام کو بھاگ گیا۔ ملک شام میں پہنچ کر اس نے ہرقل روم کے بادشاہ سے سازباز کی اور اسے اُبھارا

کہ ایسا لشکر تیار کیا جائے جو مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے ۔ ادھر قبا کے منافقین مثلاً ثعلبہ بن حاطب کو خط لکھا کہ قبا میں پہلی مسجد کے مقابلہ میں ایک اور مسجد تیار کیجئے جس میں لوگوں کو مختلف علوم سے بہرور کروں ۔ اس کے لکھنے پر منافقین نے مسجدِ ضرار کی تیاری کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ازراہِ منافقت عرض کی کہ آپ ہماری مسجد میں قدم رنجہ فرمائیں ۔ آپ چونکہ اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے ۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ واپسی پر تمہاری مسجد میں آئیں گے ۔ آپ سے مسجد کی تیاری کا عذر پیش کیا کہ مسجد قبا ہم سے کچھ فاصلہ پر ہے اور ہمارے ضعیف اور کمزور نمازی وہاں پہنچ نہیں سکتے اس لیئے بوجہ مجبوری ہم نے مسجد تیار کی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوۂ تبوک سے واپسی کے بعد ان کی مسجد میں تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو وہی عرض پیش کی کہ حضور آپ ہماری مسجد میں تشریف لے چلیں ۔ اس سے اُن کی غرض وغایت یہ تھی کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔ عوام ہمارے ساتھ ہوں گے ۔ انہیں بہکانے کا ہمیں موقعہ مل جائے گا مسجدِ ضرار میں ان کا کام یہ تھا کہ ۔

كَانُوْا يَجْتَمِعُوْنَ فِيْهِ وَيُعِيْبُوْنَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَسْتَهْزِئُوْنَ بِهٖ ۔	وہ وہاں جمع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں عیب نکالتے اور آپ کا مذاق اُڑاتے تھے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سفر کی واپسی کے بعد ان کے ہاں جانے کا ارادہ فرمایا ۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا قمیص مبارک منگوایا تاکہ مسجدِ ضرار میں تشریف لے چلیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (پ ۱۱)	اور وہ لوگ جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر سے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیئے مسجد بنائی اور اس کے انتظار میں جس نے اللہ ورسول کے ساتھ پہلے سے جنگ کی اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے صرف بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا ۔

اِنْطَلِقُوْا اِلٰى هٰذَا الْمَسْجِدِ الظَّالِمِ اَهْلُهٗ فَاهْدِمُوْهُ وَاحْرِقُوْهُ ۔	کہ ایک جماعت لیجا کر اس مسجدِ ضرار کو گرا دو ۔ اور جلا دو ۔ کیونکہ مسجد والے ظالم لوگ ہیں ۔

چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت لیکر کھجوروں کی سوکھی چھڑیاں اٹھا کر مغرب کے بعد وہاں پہنچے اور جا کر مسجد ضرار کو آگ لگا دی پھر دیواریں منہدم کر کے میدان بنا دیا ۔ یہ مغرب وعشاء کے درمیان کا واقعہ ہے پھر دن کو آپ نے حکم جاری فرمایا کہ مسجدِ ضرار کی جگہ پر گندگی وغلاظت اور مُردہ جانور وغیرہ ڈالا کریں ۔ چند دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جگہ ثابت بن ارقم کو مکان بنانے کے لیئے عنایت فرمائی لیکن یہ ایسی منحوس ثابت ہوئی کہ جب تک وہ اس میں ٹھہرے رہے ۔ کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی ۔ زید بن ارقم نے وہاں ایک گڑھا کھودا تو اس سے آگ نکلی ۔

ابو عامر راہب کی موت

ابو عامر راہب شام میں مسافر تنہا مرا ۔ مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہی ابو عامر آپ کو ملنے آیا۔ آپ سے پوچھا آپ کون سا دین لائے ؟ آپ نے فرمایا دینِ حنیف یعنی دین ابراہیم علیہ السلام لایا ہوں۔ ابو عامر راہب نے کہا میں بھی اس پر ہوں۔ آپ نے فرمایا تو دین حنیف پر نہیں۔ اُس نے کہا میں تو یقیناً دین ابراہیم پر ہوں۔ لیکن آپ نے اس میں اپنی طرف سے غلط باتیں داخل کر لی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تو اس میں کسی قسم کی غلط بات نہیں بڑھائی بلکہ دینِ حق لایا ہوں۔ ابو عامر نے کہا ہم میں جو جھوٹا ہو وہ سفر اور تنہائی میں لاوارث ہو کر مرے آپ نے فرمایا آمین۔

فَسَمَّاهُ اَبَا عَامِرُ الْفَاسِقِ مَكَانَ الرَّاهِبْ فَمَاتَ كَافِرًا بِقِنَسْرِيْنَ	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام راہب کی بجائے ابو عامر فاسق رکھا

چنانچہ وہ قنسرین علاقہ شام میں کافر ہو کر مرا۔ (روح البیان ج ۳ ص ۵۰۶)

ے مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضرات!

معلوم ہوا کہ جس مسجد میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں ہوتی ہوں۔ وہاں نماز نہیں ہوتی۔ نماز تو کجا وہ مسجد ہی نہیں ہے ایسی مسجد سے بچنا چاہیئے۔

حضراتِ گرامی!

اب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان عشاق کا تذکرہ سنیئے جنہوں نے گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر انہیں فی النار جہنم کر دیا۔ اور اس کے عوض خود جامِ شہادت نوش کر گئے۔ یہ تذکرہ لاہور سے چھپنے والے رسالہ ماہنامہ باوا سے نقل کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

غازی عبد الرشید شہید رحمۃ اللہ علیہ

موجودہ صدی کے ربع اوّل میں جب ہندو مت کے احیاء کی تحریک زوروں پر تھی تو متعصب ہندوؤں نے برصغیر پاک و ہند میں مسلم کشی کی ایک گہری سازش تیار کی اس مقصد کے لیئے دو انتہا پسند تنظیمیں آریہ سماج اور سنگھٹن قائم کیں۔

پہلی تنظیم کا مقصد مسلمانوں کو اپنے تہذیبی ورثہ سے کاٹنا تھا اور دوسری تنظیم ایک عسکری انجمن تھی۔ آریہ سماج تنظیم کا بانی سوامی دیانند سرسوتی تھا۔ اس نے ستیارتھ پرکاش کے نام سے ایک گمراہ کن کتاب لکھی جس کا چودھواں باب اسلام دشمنی پر مبنی تھا۔ اس تنظیم کے ایک لیڈر سوامی شردھانند نے مسلمانوں کو پھر سے ہندو بنانے کے لیئے شدھی کے نام سے ایک تحریک چلائی۔ بلند شہر اور میرٹھ کے بارہ دیہات و قصبات پر مشتمل ایک علاقہ بارہ بستی افغاناں کے نام سے مشہور ہے جس کا مرکزی مقام بکراسی ضلع بلند شہر ہے۔ غازی عبد الرشید شہید اسی قصبہ کے ایک علمی و معزز گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ جب شوامی شردھانند کی چیرہ دستیاں انتہا کو پہنچیں تو دسمبر ۱۹۲۶ء کو جب وہ دہلی میں اپنے نیا بازار والے مکان میں موجود تھا۔ غازی عبد الرشید نے پستول کے فائر کر کے کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔ قتل کے بعد آپ نے جائے واردات سے فرار ہونے کی قطعی کوشش نہ کی بلکہ خود کو بصد شوق گرفتاری کے لیئے پیش کر دیا۔ چودہ پندرہ دن تفتیش کے لیئے پولیس کی حراست میں رہا اور جنوری ۱۹۲۷ء میں اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت ہوئی اور انہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء کو تختہ دار پر لٹکانے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن یہ امر تعجب انگیز و حیرت خیز ہے کہ غازی عبد الرشید کے جسم پر پھانسی کی کوئی علامت موجود نہ تھی۔ گردن میں کھچاؤ تھا اور نہ بدن میں سختی ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر نے موت کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں جب ملزم

نے تختہ دار پر کھڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو اس کی روح اس کے جسد عنصری سے
اسی لمحے پرواز کر گئی تھی۔ اور طے شدہ پروگرام کے مطابق آپ کے جسد خاکی کو درگاہ
حضرت خواجہ باقی باللہ میں دفنایا جانا تھا مگر حکومت کے دباؤ کے تحت کوٹلہ فیروز
کے سامنے والے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

غازی علم دین شہید رحمتہ اللہ علیہ

جن دنوں ہندو رہنما شدھی اور سنگھٹن کے نام سے مسلمانوں کو ہندو بنانے
کے لیئے سرگرم عمل تھے۔ انہی دنوں ہندو پریس اور اخبارات بھی اسلام اور حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیوں میں پیچھے نہ رہے تھے۔ لاہور
میں ایک متعصب ہندو کتب فروش راجپال نے رنگیلا رسول کے نام سے رسوائے
زمانہ کتاب شائع کی۔ جیسا کہ کتاب کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف دریدہ دہنی (بکواسات) کی گئی تھی۔ اس کتاب
کا شائع ہونا تھا کہ اسلامیانِ برصغیر کے دلوں میں آتش غیظ و غضب بھڑک اٹھی۔ انہوں
نے راجپال پر زور دیا کہ وہ کتاب کو ضائع کر دے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ بعد ازاں
قصہ کو عدالت میں لایا گیا۔ ابتدائی عدالت نے راجپال کو ۶ ماہ قید اور ایک ہزار روپے
جرمانہ کی سزا سنائی۔ مگر جب ملزم کی طرف سے پنجاب ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی تو
ایک متعصب ہندو چیف جسٹس سر شادی لال نے راجپال کو بری کر دیا۔ اس فیصلے
نے مسلمانوں کے جذبات اور زیادہ بھڑکا دیئے۔ اہلِ ایمان کی آنکھوں میں راجپال
کا وجود کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اور وہ اسے مزید زندہ رہنے کی مہلت دینے
کے لیئے تیار نہ تھے۔ ایک عرصہ بعد غازی عبدالعزیز نے راجپال پر حملہ کیا مگر وہ
دونوں بار معمولی زخمی ہو کر بچ نکلتا رہا مگر راجپال کو فنا فی النار کرنے کی سعادت

غازی علم دین شہید کے نامۂ اعمال میں لکھی جا چکی تھی۔ آخر کار راجپال کا خاتمہ کس طرح
کیا جائے۔ چنانچہ ۹ اپریل ۱۹۲۹ء کو وہ لمحات آ پہنچے جن کے لیئے یہ جوان رعنا
مضطرب رہتا تھا۔ آخر کار راجپال اپنی دکان میں اس غازی کے خنجروں سے واصل
جہنم ہوا۔ راجپال کا مرنا تھا کہ ہندو پریس اور ذرائع ابلاغ نے اسلام دشمن پروپیگنڈے
کی رفتار تیز کر دی۔ غازی علم دین شہید کی کردار کشی کے لیئے بے سروپا الزامات لگائے
گئے۔ انہیں شرابی، جنونی اور فسادی کہا گیا۔ ۱۵ مئی ۱۹۲۹ء کو یہ مقدمہ سیشن جج
کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ مسلم راہنماؤں کی آرزو تھی کہ غازی علم الدین اقبالِ جرم نہ
کریں۔ تو ہم انہیں چھڑا سکتے ہیں۔ اس طرح اہلِ کفر پر ہماری ہیبت بیٹھ جائے
گی۔ کہ ہم نے ایک کافر کو واصل جہنم بھی کیا اور عدالت سے بری بھی ہو گئے مگر
جب غازی علم دین کی باری آئی تو انہوں نے فرمایا کہ شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
قاتل میں ہوں۔ میں نے ہی نابکار راجپال کو قتل کیا ہے۔ اس اقبالِ جرم کے بعد
غازی علم الدین کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ اس مقدمہ کی پیروی کے لیئے قائدِ اعظم
محمد علی جناح بھی لاہور تشریف لائے اور ہائی کورٹ کے ڈویژنل بنچ کے سامنے
اپنے مؤکل کی حمایت میں دلائل کے انبار لگا دیئے۔ مگر ان دلائل کے باوجود پنجاب
ہائی کورٹ نے غازی علم الدین کی اپیل خارج کر کے ماتحت عدالت کا فیصلہ
بحال رکھا۔ مسلمانوں کی آرزو تھی کہ غازی علم الدین کو لاہور کی سنٹرل جیل میں پھانسی
دی جائے۔ مگر انگریز حکومت نے لاہور میں متوقع ہنگامے کے پیشِ نظر ۳۱ اکتوبر
۱۹۲۹ء کو میانوالی جیل میں اس بطل جلیل کو پھانسی دی۔ اور لاش کو ۱۳ دن کے بعد
مسلمانوں کے حوالے کیا۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ میانوالی میں ۱۳ دن لاش دفن
رہنے کے باوجود بالکل تر و تازہ تھی۔ بعد ازاں غازی علم شہید کو میانی صاحب
کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی لحد مبارک مولانا ظفر علی خان نے اپنی نگرانی میں

تیار کرائی۔ آپ کو مولانا سید دیدار علی محدث الوری اور علامہ اقبالؒ نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔ غازی علم الدین شہید نے اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کر کے مسلمانوں کو عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لازوال تڑپ عطا کر کے آزادی و حریت کے تقاضوں سے آشنا کر دیا۔

غازی محمد صدیق شہید رحمتہ اللہ علیہ

سوامی شردھانند اور راجپال کے واصل جہنم ہونے کے باوجود ان منافقین ازلی کے مسلکاً و مشرباً بھائی کہیں نہ کہیں سر اٹھاتے رہتے۔ ایسے ہی ایک اور کمینہ فطرت ہندو جس کا نام پالا مل تھا۔ اور زرگری اس کا ذریعہ معاش تھا لیکن اس کا کام ہندوؤں کو اکٹھا کر کے نماز کی نقلیں اتارنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنا تھا۔ روزنامہ انقلاب لاہور کے ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی اشاعت کے مطابق ۱۲ مارچ کو جب لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ پالا مل نے نہ صرف نماز کا مذاق اڑایا بلکہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے متعلق بھی نازیبا کلمات بکے اور شانِ رسالت میں صریحاً گستاخی کی۔ اس کی اس قبیح حرکت پر شہر لاہور اور قصور میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی اور جا بجا اظہار ناراضگی کیا گیا مسلم معززین کے مشورے پر محمد کلیم صاحب نے عدالت میں استغاثہ دائر کر دیا۔ مجسٹریٹ درجہ اول لاہور مسٹر شیل نے بڑی توجہ سے اس مقدمہ کی موشگافیوں کو پیشِ نظر رکھا اور دلائل سننے کے بعد فیصلہ میں لکھا کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ملزم نے واقعی توہینِ رسالت کی ہے جس سے مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہوئے اور سخت فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس لیے پالا مل سنار کو چھ ماہ قید اور دو سو روپے جرمانہ کی سزا دی جا رہی ہے۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کے روزنامہ سیاست لاہور میں تفصیل یوں درج ہے۔ پالا مل سنار کے خلاف توہینِ پیغمبر اسلام کے الزام

میں مقدمہ چلتا رہا۔ ملزم نے مجسٹریٹ کے فیصلہ کے خلاف مسٹر بھنڈاری سیشن جج لاہور کی عدالت میں اپیل دائر کی۔ یہاں سے اسے ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک رات حافظ غازی محمد صدیق نیند میں تھے کہ مقدر جاگ اٹھا نصف شب بیت چکی تھی جب آپ کو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ قصور میں ایک بدبخت ہماری شان میں گستاخیاں کرتا چلا جا رہا ہے۔ جاؤ اور اس کی ناپاک زبان کو لگام دو۔ چنانچہ غازی محمد صدیق نے جو ۱۹۱۴ء کے درمیانی مہینوں میں قصور سے ۱۵ میل دور فیروز پور (بھارت) شیخ کرم الٰہی کے گھر پیدا ہوئے جو چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۳۴ء دربار حضرت بلھے شاہ کے قریب پالا مل سنار کو چمڑہ کاٹنے کے اوزار سے پے در پے وار کر کے واصل جہنم کیا گیا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو یہ مقدمہ چوہدری غلام مصطفےٰ سب ڈویژن مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش ہوا۔ جب غازی صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا چونکہ مقتول نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں سخت بے ادبی کی ہے اس لیے میں نے اسے واصل جہنم کیا ہے اور میرا یہی بیان ہے۔ پھر اس مقدمہ کی سماعت سنٹرل جیل لاہور میں سیشن جج مسٹر سل کے روبرو شروع ہوئی۔ غازی صاحب کی طرف سے میاں عبدالعزیز بیرسٹر اور کے ایل گابا پیش ہوئے۔ سیشن کورٹ نے آپکو سزائے موت کا حکم سنایا۔ زندہ دلانِ قصور نے اس فیصلہ کیخلاف ہائی کورٹ لاہور میں اپیل گزاری۔ عدالت عالیہ میں ۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو سماعت ہوئی۔ فیصلہ صادر کرنے کے لیئے ایک ڈویژنل بنچ تشکیل دیا گیا۔ مگر فیصلے کے طور پر سیشن کورٹ کا حکم بحال رہا اور اس طرح ۶ مارچ ۱۹۳۵ء بروز بدھ صبح ساڑھے ۶ بجے غازی محمد صدیق کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا بوقتِ شہادت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ آپکی نمازِ جنازہ پریڈ گراؤنڈ میں ادا کی گئی اور حضرت غلام محی الدین کے مزارِ اقدس کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

غازی عبدالقیوم شہید رحمۃ اللہ علیہ

نتھورام سندھ سماچار حیدرآباد کا ایڈیٹر اور آریہ سماج کا لیڈر تھا۔ اس نے تاریخ اسلام کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں پیغمبرِ اسلام کی شان میں زبردست توہین کی گئی تھی۔ اس گستاخانہ تحریر کے جرم میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کیا گیا ۱۸ ستمبر ۱۹۳۴ء کو سیشن کورٹ حیدرآباد سے دو سال قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ ہوا۔ نتھورام نے فیصلہ کے خلاف اپیل گزاری اور ضمانت پر رہا ہو گیا۔ مگر غازی عبدالقیوم شہید نے اس بدزبان گستاخِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عین دوپہر کے وقت جب کہ وہ کمرۂ عدالت کے باہر اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا۔ چاقو کے پے در پے وار کر کے کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ نتھورام کو واصلِ جہنم کرنے کے بعد چونکہ آپ جائے واردات سے فرار نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے لوگوں نے پکڑ کر حوالۂ پولیس کر دیا تو آپ نے پولیس کے سامنے برملا کہا کہ نتھورام کو میں نے سوچ سمجھ کر قتل کیا ہے۔ غازی عبدالقیوم شہید ضلع ایبٹ آباد کی تحصیل ہری پور کے قصبہ غازی میں عبداللہ خاں کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ پٹھان برادری سے تعلق رکھتے تھے اور کاروبار کے سلسلے میں کراچی میں مقیم تھے چونکہ آپ کا مقدمہ پورے ہندوستان میں شہرت اختیار کر گیا تھا۔ اس لیے آپ کے وکیل سید محمد اسلم ایڈووکیٹ نے جوڈیشنل کمشنر سندھ کی عدالت میں یہ درخواست بھی گزاری تھی کہ عبدالقیوم کی طرف سے مندرجہ ذیل گواہ طلب کیے جائیں۔ تاکہ وہ تحریکِ شاتمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پس منظر اور اہلِ ایمان کے عقیدے کے بارے میں فاضل جج صاحبان کے روبرو اپنا مؤقف پیش کر سکیں۔ فہرستِ اسماء درج ذیل ہے۔ ۱۔ مولانا ابوالکلام آزاد کلکتہ ۲۔ مولانا مفتی کفایت اللہ دہلی،

۳۔ مولانا احمد سعید دہلی ۴۔ مولانا ظفر علی خاں لاہور ۵۔ پیر سید غلام مجدد سرہندی سندھ ۶۔ مولوی محمد صادق سندھ ۷۔ مولوی محمد عثمان سندھ ۸۔ شیخ عبداللہ ایڈیٹر نومسلم حیدرآباد ۹۔ ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر لاہور ۱۰۔ مولانا نعیم الدین لدھیانوی ۱۱۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری امرتسر اور مولانا عبدالمجید سالک ایڈیٹر انقلاب لاہور مگر عدالت نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو آپ کو سزائے موت کا مستحق ٹھہرایا۔ اور فیصلہ برقرار رہا اور اس طرح آپ کو ۱۹ مارچ ۱۹۳۵ء کو جامِ شہادت پلایا گیا۔ غازی عبدالقیوم شہید کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان (دھاکیواڑہ) کراچی میں ہے۔
حکیم الامت حضرت علامہ اقبال شہید موصوف کے جذبۂ شہادت سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے ضربِ کلیم میں لاہور و کراچی کے عنوان سے آپ کو ان شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے فقط عالمِ معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ اے مردِ مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ لاتدع مع اللہ الٰہاً آخر

غازی میاں محمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

شہید موصوف غازی میاں محمد ۱۹۱۵ء میں صوبیدار غلام محمد کے گھر تلہ گنگ ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسبی تعلق اعوان برادری سے تھا۔ ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو آپ بلوچ رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہو گئے۔ ابتدائی تربیت

کراچی میں حاصل کرنے کے بعد مدراس بھیج دیئے گئے۔ وہاں کی چھاؤنی جو سینٹ
تھامس رنٹ کے نام سے مشہور تھی کے مقام پر بلوچ رجمنٹ نمبر ۱۰/۲ میں شامل
ہو گئے۔ ہوا یوں کہ ۱۴/ مئی ۱۹۳۵ء کو ایک شام آپ چھاؤنی کی کوارٹر گارڈ پر کھڑے
سنتری کی ڈیوٹی نبھا رہے تھے۔ قریب ہی بیٹھے ہوئے مختلف مذاہب
اقوام اور برادریوں سے تعلق رکھنے والے فوجی عہدیدار خوش گپیوں میں مصروف
تھے۔ ان میں دو ہندو ڈوگرے اور چند مسلمان سپاہی بھی تھے۔ ہوا یوں کہ
ایک ہندو ڈوگرے نے کوئی نعتیہ اشعار بلند آواز میں ترنم میں پڑھنا شروع
کر دیئے۔ لہجے میں مٹھاس اور عقیدت کا رنگ بھی دلچسپی کا ساماں پیدا کر گیا
مسلمان فوجی اپنی اپنی جگہوں سے کھسک کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس
نعت کا آخری مصرع تھا۔ واہ واہ پیارے محمد غازی موصوف نے تھوڑی دیر
توقف کیا۔ چپ رہے کچھ سوچا ایک فیصلہ کیا اور اسے خبردار کیا کہ اپنی ناپاک
زبان سے ہمارے پیارے نبی پاک ؐ کی شان میں گستاخانہ جملے کہنے کی جرأت
ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ یہ بدتمیزی تجھے بہت جلد ذلت ناک موت سے دو چار کر دے
گی۔ بدقسمت ہندو سپاہی نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ مجھے اس سے روکنے
کا تجھے کوئی حق نہیں۔ میاں محمد کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ آپ نے ہونٹ
چباتے ہوئے کہا۔ اچھا میں تجھے جلد ہی بتا دوں گا۔ میرا حق ہے یا نہیں۔ غازی
صاحب نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد چپکے سے کوارٹر گارڈ جا پہنچے۔ یہاں یہ
شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈوگرہ سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ غازی صاحب
اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گارڈ روم میں داخل ہوئے۔ اپنی رائفل نکالی
میگزین لوڈ کیا اور باہر نکلتے ہی للکارا۔ یہ سن کر ڈیوٹی پر متعین شاتم رسول صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بھی پوزیشن سنبھال لی اور رائفل کا رخ اس کی طرف موڑا مگر

اس سے پہلے ہی ناموسِ رسالتؐ کے شیدائی کی گولی ہندو ڈوگرے کو ڈھیر
کر چکی تھی۔ خطرے کے الارم اور بگل بجنے پر سب پلٹن جمع ہو گئی۔ ایک آدمی نے
آگے بڑھ کر بلند آواز میں پوچھا قلعہ میں فائر کس نے کیا ہے؟ غازی صاحب
نے جواب دیا میں ہوں سپاہی میاں محمد جو نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں
گستاخی اور بدکلامی کی گئی تھی میں نے اس کو روکا لیکن وہ باز نہ آیا اس لیئے میں نے
اس کو ہلاک کر دیا۔ اب جیسے آپ کا جی چاہے قانونی تقاضے پورے کریں میاں محمد
ذرا سوچ کر بات کرو۔ ہوش میں آؤ آپ کے ابتدائی کلمات قلم بند ہو رہے ہیں۔ ان
الفاظ میں بعد ازاں رد و بدل ممکن نہ ہو گا۔ اس لیئے سوچ سمجھ کر بیان دو۔ آپ
نے فرمایا میں مکمل ہوش میں ہوں جو کچھ میں نے کیا ہے۔ خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے
میرا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔ بہرحال مقدمہ پوری کونسل تک پہنچا۔
آپ کی آرزو کے مطابق ہر جگہ سے اپیل خارج ہوتی رہی۔ اب صرف شہادت
کے تعین کا دن باقی تھا۔ پھانسی کے جملہ انتظامات کا جائزہ لینے کے لیئے
۳۰، ۲ بلوچ رجمنٹ کا ایک افسر کراچی سے مدراس آیا۔ اور ۱۱، ۱۲ اپریل کی
درمیانی شب آپ کو مدراس کی سول جیل میں منتقل کر دیا گیا اور بعد ۱۲ اپریل ۱۹۳۸ء
کو صبح کے وقت ٹھیک ۵ بجکر ۴۵ منٹ پر تختہ دار پر چڑھ کر اپنے آقا و مولا
کے حضور جام محبت پیش کر دیا۔ آپ تختہ دار پر نہ تڑپے اور نہ آپ کی گردن لٹکی
بوقت شہادت آپکی عمر ۲۳ برس تھی۔ آپکو مدراس (بھارت) ہی میں سنٹرل
ریلوے سٹیشن سے تین میل دور ایک بڑے قبرستان میں حضرت پیر دستگیر سادی
رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اور قریبی مسجد کی درمیانی جگہ میں دفن کیا۔ آپ کی قبر انور پر
اب بھی ان الفاظ سے کتبہ محفوظ ہے۔ قطعہ شہادت میاں محمد صاحب مرحوم سابق
سپاہی ۱۰، ۲ بلوچ رجمنٹ فرزند غلام محمد صوبیدار بمقام تلہ گنگ ضلع کیمل پور
(پنجاب)

غازی مرید حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ

غازی مرید حسین شہید موضع محلہ کریالہ ضلع چکوال (پنجاب) کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں والد کی وفات کے بعد گھریلو ذمہ داریوں کے علاوہ گاؤں کی نمبرداری کا بوجھ بھی آپکے کندھوں پر آن پڑا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں باہمی کشمکش کی وجہ سے آپ نے تحریک بیداری میں سرگرم حصہ لینا شروع کر دیا۔ اسی دوران ایک دن زمیندار اخبار میں ایک خبر پلول کا گدھا شائع ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ ہندوستان کے ایک قصبہ پلول ضلع گوڑگانواں کے ہندو ڈاکٹر رام گوپال نے اپنے ہسپتال کے ایک گدھے کا نام محسن انسانیت (نعوذ باللہ) کے نام پر رکھا ہوا ہے۔ اس بدبخت کی اس شرمناک جسارت کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور مسلمانوں کی طرف سے جب سخت احتجاج کیا گیا تو امنِ عامہ کے خطرہ کے پیشِ نظر مذکورہ ڈاکٹر کا تبادلہ ضلع حصار کے قصبہ تونسہ میں کر دیا گیا۔ غازی مرید حسین گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راجپال، نتھو رام، اور دوسرے متعصب ہندوؤں کی بے ادبیوں سے رنجیدہ خاطر رہتے تھے۔ انہوں نے جب [illegible] اکٹر کی اس قبیح حرکت کی خبر سنی تو پریشان ہو گئے۔ آخر کار آپ کی تمام سوچیں [illegible] نقطہ پر مرکوز ہو گئیں۔ غازی مرید حسین ایک روز جاچڑ شریف اپنے شیخ حضر[illegible] خواجہ محمد عبد العزیز کی بارگاہ میں حاضری کے لیئے آئے تو راستے میں بھیرہ (ضلع سرگودھا) سے ایک دودھاری خنجر بھی خریدا۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ واپس چکوال آئے اور پھر لاہور اور دہلی سے ہوتے ہوئے ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء کو حصار پہنچے اور لوگوں سے معلومات کرتے ہوئے اس ہسپتال تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں گستاخِ رسول ڈاکٹر رام گوپال متعین تھا۔ اگست کا مہینہ

تھا اور گرمی شدت کی پڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر گوپال کی رہائش گاہ ہسپتال سے متصل تھی غازی مرید حسین نے صحن میں قدم رکھا تو سامنے درختوں کے گھنے سائے میں ڈاکٹر کو سوئے ہوئے پایا۔ اس کے تمام نوکر چاکر قریب ہی موجود تھے۔ مگر آپ نے اپنی جانِ عزیز ہتھیلی پر رکھ کر اس ملعون کو للکارا۔ ڈاکٹر ابھی سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ آپ نے آن کی آن میں خنجر ملعون ڈاکٹر کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ڈاکٹر کے تمام ملازمین دیکھتے ہی رہ گئے۔ رام گوپال دھڑام سے نیچے گرا اور دوبارہ اٹھ نہ سکا، ہر طرف شور مچ گیا کہ ڈاکٹر قتل ہو گیا۔ آپ نے اپنے اقبالی بیان میں کہا کہ میرا نام عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ میں نے اس بدفطرت ڈاکٹر کو قتل کیا ہے جس نے نبی آخر الزمان کی شان میں گستاخی کر کے مسلمانوں کے دلوں کا امن سکون لوٹ لیا تھا بہرحال غازی مرید حسین پر قتل کے الزام میں مقدمہ چلا۔ حصار کے ایک مشہور وکیل بیرسٹر جلال الدین قریشی نے آپکی طرف سے پیروی کی۔ حصار کے ضلع کی کچہری میں مقدمے کی سماعت ایک مجسٹریٹ پنڈت لکشمی داس کے پاس شروع ہوئی ابتدائی سماعت کے بعد اس نے جلدی ہی مقدمہ سیشن کے سپرد کر دیا جس نے اقبالی بیان کی وجہ سے آپ کو موت کی سزا سنائی۔ بعد میں دردمند مسلمانوں نے اپیلیں بھی کیں مگر سزائے موت برقرار رہی۔ بالآخر ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعۃ المبارک کی صبح کو آپ نے ہنستے مسکراتے تختہ دار پر چڑھ کر محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رشتۂ غلامی کے حق کو ادا کر دیا اور تاریخ تحفظِ ناموسِ رسالت کے صفحات میں اپنا نام سنہری حروف میں لکھوا لیا۔

غازی محمد عبد اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ

لاہور سرگودھا روڈ پر شیخوپورہ کے ایک قصبہ خانقاہ ڈوگراں سے جنوب کیجانب

چک نمبر ۱۲۴ اخورد میں اس واقعہ کے بہت سے چشم دید گواہ آج بھی زندہ ہیں وہ بتاتے ہیں کہ قریبی موضع میں چلچل سنگھ نام کا ایک آدمی تھا جو پہلے مسلمان تھا اور اس کا نام نور محمد تھا لیکن وہ شامتوں مارا ایک عورت کو اغوا کر کے روپوش ہو گیا تھا۔ پولیس ہر وقت اس کے تعاقب میں رہتی تھی۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لیے سکھوں کی امداد اور پشت پناہی طلب کی لیکن سکھوں نے شرط عائد کی کہ جب تک تم ہمارے مذہب میں داخل نہیں ہوتے ہم تمہاری مدد نہیں کریں گے نور محمد اس عورت کے عشق میں دیوانگی کی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس نے بغیر سوچے سمجھے سکھ مذہب قبول کر لیا اور اسلام سے رشتہ توڑ لیا۔ ایک دن جب سکھوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا اس نے سکھوں کی خوشنودی کے لیے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات کہے۔ اس نے کہا کہ مسلمان ہونے سے پہلے مجھے صحیح علم نہ تھا۔ اب سکھ مت کی پیروی اختیار کی ہے تو پتہ چلا کہ مسلمانوں کے نبی تو (نعوذ باللہ) ایسے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ غازی محمد عبداللہ شہید موضع پٹی ضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ ایک روز آپ کے مقدر کا ستارہ چمکا تو وہ عالم خواب میں تاجدارِ مدینہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ انہیں حکم ہوا کہ عبداللہ یہ مرتد مجھے دُکھ پہنچا رہا ہے۔ جاؤ اس منافق کی زبان بند کر دو ایک روز چلچل سنگھ اور اس کی معشوقہ دلجیت کور اپنی زمین پر نہری کھال کے ساتھ ساتھ ٹہل رہے تھے کہ غازی عبداللہ جو کئی دنوں سے اس کی تلاش میں تھے وہاں پہنچ گئے۔ جونہی وہ قریب آیا آپ نے سب سے پہلے اُسے للکارا۔ اور کہا کہ تیار ہو جاؤ۔ تمہاری موت کا وقت آن پہنچا۔ آپ کی آواز سُن کر اس نے کرپان نکالی اور آپ سے گتھم گتھا ہو گیا۔ آپ کے ہاتھ میں چھری تھی۔ خوش قسمتی سے آپ کا پہلا وار ہی کام آ گیا۔ اور گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے انجام

کو جا پہنچا۔ پولیس کسی تفتیش کے سلسلے میں پہلے ہی سے نزدیکی گاؤں زنگڑ نگر میں موجود تھی۔ اس لیے فوراً جائے واردات پر پہنچ گئی۔ روایت ہے کہ جب آپ کی گرفتاری عمل میں آئی تو غازی عبداللہ اتنے خوش اور ہشاش بشاش تھے جیسے وہ کسی شادی کی تقریب میں آئے ہوئے ہیں۔ بہرکیف آپ کا چالان ہوا۔ مقدمہ شیخوپورہ کی عدالت میں چلتا رہا۔ آپ کی طرف سے ملک محمد انور ایڈووکیٹ نے پیروی کی جو قیامِ پاکستان کے فوراً بعد گورنر کے مشیرِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ تقریباً ایک برس مقدمہ زیرِ سماعت رہا اور آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ محققین کے مطابق یہ سارا واقعہ ۱۹۴۲ء کے لگ بھگ پیش آیا۔ پھانسی کی سزا آپکو لاہور میں دی گئی۔ آپ کے لواحقین آپ کی میت کو تدفین کے لیے موضع پٹی مل تحصیل رجو پہلے ضلع قصور میں ایک تحصیل تھی، امرتسر (بھارت) لے گئے۔ اور وہیں آپکو دفن کیا گیا۔

حضراتِ گرامی!

آپ نے پڑھا کہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ سے ختم ہوتے چلے آئے ہیں اور ختم ہوتے رہیں گے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان شروع سے بلند ہوتی رہی ہے۔ اور بلند ہوتی رہے گی۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انجام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ○ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ○ وَّامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ○ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○ (پ ۳۰)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

حضراتِ گرامی!

میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں سے سورۂ لہب کی تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ○	تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ
مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ○	اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ
سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ○	کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا
وَّامْرَاَتُہٗ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ○	اب دھنستا ہے لپٹ مارتی آگ میں
فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ○	وہ اور اسکی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر
(پ ۳۰)	اٹھاتی اسکے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

اب اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول سنیئے:

شانِ نزول

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ عام کا حکم ہوا۔ کہ آپ اپنے خاندان والوں کو پیغامِ حق سنائیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اہلِ عرب کو کوہِ صفا پر دعوت دی۔

بالخصوص فرمایا اے بنو عبدالمطلب اے بنو فہر۔ پھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے اپنی صداقت کے بارے میں شہادتیں لینے کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں سامنے والے سخت عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اور فرمایا۔

اِنْ اَخْبَرْتُکُمْ اَنَّ بِسَفْحِ ھٰذَا الْجَبَلِ خَیْلًا اَکُنْتُمْ مُصَدِّقِیَّ قَالُوْا نَعَمْ۔	اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے بڑا لشکر ہے جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا۔ مان لوگے۔ سب نے کہا ہاں مان لیں گے۔

ہم تمہیں جانتے ہیں۔ کہ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا کہ تم تباہ ہو جاؤ۔ کیا تم نے ہمیں اس لیے جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورہ شریف نازل ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جواب دیا چنانچہ جب ابولہب نے پہلی آیت سنی تو کہنے لگا کہ جو کچھ میرا بھتیجا کہتا ہے۔ اگر سچ ہو تو میں اپنی جان کے لیے اپنے مال و اولاد کو بطور فدیہ دے دوں گا۔ یاد رہے کہ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ سے ابولہب مراد ہے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مَا کَسَبَ سے اس کی اولاد مراد ہے مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ۔ میں اس کا

رد فرمایا گیا کہ یہ خیال غلط ہے۔ اس وقت کوئی چیز کام آنے والی نہیں۔ چنانچہ اس کے بیٹے عتبہ کی شام کے راستہ میں شیر نے جان لے لی۔

عتبہ کا انجام بد

عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ جب شام جانے لگا تو کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر انہیں سخت سناؤں گا۔ چنانچہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاکر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سورۂ نجم کو نہیں مانتا۔ پھر اس ظالم گستاخ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف تھوکا اور آپ کی صاحبزادی کو طلاق دے دی۔ اس پر آپ نے فرمایا

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِّنْ کِلَابِکَ ۔ اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلّط کر دے۔

عتبہ نے گھر آکر سارا واقعہ سنایا۔ اس کے بعد ابولہب اور اس کا وہی گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیٹا ایک قافلے کے ساتھ ملک شام کو روانہ ہو گئے۔ ایک جگہ شب باشی کی تو وہاں ایک راہب نے اپنی عبادت گاہ سے آواز دی۔ لوگو رات کو ہوشیار رہنا اس جگہ پر درندے بہت ہیں۔ چنانچہ ابولہب نے راہب کی آواز سن کر کہا۔

اَعِیْنُوْنِیْ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ فَاِنِّیْ اَخَافُ عَلٰی اِبْنِیْ دَعْوَۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اے قریش کے لوگو میری مدد کرو میں اپنے بیٹے پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ڈرتا ہوں۔

ابولہب کی اپیل پر قریش یعنی اہلِ قافلہ نے تمام اونٹ عتبہ کے اردگرد بٹھائے اور عُتبہ کو ہر طرف سے محفوظ کیا۔ لیکن رات کو شیر آیا اور تمام اہلِ قافلہ اور اونٹوں کو چیرتا ہوا سب کے چہروں کو سونگھ کر آگے چلتا گیا۔ اور عتبہ تک پہنچ گیا۔

حَتّٰی ضَرَبَ عُتْبَۃَ فَقَتَلَہٗ وَھَلَکَ ۔ یہاں تک کہ اُسے قتل کر دیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

ابولہب کا انجام بد:

غزوۂ بدر کے بعد ابولہب سات راتوں کے اندر پھنسیوں کی بیماری سے مرا۔ (العدسیہ) وہ پھنسیاں جو بدن پر ظاہر ہوتی ہیں۔ مسور کی دال کے برابر ہوتی ہیں۔ یہ طاعون کی جنس ہے۔ اکثر کو زندہ نہیں چھوڑتیں۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہلِ خانہ اُس کو ہاتھ نہ لگاتے کہ یہ وبائی بیماری ہے ایسا نہ ہو کہ ہم اس میں مبتلا ہو جائیں۔ اہلِ عرب اس بیماری کو طاعون کی طرح سمجھتے تھے۔ اسی طرح گھر میں بے یار و مددگار پڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے جسم میں بدبو پھیل گئی۔

ثُمَّ اسْتَاْجَرُوْا بَعْضَ السُّوْدَانِ وَاحْتَمَلُوْہُ۔

پھر گھر والوں نے سوڈانیوں کو مزدوری دیکر اسے اٹھوایا۔ انہوں نے اُسے گڑھے میں پھینک دیا۔

ابولہب کی بیوی کا انجام بد

ابولہب کی بیوی کا نام ام جمیل بنتِ حرب بن اُمیہ تھا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھوپھی تھی۔ اس کا نام عوراء تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت دشمن تھی۔ جنگل جاتی وہاں سے خار دار درختوں کی شاخوں کا گٹھا اپنے سر پر لاتی۔

فَنَشَرَهَا بِاللَّيْلِ فِي طَرِيقِ النَّبِيِّ علیہ السلام تا خاری نعوذ باللہ د۔د امنش او پانش۔	اور رات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں بچھاتی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن اور آپ کے نازک قدموں میں چبھیں۔

اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ باوجود مالدار ہونے کے یہ کام خود کرتی۔ اپنی لونڈیوں سے یہ کام نہ لیتی۔ چنانچہ وہ آپ کے پاؤں میں کانٹے بچھاتی نہ تھکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ کانٹے پھول یا ریشم کی طرح نرم بنا دیتا۔ جن پر آپ آرام سے گزر جاتے۔ وقت گزرتا گیا جب اس کا انجام بد قریب آیا تو کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝	اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

ہوا یوں کہ ام جمیل روزانہ کانٹے دار لکڑیاں چن کر گٹھڑی لاتی۔ ایک رات حسب دستور لکڑیاں لا رہی تھی۔ تھک گئی۔ تو تھوڑی دیر سکون کے لیے ایک پتھر پر بیٹھی تو ایک فرشتے نے اُسے پیچھے سے کھینچ کر نیچے گرا دیا۔ گٹھڑی کی رسی گلے میں پھانسی کا کام کر گئی۔ اس طرح اس کی جان نکلی۔ اور مرتے ہی جہنم میں پہنچی۔

(روح البیان ج ۱۰ ص ۵۳۲)

حضراتِ محترم!

معلوم ہوا کہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا سنتِ خدا ہے اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ خود بدلہ لیتا ہے۔ جس کا انجام انتہائی ذلت آمیز اور بُرا ہوتا ہے۔

ابن قمیہ کا انجام بد

منقول ہے کہ ابن قمیہ ملعون نے جنگِ اُحد میں اپنی شمشیر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وار کیا۔ تو آپ اس ملعون کی ضرب اور اپنے جسم اقدس کے ہتھیاروں سے (آپ دو زرہ پہنے ہوئے تھے) اس غار میں آ رہے جو وہاں قریب ہی تھا یا دشمن نے کھود رکھی تھی۔ چنانچہ آپ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے آپ کے زانوئے مبارک خراشیدہ ہو گئے۔ وہیں سے اس ملعون نے آواز لگائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے۔ اور شیطان لعین بھی اس کا ہم آواز ہو گیا کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا اے گروہِ قریش تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (نعوذ باللہ) کس نے کام تمام کیا۔ ابن قمیہ ملعون بولا میں نے۔ ابوسفیان نے کہا ہم تیرے ہاتھ میں ویسے ہی کنگن پہنائیں گے جیسے عجمی لوگ اپنے بہادروں اور پہلوانوں کو پہناتے ہیں۔ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں گر گئے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ تاکہ زمین سے اٹھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُوپر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک کو پکڑا اور زور لگایا۔ یہاں تک کہ آپ اوپر تشریف لے آئے۔ چنانچہ جب ابن قمیہ ملعون نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تلوار کا وار کیا تھا تو کہا تھا کہ یہ میرا وار ہے اور سن لو کہ میں ابن قمیہ ہوں۔ اس پر حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَقْمَاَكَ اللّٰهُ وَاَذَلَّكَ۔ اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و خوار کرے۔ اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ اسی سال وہ اپنے ریوڑ کے قریب ایک پہاڑ کی چوٹی پر سو رہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک مینڈھا مسلط کیا اور اس نے اپنا سینگ اس کے پیٹ میں مارا۔

جو اس کے حلق سے پار ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ ج-۲ صـ ۲۲۳)

جہجاہ غفاری کا انجامِ بد

جہجاہ غفاری نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے اس لیے لی کہ اُس کو اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالے تب لوگ چلائے۔ پھر اس کے گھٹنے میں آکلہ کا مرض ہو گیا۔ (آکلہ وہ مرض ہے جس سے عضو گل جاتا ہے) اس کو کاٹ ڈالا اور وہ سال سے پہلے مر گیا (کتاب الشفاء صـ ۲۲۶)

گستاخ واعظ کا انجامِ بد

ایک گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واعظ کا ذکر ہے۔ کہ وہ ایک بھرے مجمع میں کہنے لگا کہ اس دُنیا میں خواہشِ نفسانی سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ اگرچہ فلاں فلاں۔ یہاں پر اُس نے ایسے حضرات کا نام بھی لیا جن کے متعلق ایسا الزام ان کے شایانِ شان نہیں۔ اُسے کسی صاحبِ دل نے کہا خدا کا خوف کیجئے۔ تو باقی لوگوں کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس قبیح نسبت سے ملوث کئے جا رہا ہے۔ اُس نے کہا کیا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ (مجھے عورتوں سے محبت کا حکم دیا گیا ہے) میں نے اُسے کہا تو نے غور نہیں کیا۔ آپ نے حُبِّبَ فرمایا ہے نہ کہ اَحْبَبْتُ یعنی مجھے از خود محبت نہیں۔ بلکہ میں اس کی محبت کا حکم دیا گیا ہوں۔ اس کی اس بکواس سے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں وہاں سے پریشان ہو کر نکلا۔ تو خواب میں۔

فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَا تَهْتَمَّ فَقَدْ قَتَلْنَاهُ۔	مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور فرمایا آپ پریشان نہ ہو۔ غم نہ

کرو ہم نے اُسے قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وہ واعظ کسی دیہات میں گیا تو ڈاکوؤں نے اُسے قتل کر دیا۔

(روح البیان ج-۲ صـ ۱۸۳)

ابوجہل کا انجامِ بد

منقول ہے کہ بعض اوقات ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے چل کر آپ کی نقلیں اتارتا تھا۔ چنانچہ کبھی ناک چڑھاتا کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ آپ نے ایک دفعہ مڑ کر دیکھا تو اُس نے اپنی صورت بگاڑی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔

کُنْ کَذٰلِکَ فَکَانَ کَذٰلِکَ اِلٰی اَنْ مَاتَ لَعَنَهُ اللّٰهُ۔	اسی طرح ہو جا۔ چنانچہ وہ مرتے دم تک اسی ٹیڑھی صورت میں رہا۔

(روح البیان ج-۴ صـ ۱۰۱)

حکم بن العاص کا انجامِ بد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم بن العاص کے قریب سے گزرے تو وہ حضور سید دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقلیں اتارنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مڑ کر دیکھ کر فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِهٖ وَزْغًا۔ اے اللہ تعالیٰ اسے گرگٹ کی طرح بنا دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہنے پر وہ کانپا اور وہیں تھرتھرانے لگا۔ (روح البیان ج-۴ صـ ۳۶۱)

العاص بن وائل کا انجامِ بد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بہت زیادہ مذاق کرنے والوں میں ایک العاص بن وائل السہمی یعنی عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد بھی تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چلتے تو یہی بدبخت آپ کے پیچھے ناک چڑھاتا اور منہ کھولتا پھرتا تھا۔ اور طرح طرح کی ہنسی مذاق کرتا تھا۔

فَخَرَجَ فِيْ يَوْمٍ مَطِيْرٍ عَلٰى رَاحِلَةٍ مَعَ ابْنَيْنِ لَهٗ فَنَزَلَ شِعْبًا۔	ایک دن بارش میں اونٹ پر سوار ہو کر اپنے دو بیٹوں کے ساتھ کہیں جا رہا

تھا تو ایک وادی میں اُترا زمین پر قدم رکھا تو دھاڑیں مارنے لگا۔ بہت جستجو کی لیکن معلوم نہ ہو سکا۔ دراصل اسے سانپ نے ڈس لیا تھا جس سے اس کا پاؤں سوجھ کر اونٹ کی گردن جیسا موٹا ہو گیا۔ بالآخر وہ اسی مرض سے وہیں پر واصل جہنم ہو گیا۔

(روح البیان ص۲۹۱ ج۴)

اسود بن مطلب کا انجامِ بد

اسود بن المطلب بن الحارث بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں میں سے تھا۔ اس بدبخت کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اشاروں سے ہنسی مذاق کرتا تھا۔ بلکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھتا تھا تو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ جس کا انجام یہ ہوا۔ کہ وہ اپنے نوکر کے ساتھ کہیں سفر پر چلا۔ ایک درخت کے نیچے آرام کیلئے ٹھہرا۔

فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ وَهُوَ قَاعِدٌ اِلٰى اَصْلِ شَجَرَةٍ فَجَعَلَ يَنْطَحُ اَيْ يَضْرِبُ — پس جبریل علیہ السلام آئے اور وہ درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا تو جبریل علیہ السلام اس کے سر پر ٹھونسے لگانے لگے

اور وہ دھاڑیں مارتا تھا۔ اس کا نوکر کہتا تھا کہ تو خواہ مخواہ شور مچاتا ہے مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ بالآخر وہ اسی طرح چیختا چلاتا مر گیا۔

(روح البیان ص۲۹۱ ج۴)

اسود بن عبد یغوث کا انجامِ بد

اسود بن عبد یغوث بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمنوں میں سے ایک تھا۔ وہ ایک گھر سے نکلا تو وہ گرم ہوا کے جھونکے سے کوئلے کی طرح کالا سیاہ ہو گیا۔ جب وہ اپنے گھر واپس لوٹا

فَلَمْ يَعْرِفُوْهُ فَاَغْلَقُوْا دُوْنَهُ الْبَابَ وَلَمْ يَدْخُلْهُ دَارَهُمْ حَتّٰى مَاتَ۔	تو اسے گھر والے بھی نہ پہچان سکے۔ بلکہ اسے آتے دیکھ کر اجنبی سمجھتے ہوئے گھر میں داخل ہونے سے نہ صرف روک

دیا بلکہ اپنے گھر سے دھکیل دیا۔ بالآخر وہ اسی ذلت و خواری سے مر گیا۔

یہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ماموں زاد تھا۔ باوجود اتنا قریبی رشتہ دار ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مخالف تھا کہ جونہی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھتا تو ہنستے ہوئے کہتا۔ لو دیکھو یہ ہیں کسریٰ اور قیصر کے شہنشاہ وہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی تھی کہ میرے امتی عنقریب کسریٰ و قیصر کے شاہی محلوں پر قبضہ کریں گے) وہ بدبخت اسی خبر کے پیشِ نظر مذاق کرتا تھا۔ اس وقت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ حالت تھی کہ اُن کے تن پر پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ (روح البیان ص۲۹۲ ج۴)

ولید بن مغیرہ کا انجامِ بد

ولید بن مغیرہ یعنی حضرت خالد سیف من سیوف اللہ کا والد تھا۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو جب دیکھتا ہنسی مذاق اور ٹھٹھا مخول کرتا تھا۔ حتیٰ کہ طواف کرتے ہوئے بھی
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک لے کر مذاق اُڑاتا تھا۔ کہیں جا رہا تھا کہ
راستے میں ایک شخص تیر بنا رہا تھا۔ ایک تیر اُس کے کپڑے سے چمٹ گیا۔ اس نے
ازراہِ تکبر اسے اپنے کپڑے سے نہ اُتارا ویسے ہی اکڑتا ہوا چلتا گیا۔ کہیں جا کر اس
نے وہ کپڑا کندھے پر ڈالا تو وہی تیر اُس کی پنڈلی میں چبھ گیا جس سے رگ شریان
پھٹ گئی۔

ثُمَّ لَمْ يَنْقَطِعْ عَنْهُ الدَّمُ حَتّٰى مَاتَ۔	ایسا خون جاری ہوا کہ اُس نے بند ہونے کا نام نہ لیا۔ بالآخر وہ اسی سے مر گیا۔ (روح البیان ص۹۲ ج۴)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

حضرات!

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی میں آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں کو سزا ملی اور ان کا انجام بڑا ہی برا ہوا وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی طرح آپ کے وصال پاک کے بعد بھی جن بدبختوں نے آپ کی شان میں بے ادبی کی وہ بھی غضبِ الٰہی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ حتیٰ کہ وہ اسی وقت اپنے کئے کی سزا بھگت کر فی النار جہنم ہو گئے۔ اور ان کی موت دنیا والوں کے سامنے ایک عبرت ناک ثابت ہوئی

قبرِ انور میں نقب

سلطان عادل نور الدین زنگی نے ۵۵۷ھ میں نمازِ تہجد کے بعد ایک رات میں

تین مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو شخصوں کو دکھلا کر یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ اے نور الدین تم ان دونوں کو مجھ سے جدا کرو۔ سلطان یہ خواب دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور اپنے دیندار وصالح وزیر جمال الدین موصلی سے اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ تو وزیر موصوف نے بے چین ہو کر انتہائی اضطراب میں یہ عرض کیا کہ اے سلطان عادل اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ضرور مدینہ منورہ میں کوئی بہت بڑا حادثہ نمودار ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب ایک لمحہ کے لئے بھی ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے اور انتہائی ضروری ہے کہ ہم دونوں انتہائی خاموشی کے ساتھ فوراً مدینہ منورہ حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ صرف بیس آدمیوں کے ہمراہ کثیر دولت لیکر تیز رفتار سواریوں پر سفر کر کے صرف سولہ روز میں سلطان مع وزیر کے ملک شام سے ناگہاں مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ سلطان نے مسجد نبوی میں دوگانہ ادا کر کے صلوٰۃ وسلام عرض کیا اور مسجد کے صحن میں بیٹھ گئے۔ اور وزیر نے یہ اعلان کیا کہ سلطان اس وقت قبرِ انور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اور اہلِ مدینہ کو نذرانۂ عقیدت کے طور پر ایک کثیر رقم ہر ہر فرد کو دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا مدینہ منورہ کا ہر باشندہ سلطان کے پاس حاضر ہو کر اپنا اپنا نذرانہ لے جائے۔ چنانچہ تمام مدینہ والے بادشاہ کے پاس آکر نذرانہ وصول کرتے رہے۔ مگر جن دو شخصوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دکھلایا تھا وہ دونوں نظر نہیں آئے۔ یہاں تک کہ جب لوگوں کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا تو سلطان نے دریافت فرمایا کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی باقی رہ گیا ہے جو ابھی تک نذرانہ لینے نہ آیا ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ باشندگانِ مدینہ میں سے کوئی شخص بھی باقی نہیں رہ گیا ہے مگر روم کے رہنے والے دو انتہائی عابد و زاہد آدمی ایسے ہیں جو کبھی کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتے بلکہ وہ خود بے شمار مال و دولت مدینہ منورہ کے فقراء و مساکین پر تصدق کرتے ہیں۔ صرف وہی دونوں نہیں آئے۔ سلطان نے فوراً ان دونوں کو

حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب یہ دونوں سلطان کے سامنے آئے تو حیرت و استعجاب سے سلطان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ یہی وہ دونوں شخص تھے جن کو خواب میں دکھلا کر فرمایا تھا کہ اے نورالدین تم ان دونوں کو مجھ سے جدا کر دو۔

سلطان نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟ دونوں نے جواب دیا ہم بلادِ مغرب کے رہنے والے ہیں اس سال ہم حج کے لیئے آئے تھے اور اب ایک سال تک کے لیئے ہم نے روضۂ مبارک کے مجاور بن کر رہنے کا عزم کر لیا ہے۔ سلطان نے غضب سے تیوری چڑھا کر کئی بار فرمایا کہ تم لوگ سچ سچ بتا دو۔ مگر وہ دونوں ہر بار نہایت جرأت کے ساتھ یہی کہتے رہے۔ بالآخر سلطان نے ان دونوں کی قیام گاہ کا پتہ دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ دونوں مدینہ منورہ کے بالکل قریب ایک مکان میں رہتے ہیں۔ سلطان نے ان دونوں کی گرفتاری کا حکم دیا اور خود اکیلا ان دونوں کے کمرہ میں داخل ہو گیا تو دیکھا کہ کمرہ میں بے شمار درہم و دینار کا انبار لگا ہوا ہے۔ طاقوں پر چند کتابیں رکھی ہوئی ہیں اور دو مہریں پڑی ہوئی ہیں۔ کمرے میں اس کے سوا دوسرا کوئی سامان نظر نہیں آیا۔ سلطان نے جب اہلِ مدینہ کے معززین سے دونوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو سب بالاتفاق کہنے لگے کہ یہ دونوں نہایت ہی مرد صالح، ہمیشہ کے روزہ دار، شب زندہ دار اور تہجد گزار ہیں۔ دن رات روضۂ منورہ پر حاضر رہتے ہیں، روزانہ صبح کو جنت البقیع اور ہر ہفتہ کو مسجد قبا کی زیارت کے لیئے جاتے ہیں اور کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے اور اس سال کی قحط سالی میں مدینہ منورہ کے باشندوں کی بے انتہا مالی مدد کرتے رہے ہیں۔

سلطان ان دونوں کی زاہدانہ صورتوں کو دیکھ کر اور اہلِ مدینہ کی مدح سرائی سُن سن کر محوِ حیرت تھا اور سیخ تعجب بن کر کمرے میں بار بار چکر لگاتا اور نیچے اوپر دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ سلطان نے کمرے میں بچھی ہوئی چٹائی کو اُٹھانے کا حکم دیا۔ جب چٹائی اُٹھائی

گئی تو اچانک یہ نظر آیا کہ زمین میں اتنی گہری سرنگ کھودی ہوئی ہے جو قبرِ انور تک پہنچ چکی ہے۔ سلطان اور اہلِ مدینہ یہ ہوش ربا منظر دیکھ کر ایک دم سناٹے میں آگئے اور ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ سلطان نے غصہ میں سُرخ انگارہ بن کر تڑپتے ہوئے پوچھا کہ تم دونوں سچ سچ بول دو کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ کچھ دیر تو وہ دونوں خاموش رہے۔ مگر جب ان دونوں پر کوڑوں کی مار پڑنے لگی تو دونوں کہنے لگے کہ ہم دونوں نصرانی ہیں۔ ہم کو روم کے نصرانیوں نے مغربی حجاج کے ساتھ بے شمار مال و دولت دیکر اس مقصد کے لیئے یہاں بھیجا ہے۔ کہ ہم قبرِ انور کھود کر پیغمبر اسلام کے جسمِ انور کو نکال کر لے جائیں۔ چنانچہ ہم لوگ ساری رات نقب کھودتے ہیں اور مٹی کو ایک تھیلے میں جمع کر کے روزانہ صبح کو جنت البقیع کے قبرستان میں پھینک دیتے ہیں۔ یہ نقب بالکل قبر شریف تک جا پہنچا ہے۔ اور کل ہی رات ہم جسم مبارک نکالنے والے تھے مگر ناگہاں رات میں شدید بارش اور برق و باد کا طوفان آجانے سے ہم یہ کام نہ کر سکے۔ اور آج صبح کو اچانک سلطان تشریف لائے اور ہم گرفتار ہو گئے۔ سلطان نورالدین ان ناپاک ظالموں اور خوفناک مجرموں کا لرزہ خیز اور دل ہلا دینے والا بیان سن کر لرزہ اندام ہو گیا اور جوشِ غضب میں روضہ انور کی دیوار پکڑ کر پھوٹ پھوٹ کر زار و قطار رونے لگا۔ پھر غیظ و غضب میں بے خود ہو کر اپنی تلوار سے ان دونوں ملزموں کا سر اُڑا دیا۔ اور ان کی لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں جلا کر راکھ کر دیا اور اپنی خوش نصیبی پر ناز کر کے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مجھ پر کتنا بڑا کرم ہے کہ تمام جہان والوں میں سے اس خدمت کے لیئے مجھ کمترین غلام کو منتخب فرمایا ہے اور تین مرتبہ خواب میں مجھے اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرما کر۔ مجھے اس خدمت کے لیئے مجھ کمترین غلام کو منتخب فرمایا ہے اور تین مرتبہ خواب

میں مجھے اپنے دیدارِ پُر انوار سے مشرف فرما کر مجھے اس خدمت کے لیے مامور فرمایا۔ سُلطان بار بار یہی کہتے تھے۔ اور ان کی اشک بار آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرات گوہر آب دار بن کر ان کے چمکتے ہوئے رخسار پر نثار ہو رہے تھے اس خوشی میں سُلطان نے بے شمار دولت لٹا کر غریبوں اور مسکینوں کو مالا مال کر دیا پھر روضۂ انور کے اِرد گرد چاروں طرف نہایت گہری نیو کھدوا کر اور سیسہ پگھلا کر اس نیو میں بھروا دیا۔ تاکہ قبرِ انور کے گرد سیسہ کی دیوار میں کوئی نقب نہ لگا سکے۔

ملعون منصوبہ ناکام

جب مصر کے عبیدی خاندان کے بادشاہ کا حجاز پر بھی تسلط ہو گیا تو بعض زندیقوں نے بادشاہ کو یہ ناپاک مشورہ دیا کہ روضۂ منورہ کو کھود کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جسم انور اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک جسموں کو مدینہ منورہ سے منتقل کر کے مصر میں دفن کر دیا جائے تو مصر کی عزت و عظمت میں چار چاند لگ جائیں گے کہ تمام دنیائے اسلام کے زائرین بجائے مدینہ منورہ کے مصر آنے لگیں گے۔ احمق و بددین بادشاہ مصر کو یہ مشورہ پسند آگیا۔ اور اس نے اپنے ایک بہت ہی معتمد درباری کو اس مہم کے لیئے مدینہ منورہ بھیج دیا جس کا نام ابوالفتوح تھا۔ اہلِ مدینہ کو اس ناپاک منصوبہ کی خبر ہو گئی تھی۔ چنانچہ جیسے ابوالفتوح کا قافلہ اس منحوس عزم کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوا مدینہ کے ایک قاری نے مجمع عام میں یہ آیت تلاوت کر دی۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ

کیا تم لوگ اس قوم سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کر لیا حالانکہ

فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (سورۂ توبہ)

انہیں کی طرف سے پہل ہوئی ہے۔ کیا ان سے ڈرتے ہو۔ تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔

قاری نے ایسے پُرسوز لہجے میں اس آیت کو پڑھا کہ اہلِ مدینہ کے قلوب میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے جوش و خروش کا ایک آتش فشاں پھٹ پڑا۔ اور لوگ غیظ و غضب میں بھر کر اتنے جوش اور طیش میں آگئے۔ کہ ابوالفتوح اور اور اس کے ہمراہیوں کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور اسی رات میں اچانک ایسی خوفناک آندھی آئی کہ اونٹ مع پالان کے اور اونٹ مع زین اور سوار کے گیند کی طرح زمین پر لڑھکتے ہوئے نظر آنے لگے۔ یہ قدرتی مناظر دیکھ کر ابوالفتح کے دل میں ایسا خوف و ہراس طاری ہوا کہ وہ مارے دہشت کے بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگا اور قسم کھا کھا کر یہ اعلان کرنے لگا کہ اگر بادشاہ مصر میرا سر بھی کاٹ لے۔ پھر بھی اس ملعون منصوبہ پر ہر گز ہر گز کبھی عمل نہیں کروں گا یہ سُن کر اہلِ مدینہ کا جوش ٹھنڈا ہوا۔ اور اپنی جان بچا کر ابوالفتح مصر چلا گیا اور بادشاہ کو اتنا خوف دلایا کہ اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اور وہ اس منصوبہ سے تائب ہو گیا

(روحانی حکایات ص ۱۴ ج ۲)

حضراتِ محترم!

مذکورہ بالا حکایات کو پڑھ کر اندازہ لگائیے کہ زمانۂ ماضی میں دشمنانِ اسلام نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی توہین اور ایذا رسانی کے لیئے کیسی کیسی خوفناک سازشیں کیں اور کیسے کیسے گندے اور گھناؤنے منصوبے بنائے مگر اللہ تعالیٰ کا وعدہ کتنا حق اور سچا ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ اے محبوب

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

کفارِ مکہ بڑی بڑی کوششیں اور انتہائی جد وجہد کرتے رہے کہ پیغمبرِ اسلام کا خاتمہ کر کے اسلام کا نام ونشان مٹا دیں۔ کبھی رات میں کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کر کے پیغمبرِ برحق کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ کبھی دورانِ سفر رات کے اندھیرے میں اچانک قتل کر دینے کا پلان تیار کیا۔ کبھی میدانِ جنگ میں حملہ کر کے شہید کر دینے کا عزم کیا۔ کبھی جادو کر کے کبھی زہر کھلا کر مار ڈالنے کا پروگرام بنایا لیکن چونکہ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ وعدہ لیا تھا کہ اے نبی اللہ تعالیٰ آپ کو ان لوگوں سے بچائے گا۔ چنانچہ ہر موقع پر خدا کا وعدہ پورا ہوا اور جب بھی کفار نے کوئی سازشی حملہ کیا اور چراغِ نبوت کو بجھا دینے کا ارادہ کیا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسی مدد کا سامان پیدا ہو گیا کہ کفار کا منصوبہ ناکام ہو گیا اور قدرت پکار اٹھی کہ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حضراتِ گرامی!

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی کو اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ہر وار سے محفوظ و مامون رکھا کہ دنیا کا کوئی بھی دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ آپ کو قتل کر سکا۔ نہ آپ کا نام ونشان مٹا سکا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبرِ انور کو بھی اپنی حفاظت میں اسطرح محفوظ فرما لیا ہے کہ کوئی دشمنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ انور تک دست درازی کر کے آپ کے وجودِ مقدس کی توہین اور ایذا رسانی کی قدرت نہیں پا سکتا۔ چنانچہ آپ نے دیکھ لیا کہ روم کے نصاریٰ ہوں یا مصر کے ملحدین یا کوئی دوسرے ملعونین۔ جس نے بھی قبرِ انور کھودنے کا پروگرام بنایا وہ خائب و خاسر اور ناکام و نامراد ہی رہا۔ اور ہر خوفناک سے خوفناک سازشی پلان کے موقع پر منادیٔ قدرت

کا یہی اعلان رہا کہ ؎

مصطفےٰ ہے نورِ حق اس کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون

حضرات!

ان حکایتوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں۔ اور تمام جہاں والوں کے نیک و بد اعمال آپ کے پیشِ نظر ہیں۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قبرِ انور میں بھی طرح طرح کے تصرفات کی طاقت و قدرت بخشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی اپنی بارگاہ کے مجرموں کو سزا دلانے کے لیے ملکِ شام سے سلطان نور الدین کو طلب فرما لیا اور کبھی خود ہی اپنی نگاہِ قہر سے ملعونین کو زندہ درگور فرما دیا۔ الغرض ؎

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

شانِ ولایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ہ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً ہ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ہ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

حضرات گرامی!

دنیا کا شہنشاہ اس وقت تک شہنشاہ ہے جب تک زندہ ہے مرگیا تو شہنشاہت ختم ...... وزیر اس تک وزیر ہے جب تک زندہ ہے مرگیا تو وزارت ختم .... مشیر اس وقت تک مشیر ہے جب تک زندہ ہے مرگیا تو مشارت ختم ..... امیر اس وقت تک امیر ہے جب تک زندہ ہے مرگیا تو امارت ختم ..... مگر اللہ کا ولی دنیا میں بھی ولی ہے اور مرنے کے بعد قبر میں بھی ولی ہے اس لیے کہ ان لوگوں نے اپنی زندگی اللہ تعالےٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا میں گزاری .... جن کے شب و روز اللہ تعالےٰ کے ذکر واذکار

اور عبادت و ریاضت میں گزارے - جن کی ہر وقت توجہ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی رضا کی طرف رہی - جنہوں نے اس فانی دنیا کی پرواہ نہ کی ان کے کام بھی زندہ ہیں - ان کے نام بھی زندہ ہیں - بلکہ وہ خود بھی عالم برزخ میں زندہ ہیں انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا

یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ ہ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ہ (پ ۳۰)

اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کر تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ -

حضرات محترم!

آخر وجہ کیا ہے؟ کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد قبر میں زندہ ہیں - صوفیاء کرام فرماتے ہیں - کہ

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا - مرنے سے پہلے مرجاؤ

کیا مطلب جو مرنے سے پہلے مرجائے گا - وہ پھر کبھی نہ مرے گا جس نے اپنی ہستی کو مٹا دیا - نفسانی خواہشات کو ختم کر دیا - ہر دم اسی کی یاد اسی کی رضا حاصل کرنے میں صرف کیا - نفس و شیطان کے ساتھ اعمال صالحہ کے ذریعے جہاد کیا - اور اسی حال میں ان کی موت آ گئی تو پھر ان کی موت موت نہیں - بلکہ ان کے لیے دائمی اور باقی زندگی کا پیغام ہوگی -

مسافرِ راہگیر!

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ حضور سرور کائنات

صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے میرے کندھے سے پکڑ کر ارشاد فرمایا دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر یا راہگیر ،
وَعُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ ۔ اور اپنے آپ کو قبر والوں میں سے شمار کرو ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۰)

حضرات !

اس حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ جس طرح کوئی مسافر سفر میں اور کوئی راہ گیر راستے میں دل نہیں لگاتا ۔ اسی طرح تم بھی دنیا میں دل نہ لگاؤ ۔ بلکہ مسافروں کی طرح اگلی منزل کے لیئے تیار رہو ۔ کیونکہ مومن کا اصل وطن آخرت ہے ۔ یعنی جس طرح انسان مرکر دنیا کی ہر چیز سے الگ ہوجاتا ہے اسی طرح تم دنیا میں ہی اپنا دل ہر چیز سے الگ رکھو ۔ اور خود کو پورے طور پر احکام الٰہی کے سپرد کر دو ۔ یاد الٰہی کو اپنی زندگی اور غفلت کو موت سمجھو ؛
کیونکہ عبادات اسی وقت تک فرض ہیں ۔ جب تک انسان زندہ ہے مرگیا تو عبادات واعمال کا سلسلہ ختم ۔ تو اب غور کریں ۔ اور فیصلہ خود کرلیں ۔ کہ جو زندہ ہونے کے باوجود احکام خداوندی اور فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل نہیں کرتے تو کیا وہ زندہ ہیں یا مردہ ؟ لیکن جو لوگ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں ۔ تو وہ دنیا کی طرح مرنے کے بعد اپنی قبروں میں بھی زندہ ہیں ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ

تاجداراں دے تے ناں امیراں دے
دیوے بلدے نیں سدا فقیراں دے

چہرے پر طمانچہ !

حضرت ابو اسحاق خزاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کا

ہمارے پاس آنا جانا تھا ۔ لیکن وہ اپنے آدھے چہرے کا حصہ ڈھانپے رکھتا تھا ۔ میں نے کہا کہ تو کافی دیر سے ہمارے پاس آتا ہے ۔ لیکن اب تک اس راز کا علم نہیں ہوسکا ۔ کہ تو اپنے چہرے کے آدھے حصے کو کیوں ڈھانپ رکھتا ہے ۔ اس نے عرض کی کہ اگر آپ وعدہ فرمائیں ۔ کہ واقعہ سننے کے بعد ناراض نہیں ہوں گے ۔ تو میں تفصیل عرض کروں ۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تو وہ کہنے لگا ۔ کہ میں بہت بڑا کفن چور تھا ۔ ایک دفعہ ایک عورت مدفون ہوئی تو میں نے حسب عادت اس کی قبر کھودی اور اس کا کفن اتارنا شروع کردیا پہلے اسکی باہر والی چادر کھینچی پھر اندر والی کفنی ۔ لیکن میں نے جونہی اسکی کفنی کو اتارنا چاہا تو اس نے ایک جھٹکے سے کفنی کو اپنی طرف کھینچ لیا ۔ میں نے کہا میت ہوکر مجھ پر غالب ہورہی ہے چنانچہ میں نے کچھ ہوشیار ہوکر ۔
فَجَرَرْتُ اللِّفَافَةَ فَرَفَعَتْ يَدَهَا فَلَطَمَتْنِيْ کفنی کھینچی ۔ تو اس نے زور سے میرے چہرے پر طمانچہ مارا ۔
اس کے بعد میں نے اسکی کفنی چھوڑ دی اور باہر والی چادر جو پہلے کھینچ چکا تھا ۔ وہ بھی اس پر واپس ڈال دی ۔ اور اس کی قبر پر مٹی ڈال دی ۔ اس وقت میں نے توبہ کی کہ آئندہ پوری زندگی کسی کا کفن نہیں چراؤں گا ۔ ابو اسحاق خزاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ جب اس نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو میں نے اس کے چہرے پر پانچ انگلیوں کے نشان دیکھے ۔

(روح البیان ص ۵۱ ج ۳)

نقل مکانی :

حضرت احمد بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ میرے استاد حضرت ابو یعقوب موسیٰ علیہ الرحمۃ نے مجھے سنایا ۔ کہ میرے ایک مرید کا

انتقال ہوگیا - اس کو غسل میں نے خود دیا - جب میں اسے غسل دے رہا تھا
تو میرے مرید نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا - حالانکہ وہ تختے پر پڑا تھا - اور میں
اسے نہلا رہا تھا - میں نے اس سے کہا بیٹا میرا انگوٹھا چھوڑ دو - میں جانتا
ہوں تم مرے نہیں -

بلکہ ایک گھر سے انتقال کرکے دوسرے گھر چلے گئے ہو - تم زندہ ہو - چھوڑ
دو میرے انگوٹھے کو - یہ سن کر میرے مرید نے میرا انگوٹھا چھوڑ دیا

(روض الفائق ص۱۷)

سہ - تاجداراں دے تے ناں امیراں دے
دیوے بلدے نیں سدا فقیراں دے

مردہ ہنس پڑا -

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں
ایک دن میرا گزر بنو سقیفہ کے ایک گھر سے ہوا وہاں میں نے ایک نوجوان
کو مردہ پایا - میں نے اسے جھانک کر دیکھا تو اس نے میرے دیکھنے پر آنکھ
کھولی اور ہنس پڑا - اور فرمایا اللہ والے مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں -
وَاِنَّمَا یُنْقَلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ اور ایک دار سے منتقل ہو کر دوسری
دار میں چلے جاتے ہیں -

(روح البیان ص۱۱۸ ج - ۲)

قبر والے کی مدد :

حضرت الشیخ ابو علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ علیہ کے ہاں ایک فقراء
کی جماعت حاضر ہوئی - ان میں ایک درویش سخت بیمار ہوگیا - اور اسکی بیماری لمبی
ہوگئی - بیماری نے اتنا طول پکڑا - کہ حضرت رودباری کے خدام اسکی خدمت کرتے

سے تنگ آ گئے - بالآخر حضرت رودباری قدس سرہ خود اس کی خدمت کے لئے
کمربستہ ہوگئے - اگرچہ اس سے نفس کو کوفت ہوئی -

لیکن پھر بھی آپ نے اسکی خدمت میں جان کی بازی
لگا دی - یہاں تک کہ اس فقیر کا وصال ہوگیا -

حضرت رودباری نے غسل دیا اور کفن بھی خود پہنایا - اور نماز جنازہ پڑھا
کر قبر میں دفنایا - تو حضرت رودباری کا ارادہ ہوا کہ قبر میں اس فقیر کا حال دیکھیں
اور یاروں کو بھی دکھائیں -

فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ یَّفْتَحَ رَأْسَ کَفَنِہٖ
عِنْدَ اَصْحَابِہٖ فِی الْقَبْرِ رَاٰہُ
وَعَیْنَاہُ مَفْتُوْحَتَانِ اِلَیْہِ

جب اپنے ساتھیوں کے سامنے قبر
میں اس کے چہرے سے کفن ہٹایا
تو دیکھا کہ وہ درویش آنکھ کھول کر
دیکھ رہا ہے -

اور فرمایا اے علی رودباری میں قیامت میں اپنی وجاہت سے تیری مدد کروں
گا - جیسے تم نے اپنے نفس کی مخالفت کرکے میری مدد کی -

(روح البیان ص۱۱۷ ج - ۸)

محبین خدا :

حضرت ابو یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے ہاں مکہ معظمہ میں
میرا ایک مرید حاضر ہوا اور عرض کی حضرت جی میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا
آپ یہ ایک دینار لیجئے آدھے دینار سے خوشبوئیں اور دوسرے آدھے
سے کفن وغیرہ خرید لیجئے - جب کل ظہر کا وقت ہوا تو وہ کعبہ معظمہ کا طواف
کرکے کہیں دور چلا گیا - اور فوت ہوگیا - اس کے بعد انہیں غسل دیا گیا - اور
کفن پہنایا گیا - پھر قبر میں داخل کئے گئے تو قبر میں آنکھ کھول دی - میں

نے اسے کہا کیا موت کے بعد بھی حیات ہے ۔ فرمایا !
اَنَا حَیٌّ فَکُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ ۔ میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر محب زندہ ہوتا ہے ۔

(روح البیان ص ۴۱۷ ج ۸-۷)

تاجداراں دے تے ناں امیراں دے
دیوے بلدے نیں سدا فقیراں دے

شیخ سعدی کے اشعار !

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد کے مدرسہ سے واپس آ رہا تھا۔ کہ ایک لمبی گلی سے میرا گزر ہوا۔ اس وقت میں شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔ اور خوب ذوق و شوق حاصل تھا۔ شعر یہ ہیں ۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است
دوست کی یاد کے سوا جو کچھ تو نے کیا ہے عمر کو ضائع کیا ہے ۔
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت است ۔
عشق کے بھید کے سوا جو کچھ تو نے پڑھا ہے سب بے کار ہے ۔
سعدی بشوئے لوحِ دل از نقش غیر حق ۔
اے سعدی اپنے دل کی تختی سے باطل نقوش دھو ڈال ۔

یہاں تک پڑھا کہ چوتھا مصرع میرے ذہن سے نکل گیا۔ اس سبب سے میرے دل میں بے چینی اور اضطراب پیدا ہو گیا ۔ اچانک ایک مرد

فقیری وضع رکھنے والا نہایت خوبصورت دونوں طرف کندھوں تک لٹکے ہوئے بالوں والا میری دائیں طرف سے آ گیا۔ اور آتے ہی وہ چوتھا مصرع جو مجھے بھول گیا تھا۔ مجھے بتا دیا۔ وہ یہ تھا ۔

علمے کہ راہِ حق ننماید جہالت است
وہ علم جو حق کا راستہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے ۔

میں نے کہا جزاک اللہ و خیر الجزاء ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا دے آپ نے میرے دل سے بہت بڑی بے چینی اور اضطراب دور فرمایا پھر میں نے خوبرو لگیان کے دو پتے پیش کیے ۔ مسکراتے اور فرمایا کیا یہ مصرع یاد کرانے کا اجر ہے ؟ میں نے کہا نہیں۔ بلکہ ہدیۂ تشکر ۔ فرمایا میں نہیں کھاؤں گا ۔ پھر کہنے لگے مجھے جلدی جانا ہے ۔ میں نے کہا مجھے بھی جلدی ہے فرمانے لگے میں تو بہت ہی جلدی جانا چاہتا ہوں پھر جو قدم اٹھایا تو گلی کے آخر میں جا رکھا ۔ میں سمجھ گیا کہ کسی بزرگ کی روح ہے جو مجسم ہو کر آئی ہے میں نے ندا کی اپنا نام تو بتاتے جائیے ۔ تا کہ فاتحہ پڑھا کروں گا ۔

گفت سعدی ہمیں فقیر است ، فرمایا وہ سعدی فقیر میں ہی ہوں ۔

انفاس العارفین ص ۷۹

فقیر کی قبر !

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا ۔ میں مرزا ہروی محتسب کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ کسی تقریب کے بہانے اپنے والد کے ہمراہ اکبر آباد چلا گیا ۔ اور سید عبداللہ سید عبدالرحمٰن کی رفاقت کی وجہ سے اسی جگہ تھے ۔ اسی جگہ وہ بیمار ہو کر رحمت حق سے واصل ہوئے ۔ اور وصیت فرمائی ۔ کہ مجھے غرباء کے قبرستان میں دفن کریں

تاکہ کوئی پہچان نہ سکے ۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا ۔ میں بھی ان دنوں سخت بیمار تھا ۔ جنازہ کے ساتھ جانے کی ہمت نہ تھی ۔ جب میں تندرست ہوا ۔ اور جسم میں طاقت آئی ۔ ایک دوست جو دفن کرتے وقت موجود تھا ساتھ لیا اور ان کی قبر کی زیارت کے لیئے گیا ان کی آخری وصیت کا کمال تھا ۔ کہ اس عزیز نے ہر چند غور وفکر کیا ۔ مگر ان کی قبر کو نہ پہچان سکا ۔ آخر اندازہ سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا ۔ میں وہاں بیٹھ گیا ۔

اور قرآن پڑھنے لگا ۔ حضرت سید عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے میری پشت کی طرف سے آواز دی کہ فقیر کی قبر یہ ہے ۔ لیکن جو کچھ تم نے شروع کیا ہے ۔ اسے مکمل کردو ۔ اور اس کا ثواب اس قبر والے کو بخش دو اور جلدی نہ کرو ۔ میں نے جو کچھ شروع کیا تھا اسے اختتام تک پہنچایا اور اس عزیز سے کہا اچھی طرح غور کرو کہ سید کی قبر یہی ہے جسکی طرف تم نے اشارہ کیا ہے یا میری پشت کے پیچھے ہے اس نے غور کیا اور کہا مجھ سے غلطی ہوگئی تھی ان کی قبر تمہاری پشت کے پیچھے ہے میں اسطرف بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کیا ۔ اسی اثناء میں دل غمگین ہونے کی وجہ سے اکثر مقامات پر قواعد قرأت کی رعایت نہ کرسکا ۔ انہوں نے قبر میں سے آواز دی کہ تم نے فلاں فلاں جگہ میں سستی کی ہے ۔ قرأت کے معاملہ میں احتیاط کی ضرورت ہے ۔

(انفاس العارفین ص۳۶)

قبر سے آواز ؛

حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک مرتبہ میں سیر کرتا ہوا بہت خوبصورت مقبرے میں پہنچا تھوڑی دیر وہاں قیام کیا ۔ اس وقت میرے دل میں خیال گزرا ۔ کہ اس جگہ میرے علاوہ کوئی

شخص عبادت نہیں کر رہا ۔ یہ خیال آتے ہی ایک شخص ظاہر ہوا جو پنجابی زبان میں گا رہا تھا ۔ جس کا مفہوم یہ تھا دوست کے دیدار کی آرزو مجھ پر غالب آگئی میں اس کے نغمہ سے متاثر ہو کر اسکی طرف بڑھا ۔ میں جس قدر اس کے نزدیک ہوتا تھا وہ مجھ سے دور ہوتا گیا ۔ پھر اس نے کہا تیرا خیال تھا ۔ کہ اس جگہ تیرے بغیر کوئی ذاکر نہیں ہے ۔ میں نے کہا میری اس سے مراد زندوں میں سے تھا ۔ اس نے کہا کہ اس وقت تم نے مطلق تصور کیا تھا ۔ اور اب اس کی تخصیص کرتے ہو ۔ اس کے بعد وہ غائب ہوگیا ۔ فرماتے تھے ۔ حضرت بایزید نے زیارت حرمین کا ارادہ کیا ان کے ساتھ بہت سے کمزور بچے اور عورتیں بھی نکل کھڑے ہوئے ۔

سواری اور زاد راہ کا کوئی انتظام نہیں تھا ۔ میں نے اور مخدومی بھائی صاحب نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لائیں ۔ جب ہم تغلق آباد کے قریب پہنچے دھوپ بہت تیز ہوگئی تھی ۔ ہم ایک سایہ دار درخت کے نیچے اترے ۔ تمام احباب سو گئے ۔ میں ان کے کپڑوں کی حفاظت کیلئے جاگتا رہا ۔ اسی اثناء میں میں نے چند سورتیں تلاوت کیں ۔ وہاں چند قبریں تھیں ۔ صاحب قبر باتیں کرنے لگا ۔ اس نے کہا عرصہ ہوا قرآن نہیں سنا اور میں اس کے سننے کا بڑا مشتاق ہوں ۔ اگر کچھ اور تلاوت کریں تو بڑا احسان ہوگا ۔ میں نے کچھ اور پڑھا ۔ جب میں خاموش ہوا اس نے پھر درخواست کی تیسری بار بھی پڑھا ۔ پھر وہ برادر گرامی جو پاس ہی سو رہے تھے ان کو خواب میں ظاہر ہوا اور کہا میں نے انہیں بار بار تلاوت کے لیئے کہا انہوں نے قبول کیا اب مجھے انہیں کہتے ہوئے شرم آتی ہے اور میرا شوق باقی ہے آپ ان سے کہیں کہ کچھ زیادہ پڑھیں ۔ وہ بیدار ہوگئے ۔ اور مجھے کہا میں نے

زیادہ تلاوت کیا۔ یہاں تک کہ میں نے اس صاحب قبر کو بہت خوش پایا اس نے کہا جزاک اللہ عنی خیر الجزا۔ پھر میں نے اس سے عالم برزخ کے حالات پوچھے اس نے کہا مجھے اہل قبور میں سے کسی کا حال معلوم نہیں۔ لیکن اپنا حال بیان کرتا ہوں جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا ہے اس وقت سے کوئی عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کے طفیل تم نے نجات پائی۔ اس نے کہا تمام عمر میری نیت رہی کہ دنیاوی تعلقات سے الگ ہو جاؤں اور طاعت و فرمانبرداری کی رکاوٹوں کو ترک کر دوں۔ اس نیت کی برکت سے نجات پائی

(انفاس العارفین ص۱۸۱)

خواجہ ذوالنون مصری کی موت :

حضرت خواجہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے مریدوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اولیاء اللہ کی موت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان سبز لباس پہنے ہوئے ایک سیب لے آیا اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب بار بار فرماتے کہ خوش آمدی و نیکو آمدی و صفا آوردی۔ کچھ دیر بعد اس نے وہ سیب خواجہ صاحب کو دیا خواجہ نے دونوں ہاتھوں سے سیب لیا اور مسکرا کر فرمایا کہ تم چلے جاؤ۔ جب وہ چلا گیا۔ تو لوگوں کو بھی رخصت کیا۔ کچھ دیر بعد رو بقبلہ ہو کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ جونہی قرآن مجید ختم کیا۔ اس سیب کو سونگھا اور جان بحق تسلیم ہو گئے۔ انتقال کے بعد لوگوں نے دیکھا۔ کہ آپ کی پیشانی پر یہ کلمات لکھے ہوئے ہیں۔

هٰذَا حَبِيْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ وَهٰذَا قَتِيْلُ اللّٰهِ مَاتَ مِنْ سَيْفِ اللّٰهِ ۔	یہ اللہ کا حبیب ہے اور اس کی محبت میں مر گیا اور یہ اللہ کی تلوار سے قتل ہو گیا۔

دھوپ کی شدت کی وجہ سے آپ کے جنازے پر پرندے سایہ فگن ہو گئے تھے۔ جس طرف سے آپ کا جنازہ گزرا وہاں مسجد میں موذن اذان دے رہا تھا۔ جب موذن اشہد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچا تو خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکال کر انگشت شہادت اٹھا کر فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ انگشت مبارک کھڑی رہی۔ لوگوں نے بہت زور لگایا کہ کسی طرح نیچے ہو۔ لیکن نیچے نہ ہو سکی۔ چنانچہ اسی طرح آپ کو دفن کر دیا گیا اور آپ کی یہ کرامت دیکھ کر اہل مصر آپ کو مسلسل اذیت پہنچانے پر بے حد نادم ہوئے اور انہوں نے اپنی غلطیوں سے توبہ کی۔

تذکرۃ الاولیاء ص۸۵ ۔ راحت القلوب ص۱۰۲

خواجہ سہل تستری کی موت :

خواجہ سہل تستری بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے تو جنازہ باہر لایا گیا۔ یہودیوں کے گروہ کا سردار جو نہایت سنگر تھا۔ ننگے پاؤں جنازے کے نزدیک آیا۔ اور کہا جنازہ نیچے اتارو۔ تاکہ میں مسلمان ہو۔ جب جنازہ نیچے اتارا گیا تو وہ یہودی خواجہ صاحب کے پاس کھڑا ہوا اور عرض کی کہ خواجہ صاحب مجھے تلقین کلمہ فرمائیں۔ تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں وہ سردار یہودیوں کے ساتھ آیا یہ سنکر خواجہ صاحب نے کفن سے ہاتھ باہر نکالا اور آنکھ کھول کر فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

کہو۔ جونہی اس نے کہا۔ آپ نے ہاتھ واپس کفن میں رکھ لیا اور آنکھ بند کرلی یہودی مسلمان ہوگیا لوگوں نے اس سے وجہ پوچھی تو کہا جس وقت تم جنازہ لیئے باہر آرہے تھے۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو سخت آواز سنی میں نے کہا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ جب دوسرے آسمان کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ آسمان کے سارے فرشتے نوری طبق ہاتھوں میں لیئے گروہ در گروہ نیچے آرہے ہیں۔ اور خواجہ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ سے پر نثار کررہے ہیں۔ میں اس وجہ سے مسلمان ہوا ہوں۔ کیونکہ دین محمدی کے صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ بھی ہیں۔

(راحت القلوب صہ ۱۰۳)

خواجہ قطب الدین کی موت ؛

جس دن حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی قدس سرہ العزیز نے انتقال فرمایا۔ اس روز آپ کا جسم مبارک لاغر ہوگیا تھا آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص ریشمی کاغذ ہاتھ میں لیئے حاضر خدمت ہوا۔ اور سلام کہکر کاغذ دکھایا۔ جونہی خواجہ صاحب نے اس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لکھا دیکھا۔ فی الفور انتقال فرما گئے الغرض غسل دے کر جنازہ تیار کیا کسی کی مجال نہ تھی کہ جنازہ اٹھاسکے؛ سب حیران تھے دیر بعد آواز آئی تو خلقت نے نماز ادا کی۔ جب چاہا کہ جنازہ اٹھائیں۔
تو حکم الہی سے خود بخود ہوا میں آگے آگے روانہ ہوا۔ اور مخلوق پیچھے پیچھے جتنے بے دین تھے۔ سب آکر مسلمان ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس سبب سے

تم مسلمان ہوئے کہا ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ خواجہ صاحب کا جنازہ فرشتے اُٹھائے لیئے جارہے ہیں۔

(راحت القلوب صہ ۱۰۴)

حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ؛

حضرت سرمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ارض ہند کے ایک نہایت جلیل القدر اور گراں مایہ بزرگ ہیں۔ آپ بڑی سرعت کے ساتھ منازل باطنی طے کررہے تھے۔ جذب بڑھتا چلا جارہا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ من خدایم۔ من خدایم من خدا کے نعرے لگانے لگے۔ علماء کے حلقے میں ایک شور برپا ہوگیا بظاہر واقعی یہ ایک بڑا فتنہ تھا۔ اورنگ زیب سب کچھ جانتا سب کچھ سمجھتا تھا۔ مگر خیال یہ تھا کہ اس سے عوام گمراہ ہوجائیں گے شریعت میں رخنہ پڑجائے گا بہت سمجھایا مگر حضرت سرمد پر اورنگ زیب کی کسی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر گرفتار کرلیئے گئے۔ مقدمہ چلا کہا لا الہ الا اللہ کے بعد کیا ہے؟ فرمایا کچھ نہیں اللہ ہی اللہ ہے محمد رسول اللہ ہرگز نہ کہا۔ علما نے ارتداد اور رسالت کے عدم تسلیم کا فتویٰ دے کر قتل کا حکم صادر کردیا۔ چنانچہ آپ کا سر قلم کردیا گیا۔ جونہی آپ کا سر کٹ کر گرا۔ آپ نے دوڑ کر اسے اٹھالیا۔ اور ہتھیلی پر رکھے ہوئے۔ جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے گئے۔ خلقت کا ایک بے پناہ ہجوم آپ کے پیچھے تھا۔ اندر سے آپ کے مرشد گرامی حضرت ہرے بھرے صاحب تشریف لارہے تھے۔ پوچھا سرمد یہ کیا کررہے ہیں؟ عرض کی دربار نبوت میں اورنگ زیب کی شکایت و فریاد کرنے جارہا ہوں۔ فرمایا میں بھی وہیں سے چلا آرہا ہوں۔ اورنگ زیب کو وہاں بیٹھا چھوڑ آیا ہوں

اب تم وہاں جاکر کیا کروگے اس نے میرے سامنے یہ عرض کیا کہ حضور کی شریعت کے احترام میں میں نے یہ سب کچھ کیا ہے - ورنہ مجھے اس کے مرتبہ عظمت کا احترام تھا - اتنا سنکر حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے سر پھینک دیا اور گر پڑے یہ واقعہ سنہ ۱۰۷۲ھ میں ہوا

زیر جامع مسجد بجانب مشرق دفن ہوئے - دہلی اس روز ماتم کدہ بنی ہوئی تھی ایک کہرام مچا ہوا تھا یہ عالم تھا کہ اگر اس دن اورنگ زیب کے سوا اور کوئی فرمانروا ہوتا تو یقیناً بغاوت ہوجاتی اور قتل کردیا جاتا یہ اسی کی ہمت تھی کہ امن قائم رکھ سکا - مزار کا رنگ بھی سرخ ہے آج تک مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

سفینۃ الاولیاء ص ۲۴۴

حضرات گرامی !

آپ نے پڑھا کہ اللہ کے ولی مرنے کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں وہ عام لوگوں کی طرح مرتے نہیں بلکہ وہ مکان بدلتے ہیں ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوتے ہیں اور قبروں میں وہ دنیا کی طرح زندہ ہیں بلکہ دنیاوی زندگی سے بھی ان کی عالم برزخ والی زندگی کہیں بہتر ہوتی ہے۔

کون کہتا ہے کہ مومن مرگئے !
قید سے چھوٹے وہ اپنے گھر گئے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولیٔ کامل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ،
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محبت کے ساتھ ہدیہ درود سلام پیش کریں۔

حضرات گرامی !

میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کے نویں پارے کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰکِنَّ اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ان میں اکثر کو علم نہیں۔

(پ ۹ رکوع ۱۷)

حضرات!

اس آیہ کریمہ میں کامل ولی کی پہچان بتائی گئی ہے کہ ولی کامل کون ہیں؟ ولی کامل وہ ہے جو متقی و پرہیزگار ہو حکم خداوندی اور فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورے طور پر عمل کرنے والا ہو۔ مگر آج دیکھنے میں آتا ہے کہ نہ قرآن پاک کا علم ...... نہ حدیث شریف کا پتہ ...... نہ شریعت کی خبر ...... نہ طریقت کی لو۔ مگر اپنے آپ کو پیر زمانہ کہتے اور کہلواتے ہوئے انہیں شرم نہیں آتی۔ وہ خود بھی گمراہ اور ان کے ماننے والے بھی۔ جو نہ خود نماز پڑھتے ہیں۔ اور نہ اپنے مریدین کو تلقین کرتے ہیں بلکہ اپنے مریدوں کو یہاں تک کہدیتے ہیں۔ کہ (نعوذ باللہ) جب پیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بھی نماز پڑھنی پڑے .... تو پھر پیر کا کیا فائدہ .... بس ہم نے سب کی ...... پڑھ دی ہے۔ خدا تعالیٰ ایسے پیروں اور ایسے پیروں کی اتباع کرنے والے احمل الناس (سب لوگوں میں بڑا جاہل) مریدوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

حضرات محترم!

میں پوچھتا ہوں۔ جو خود ہدایت پر نہیں ہے۔ وہ دوسروں کو کیا ہدایت دے گا۔ جو خود نماز نہیں پڑھتا وہ دوسروں کو پڑھنے کے لیئے کب کہے گا۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ آپ تو ساری ساری رات مصلے پر عبادت خداوندی کرتے ہوئے گذار دیتے حتیٰ کہ آپ کی مبارک پنڈلیوں اور پاؤں مبارک میں ورم آجاتے۔ اور

آج کے نام نہاد پیر ایسے ہیں جو نماز کے قریب ہی نہیں جاتے

حضرات!

ایسا فاسق و فاجر نام نہاد پیر دنیا و آخرت میں پیڑ تو ہو سکتا ہے پیر نہیں ہو سکتا۔ ولی ودھر تو ہو سکتا ہے۔ ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ پیر تو وہ ہے جس کے متعلق عارف رومی کہہ گئے۔ کہ

پیر کامل صورت ظل الہ

یعنی دید پیر دید کبریا

اور ایسے پیر کو ہی پیر سمجھ کر بیعت کرنی چاہیئے۔ جو ذکر و اذکار کرنے والا ذاکر ہو ...... جو تسبیح و تہلیل کرنے والا مومن ہو جو نماز پڑھنے والا نمازی ہو ...... جو حج کرنے والا حاجی ہو۔ جو تلاوت قرآن مجید کرنے والا قاری قرآن ہو ...... جو شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پابند ہو ...... جو طریقت کی راہوں کو جانتا ہو ...... اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا۔ بلکہ جنت تو بنائی ہی متقی و پرہیزگاروں کے لیئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ اور دوڑو اپنے رب کی بخشش وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے لیئے تیار رکھی ہے۔

(پ ۴ رکوع ۴)

دوسرے مقام پر فرمایا

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ اور قریب لائی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیئے۔

(پ ۱۹ رکوع ۸)

حضرات!

ایسا انسان ولی اللہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جسے اپنی بھی خبر نہ ہو۔ لیکن لوگوں کے لیئے تو ڈنڈا اور کونڈا ہی ذکر ہے۔ ہمارا یہ حال ہے کہ تھوڑی سی خبر ملنے کی ضرورت ہے۔ جی وہاں ایک پیر صاحب آئے ہیں بڑی پہنچ والے ہیں۔ تو سبھی کے سبھی خصوصاً ہماری مائیں اور بہنیں اس کی طرف چل دیتے ہیں۔ لیکن جب سمجھ دار انسان جا کر دیکھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ پیر صاحب کی تو داڑھی بھی نہیں ہے۔

مونچھیں بھی صاف ہیں یہ معلوم کرنے میں مشکل بن جاتی ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت کیونکہ کانوں میں والیاں، گلے میں تنکے پاؤں میں لوہے کے کڑے ان تمام چیزوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں یاد رہے کہ جس شخص کا ایک فعل بھی شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہو۔ وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ آیئے اگر ولی کامل دیکھنے ہیں تو لاہور میں داتا علی ہجویری کو دیکھو ...... پاکپتن میں خواجہ فرید الدین گنج شکر کو دیکھو...... جھنگ میں حضرت سلطان العارفین سے حضرت باھو کو دیکھو.... فیصل آباد میں حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد کو دیکھو..... سرگودھا میں حضرت پیر سیال کو دیکھو...... علی پور میں پیر جماعت علی شاہ کو دیکھو...... راولپنڈی میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کو دیکھو اور گجرات میں میرے پیر و مرشد کو دیکھو....... وغیرہ!

حضرات محترم!

آیئے ان لوگوں کی زندگیاں ملاحظہ فرمایئے۔ جو اپنے اپنے وقت میں

امام شریعت و طریقت بھی تھے۔

پیشوائے معرفت و حقیقت بھی تھے ...... تاج دین و دیانت بھی تھے ...... شیخ رشد و ہدایت بھی تھے ...... اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ان اولیاء کی شان کچھ یوں ہے

نور حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہل دلی

اللہ والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کا نور جلوہ گر ہوتا ہے۔ اگر تو اہل دل ہے تو بنظر عقیدت ملاحظہ کر۔

کسی نے یوں کہا!

حب پیراں فقیراں دی حب رب دی
نیکاں لوکاں نے ایہہ فرمایا اے
کنجی جنت دی حب فقیراں دی
لکھیا وچ حدیث دے آیا اے
دشمن پیراں فقیراں دے ہوئے جیہڑے
طوق لعنت دا گل وچ پایا اسے
خادم پیراں فقیراں دے بنے جیہڑے
ڈیرا جنتاں دے وچ لایا اسے

حضرت بایزید بسطامیؒ:

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت بزرگ اور اکابر مشائخ میں سے گزرے ہیں۔ مادر زاد ولی تھے۔ بطن مادر سے ہی

کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ کبھی اتفاق سے آپ کی والدہ کے منہ میں کوئی مشتبہ لقمہ چلا جاتا تو اسی وقت ان کے شکم مبارک میں درد شروع ہو جاتا۔ اور آپ اندر ہی تڑپنے لگتے۔

کیفیتِ وجد :

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے حالتِ وجد میں یہ کہہ دیا کہ سبحانی ما اعظم شانی۔ یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بہت بڑی ہے۔ اور جب اختتام وجد کے بعد ارادت مندوں نے سوال کیا۔ کہ یہ جملہ آپ نے کیوں کہا؟ فرمایا مجھے تو علم نہیں کہ میں نے ایسا کوئی جملہ کہا ہو لیکن اگر آئندہ اس قسم کا کوئی جملہ میری زبان سے نکل جائے تو مجھے قتل کر ڈالنا چنانچہ پھر آپ پر وہی حالت طاری ہوئی دوبارہ حالتِ وجد میں آپ نے یہی جملہ کہا۔ خدام و مرید ہدایت و حکم کے مطابق چھریاں لیے ہوئے جسم مبارک کو پارہ پارہ کر دینے کے لیے بڑھے۔ مگر کیا دیکھتے ہیں کہ نہ صرف خلوت کدہ بلکہ تمام مکان بایزیدوں سے بھرا ہوا ہے انہیں ہر سمت بایزید ہی بایزید نظر آئے اور جب انہوں نے چھریاں چلانی شروع کیں تو ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے پانی پر چھریاں چل رہی ہیں۔ اور آپ پر اس کا قطعاً کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر جب کچھ وقفہ کے بعد وہ صورت آہستہ آہستہ ختم ہوتی چلی گئی تو دیکھا کہ آپ محراب میں کھڑے ہیں اور جب مریدین نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اصل بایزید تو میں ہوں اور جن کو تم نے دیکھا تھا وہ بایزید نہیں تھے۔ اس لیے کہ تمام مکان ایک آئینہ خانہ بن گیا تھا۔ اور یہ کرامت ظہور میں آئی

(تذکرۃ الاولیاء ص ۹۱) بغداد اولیاء ص ۵۰)

اونٹ پر سامان کی حالت!

ایک دفعہ آپ حج کو چلے تو آپ نے اپنا اور اپنے مریدوں کا سامان ایک اونٹ پر بار کر دیا۔ ایک شخص بولا آپ نے غریب اونٹ پر اتنا بوجھ لاد دیا ہے یہ تو سراسر ظلم ہے۔ فرمایا غور سے دیکھیں کہ آیا یہ اسباب واقعی اونٹ کی پشت پر ہے اس نے پھر جو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو سامان پشت شتر سے ایک ہاتھ بلند نظر آیا۔ فرمایا تم ہی عجیب لوگ ہو تم پر حالت ظاہر نہ کروں تو اعتراض کرتے ہو۔ ظاہر کروں تو تمہارے اندر برداشت کی طاقت نہیں دیکھتا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۸۹) (بغداد اولیاء ص ۵۴)

حضرت ذوالنون مصری :

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ارض مصر کے بڑے جلیل القدر بزرگ صاحب کمال ولی، سلطان معرفت، بحر توحید کے شناور اور عبادت و ریاضت میں مشہور زمانہ ہوئے ہیں۔

مچھلیاں اور موتی :

ایک مرتبہ آپ کشتی پر سفر کر رہے تھے۔ کہ اس کشتی میں ایک سوداگر بھی سوار تھا۔ اس سوداگر کا ایک گراں قدر موتی وہیں گم ہو گیا۔ کشتی میں جتنے لوگ تھے سب کو آپ پر شک ہوا چنانچہ انہوں نے آپ کو زد و کوب کرنا شروع کر دیا۔ بہت پریشان ہوئے۔ آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور عرض کیا الٰہی تو جانتا ہے اور میری حالت سے واقف ہے زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلنا تھے کہ صد ہا

مچھلیوں نے دریا سے سر نکالا۔ سب کے منہ میں ایک ایک موتی تھا آپ نے سب کے سامنے مچھلی سے ایک موتی لے لیا اور اس سوداگر کو دے دیا آپ کی یہ کرامت و کمال دیکھ کر نہ صرف وہ سوداگر بلکہ تمام اہل کشتی آپ کے پاؤں پر گر پڑے رو کے اور معافی چاہی اس روز سے آپ کو ذوالنون کہنے لگے۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۷۸) ہفت اولیاء ص ۶۵)

تخت کا گردش کرنا:

ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں جمادات کی اطاعت کے متعلق ذکر شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا اولیاء اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ ان کی زبان سے جو نکلتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے اسی طرح جمادات بھی اولیاء اللہ کے فرمان پذیر ہیں قریب ہی ایک تخت پڑا ہوا تھا۔ فرمایا اگر میں اس تخت کو حکم دوں تو یہ ابھی گردش کرنے لگے آپ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ تخت گردش کرنے لگا اور تمام مکان کے ارد گرد گھوم کر پھر اپنی جگہ پر قائم ہو گیا اسی مجلس میں ایک جوان بھی موجود تھا۔ وہ یہ کرامت دیکھ کر رونے لگا۔ اور روتے روتے وہیں جان دے دی آپ نے اسی وقت اسکی تجہیز و تکفین کی اور جنازہ پڑھا کر دفن کر دیا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۸۰) (ہفت اولیاء ص ۶۶)

حضرت سفیان ثوری:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل اجل اور قطب وقت

تھے۔ لوگ انہیں انتہائی ادب کی وجہ سے امیر المومنین کہا کرتے تھے بہت بڑے عالم اور متقی بزرگ تھے۔ ابتدا سے لے کر آخر تک یکساں حالت رہی بڑے بڑے فقراء اور مشائخین سے ملاقات کی اور فیض اٹھایا نہایت متواضع اور خدا ترس بزرگ تھے۔ آپ اولیاء متقدمین میں بلند مقام رکھتے تھے تمام سیرت نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ آپ بطن مادر ہی سے زاہد پیدا ہوئے ایک دن آپ کی والدہ مکان کی چھت پر تشریف لے گئیں۔ آپ شکم میں تھے اتفاق سے انہوں نے ہمسائے کے اچار میں سے ایک انگلی چاٹ لی اس وقت آپ نے بطن مادر ہی میں پھڑکنا اور سر مارنا شروع کر دیا آپ کی والدہ صاحبہ سمجھ گئیں کہ اس کا سبب کیا ہے؟ چنانچہ وہ اپنی ہمسائی کے گھر گئیں اور معافی مانگی

ثوری کی وجہ تسمیہ:

ایک دن آپ مسجد میں گئے۔ تو آپ نے داہنے پاؤں کے بجائے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا۔ اسی وقت ندا آئی یا ثور۔ اے ثور یعنی اے بیل جونہی آپ کے کان مبارک میں یہ آواز پہنچی تو آپ اسی وقت ایک نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو حالت یہ تھی کہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی داڑھی پکڑتے منہ پر طمانچے مارتے اور روتے تھے اور کہتے تھے کہ تو نے مسجد میں بے ادبانہ قدم رکھا تو تیرا نام انسانوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا اسی وجہ سے آپ ثوری مشہور ہو گئے کہ آپ نے خود اپنا لقب ثوری رکھ لیا۔ تاکہ نفس میں عاجزی رہے۔ حالانکہ آپ بہت بڑے شب بیدار قائم اللیل اور صائم الدہر بزرگ تھے۔

(ہفت اولیاء ص ۱۱۴)

تذکرۃ الاولیاء کے مصنف فرماتے ہیں کہ جس پر خدا کا اتنا بڑا کرم ہو کہ صرف ایک قدم غلط پڑنے پر توبیخ فرمائی گئی تو اسکی باطنی کیفیت کیا ہوگی۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۷)

خلیفہ وقت کو ڈانٹ :

ایک دفعہ خلیفہ وقت آپ کے سامنے نماز پڑھ رہا تھا اور حالت نماز میں بار بار اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا جاتا تھا۔ آپ نے اسے بلا خوف وہراس فوراً ٹوکا اور صاف الفاظ میں کہا کہ یہ نماز نماز نہیں قیامت کے دن ایسی نماز اٹھاکر تمہارے منہ پر ماردی جائے گی۔ خلیفہ نے کہا ذرا آہستہ آہستہ کہیئے فرمایا اگر میں اپنی ضروری بات نہ کہوں اور تمہارے خوف سے اپنی زبان بند کردوں تو میرا پیشاب اسی وقت خون ہوجائے خلیفہ کو اپنی شہنشاہی کا زعم تھا اس نے بہت برا سمجھا۔ اور اسی وقت حکم دیا کہ انہیں سولی دے دی جائے۔ تاکہ پھر کسی کو ایسی گستاخی اور بے ادبی کی جرات نہ ہو جب سولی گاڑی جارہی تھی تو کسی نے آپ کو اطلاع دی کہ آپ کے لیئے سزائے موت کا حکم صادر کردیا اور سولی گاڑی جارہی ہے۔ فرمایا غم نہ کرو۔ مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں مگر یہ تو مجھ سے کبھی بھی نہ ہوگا کہ میں تبلیغ سے باز آجاؤں۔ یہ کہا اور آپ پر رقت طاری ہوگئی اسی وقت دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور جوش میں بولے خداوندا انہیں پکڑ اور نہایت سختی کے ساتھ پکڑ جس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اسی وقت خلیفہ بڑی شان وشوکت سے اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ دربار قائم تھا۔ تمام درباری صف بستہ کھڑے تھے کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا، زمین پھٹی اور خلیفہ زمین میں دھنس گیا۔ (ہفتاد اولیاء ص ۱۱۵) (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۱۸)

پرندوں سے شفقت :

آپ کی شفقت انسانوں سے گزر کر پرندوں اور حیوانوں تک متجاوز ہوچکی تھی۔ ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک پرندے کو پنجرے میں بند دیکھا۔ اس کی قید اور پھڑکنے پر آپ کو رحم آگیا۔ اور اسے اسی وقت خرید کر آزاد کردیا اس پرندے کی یہ حالت تھی کہ پھر روزانہ آپ کے پاس آتا اور دیکھتا رہتا۔ اور کبھی کبھی اڑکر آپ کے جسم مبارک پر بھی آبیٹھتا جنازہ پر برابر پر مارتا اور چلاتا چلاتا جاتا تھا۔ جس سے لوگ بھی چیخیں مار کر روتے تھے۔ پھر قبر پر برابر آتا رہتا تھا ایک روز لوگوں نے قبر سے آواز سنی کہ ہم نے سفیان کو اس شفقت کی بناء پر جو اسے ہماری مخلوق کے ساتھ تھی بخش دیا ہے۔

(ہفتاد اولیاء ص ۱۱۸) (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۲۱)

سید علاؤ الدین علی احمد صابر :

فرد الافراد حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سادات عظام سے ہیں۔ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں ۱۹ ربیع الاول سنہ ۵۹۲ھ میں بوقت نماز تہجد پیدا ہوئے پیدا ہوتے ہی کرامات کا ظہور شروع ہوگیا۔ دایہ کی ہمت نہ پڑی کہ بے وضو آپ کو غسل کراتی۔ آپ کی دایہ بصری بنت ہاشم کا بیان ہے۔ کہ جس وقت آپ پیدا ہوئے تو سر مبارک قبلہ کی طرف تھا۔ اور پیر میری طرف تھے میری یہ مجال نہ ہوئی کہ جسم کو ہاتھ لگاؤں۔ جب آپ کو غسل دینے کا ارادہ کرتی

اور آپ کو اٹھانے کے لیئے ہاتھ لگاتی تو میرے ہاتھ کانپ جاتے تھے ۔ یہ ماجرہ دیکھ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے دایہ کو ہدایت فرمائی کہ پہلے وضو کرلو پھر جسم کو ہاتھ لگانا چنانچہ دایہ نے وضو کر کے غسل کرایا جب بولنا سیکھا تو لبان مبارک سے جو پہلا لفظ نکلا وہ یہ تھا کہ لَا مَوجُود اِلَّا اللّٰہ ۔ اللہ تعالٰے کے سوا کوئی موجود نہیں ۔

(ہفتاد اولیاء صفحہ ۳۱۶) تذکرہ جلیل صفحہ ۲۸ سوانح صابر کلیری صفحہ ۸۱)

چاول پک گئے ؟

حضرت علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ دو تین دان سے فاقہ تھا اور کھانے کو کچھ بھی میسر نہ آیا اور کسی سے مانگنے یا ذکر کرنے کو میرا جی نہ چاہتا تھا ۔ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر مخدوم علی احمد صابر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آج بھوک بہت لگی ہے کچھ کھانے کو دو ۔ دوپہر تک میں نے حیلہ حوالہ سے ٹالا اور بہت کوشش کی کہ کچھ میسر آجائے تو پکا کر ان کو کھلا دوں ۔ مگر کچھ بھی میسر نہ ہوا ۔ ظہر کے بعد پھر صابر میرے پاس آئے ۔ اور کہا کہ اب بھوک کی وجہ سے میں بے تاب ہو رہا ہوں ۔ کچھ کھانا کھلا دیجئے ۔ میں نے ان کی تسکین کے لیئے ایک دیگچی میں صرف پانی ڈال کر چولہے پر رکھدی اور نیچے آگ جلا کر یونہی چمچے سے ہلانے لگی ۔ اور جس وقت صابر میرے پاس آتے تو میں یہی کہدیتی کہ ابھی تیار نہیں تھوڑی سی کسر باقی ہے ۔

غرض کہ اس طرح مغرب کے وقت تک ٹالتی رہی ۔ لیکن مغرب کی نماز کے بعد صابر میرے پاس آئے ۔ اور کہا کہ اب مجھ کو تاب نہیں ہے ۔ آپ

مجھے کچا ہی کھلا دیجئے ۔ اتنا کہکر وہ خود ہی دیگچی کے پاس گئے اور اسے کھول کر مجھ سے کہا کہ چاول تو بالکل پک گئے ہیں ۔ آپ مجھے کھلا دیجئے ۔ مجھے یہ سُنکر انتہائی حیرانی ہوئی کہ دیگچی میں چاولوں کا تو نام بھی نہ تھا یہ کیسے کہہ رہے ہیں ۔ کہ چاول پک گئے ۔ جاکر دیکھا تو فی الواقعی نہایت عمدہ پکے ہوئے چاول تیار تھے ۔ یاد رہے کہ یہ واقعہ آپ کے بچپن کا ہے ۔

(حقیقت گلزار صابری سے) سوانح صابر کلیری صفحہ ۸۵)

انگلی روشن ہوگئی ؟

ایک دن مطلع غبار آلود تھا ۔ آفتاب غروب ہو چکا تھا ۔ رات کی تاریکی پھیلنی شروع ہوگئی تھی ۔ کچھ پڑھا یا لکھا نہیں جا سکتا تھا ۔ کہ حضرت مخدوم صابر شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے خلافت نامہ پر مہر تصدیق لگانے کے لیئے کہہ رہے تھے ۔ چونکہ حضرت شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے لہٰذا خواجہ صاحب نے شیخ جمال الدین ہانسوی کو خلافت نامہ پر مہر لگانے اور اسکی تصدیق کرنے کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی ۔ جب بھی حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ اپنے کسی مرید کو خلافت نامہ مرحمت فرماتے تو حکم صادر فرماتے کہ جاؤ ۔ ہانسی میں میرے جمال الدین کے ہاں وہیں سے تصدیق کروا کر مہر ثبت کرواؤ ۔ چنانچہ اسی حکم کے مطابق حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ پاک پٹن سے ہانسی کی طرف روانہ ہوئے آپ شام کے وقت ہانسی پہنچے اور دہلی کی خلافت کے لیئے قطبیت نامہ پر مہر لگانے کے لیئے شیخ صاحب سے کہا ۔ تو حضرت شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس

232

حضرت بابا صاحب نے سماعت فرما کر ارشاد فرمایا۔

پارہ کردہ جمال را فرید نتواں دوخت | کہ جمال کے چاک کیے ہوئے کو میں نہیں سی سکتا۔

غم نہ کرو میں تمہیں اس سے بہتر حکم نامہ لکھ کر دوں گا۔

حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ جب جمال نے تمہارا قطبیت نامہ چاک کیا تو تم نے اپنی زبان سے کچھ کہا تو نہیں؟ مخدوم صاحب نے عرض کیا میں نے طیش میں آکر یہ کہدیا تھا۔ کہ تم نے میرے فرمانِ قطبیت کو چاک کیا میں نے تمہارا سلسلہ چاک کر دیا۔ حضرت بابا صاحب نے پوچھا اول سے یا آخر سے مخدوم صاحب نے جواب دیا اول سے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا دین کے پہلوانوں کا تیر خطا نہیں کرتا۔ خیر ہوئی کہ تم نے اول سے کہا آخر سلامت رہا۔ تمہارے سلسلہ میں ایک قطب پیدا ہوگا۔ وہ دعا کرے گا اس دعا کی برکت سے قطب ہانسوی کا سلسلہ باقی رہے گا۔

(سوانح صابر کلیری ص ۶۹)

جلالِ صابری

ایک روز حضرت علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جمعہ کی نماز ادا کرنے مسجد میں گئے تو صفِ اول میں جا بیٹھے۔ لیکن امراء کی آمد ہوئی تو وہ آپ کو پیچھے ہٹاتے گئے۔ حتیٰ کہ آپ صفِ اول کے ثواب سے محروم ہو گئے۔ جب دو دفعہ یہی ہوا اور آپ کو مسجد سے بھی نکلنا پڑا۔ مگر آپ نے بڑے ضبط سے کام لیا اس کے بعد آپ پھر دوسرے جمعہ کو مسجد گئے تو وہی واقعہ پھر پیش آیا اور آپ مسجد سے باہر نکال

دیئے گئے۔ جس وقت خطبہ ختم ہوا آپ نے فرمایا اے مسجد امام تو اپنا کام ختم کر چکا۔ اور تو ابھی تک کھڑی ہے تو بھی سجدہ کر۔ اتنا کہتے ہی مسجد نیچے آ رہی۔ اور تمام متکبرانِ کلیر اس کے نیچے دب کر رہ گئے۔ عظیم الشان عمارت تھی۔ چند آدمی بھی اپنی جان سلامت لے کر نہ جا سکے اب تو شمشیرِ جلال صابری بے نیام ہو چکی تھی۔ شہر میں وبا پھیل گئی۔ ایک ایک گھر سے دس دس جنازے نکلنے لگے۔ حتیٰ کہ کوئی بھی دفن کرنے والا نہ ملا۔ لوگ بھاگنے لگے۔ اور چند ہی روز کے اندر ہندوستان کا یہ دولت مند شہر ہو کا منظر پیش کرنے لگا اور اسکی رفیع الشان عمارتیں درندوں کا مسکن بن گئیں۔ اتنے بڑے شہر کی تباہی کچھ معمولی بات نہ تھی۔ ہندوستان بھر میں تہلکہ مچ گیا۔

(۱) تذکرہ حضرت علی احمد صابر ص ۴۲

(۲) ہشت اولیاء ص ۳۱۷

وصالِ پاک:

حضرت علی احمد صابر کی وفات ۶۹۰ھ میں بعہد سلطان جلال الدین ہوئی۔ حضرت شمس الدین ترک کو آپ نے جب خلافت دے کر رخصت کیا تو فرمایا تھا۔ کہ جب تم سے کوئی کرامت صادر ہو۔ تو سمجھ لینا کہ میرا انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے کرامت صادر ہوئی تو سامان تجہیز و تکفین لے کر فوراً کلیر پہنچے نعش مبارک رکھی ہوئی تھی۔ جس کی نگہبانی شیر کر رہے تھے آپ کو دیکھ کر ہٹ گئے۔ نہلا دھلا کر دفن کر دیا۔

(سیر الاخیار ص ۳۱۹)

وقت موقع نہیں ہے۔ اب آرام فرمایئے۔ صبح کو مہر و دستخط کر دیئے جائیں گے۔ حضرت مخدوم صاحب نے اسی وقت مہر و دستخط کرنے پر اصرار کیا۔

چراغ طلب کیا گیا۔ اس روز ہوا زور سے چل رہی تھی۔ ہوا کا جھونکا آیا چراغ گل ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے اپنی انگلی پر کچھ پڑھ کر دم کیا۔ تو وہ مشعل کی طرح روشن ہو گئی اور فرمایا کہ اب بھی چراغ بجھ جائے گا۔ حضرت شیخ صاحب نے آپ کی اس حرکت اور غصے پر بہت غور و فکر فرما کر کہا کہ ابھی روشنی کم ہے۔ صابر صاحب نے جھلا کر پھر انگلی پر دم کیا تو وہ اور زیادہ روشن ہو گئی تب شیخ صاحب نے خیال فرمایا کہ جب ان کے غصے اور تنگ مزاجی کا یہ حال ہے تو یہ دہلی کی قطبیت کیا کریں گے دو چار دن میں جلا کر خاک کر دیں گے اور دہلی بلا وجہ تباہ ہو جائے گی۔ پھر صابر صاحب سے فرمایا کہ بھائی صاحب تم تو بہت جوشیلی طبیعت کے آدمی ہو اور دہلی والے تمہارے غصہ اور جلال کی تاب نہ لا سکیں گے۔ تم ذرا سی ہی بات پر اس کو جلا کر خاک کر دو گے۔ اس لیے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ تمہیں دہلی میں رکھا جائے یہ فرما کر سند قطبیت کو چاک کر دیا۔ حضرت صابر صاحب جو عین مظہر جلال تھے۔ بھلا اس حرکت کی تاب کہاں لا سکتے تھے۔ غصہ میں آگ ہو گئے۔ اور جلال میں آ کر فرمایا!

تو سندِ من چاک کردی ؛
من سلسلہ ترا بریدم

{ تم نے میں میری سند پھاڑ ڈالی میں نے بھی تمہارا سلسلہ قطبیت قطع کر دیا۔

یہاں یہ ہو رہا تھا۔ ادھر بابا صاحب قدس سرہ اپنی مجلس میں ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ آج دین کے دو بڑے پہلوانوں میں لڑائی ہو رہی ہے خدا خیر کرے۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد حضرت مخدوم صابر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہانسی کا واقعہ گوش گذار فرمایا

حضرت امیر خسرو ؛

حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بڑے فاضل اور بڑے شیخ گزرے ہیں۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کے سب سے بڑے محبوب مرید و خلیفہ تھے۔ عجیب زندگی تھی زندگی بھر وزارت و امارت کرتے رہے۔ دن کو بادشاہانِ مجازی کے دربار میں رہتے۔ اور رات کو بادشاہ حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہوتے دین و دنیا کی دونوں نعمتیں آپ کو میسر تھیں۔ جسم دنیا کے ساتھ تھا۔ اور دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ قصبہ پٹیالی ضلع ایٹہ میں پیدا ہوئے کچھ ہی دیر بعد آپ کے والد محترم آپ کو ایک مجذوب کے پاس لے گئے۔ جو مکان کے قریب ہی پڑا رہتا تھا مجذوب نے بچہ پر ایک نظر ڈالی اور اسی وقت فرمایا مبارک ہو کہ بچہ بہت سعید الفطرت ہے۔ بڑا ہو کر یگانۂ روزگار ہو گا قیامت تک ان کا نام روشن رہے گا۔ یہ ملک الشعراء ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انوار ولایت اسکی پیشانی سے عیاں ہیں۔ اپنے وقت کا بہت بڑا عارف ہو گا۔ پھر دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اسے ہر دل عزیز رکھے

ہفتاد و اولیاء ص ۲۲۵

بیعت و ارادت ؛

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ غالباً سنہ ۶۹۴ھ کو بیالیس سال کی عمر میں جناب خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ بگوش

ارادت ہوئے۔ اور آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب آپ جناب خواجہ کی خدمت میں گئے۔ اور ان سے بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ تو خواجہ صاحب کے دروازے پر پہنچ کر بجائے اندر جانے کے چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور دل میں یہ سوچنے لگے کہ اگر خواجہ صاحب ولی کامل ہیں تو اپنے کشف سے میرے اس قطعہ کے جواب میں کچھ ارشاد لکھوا بھیجیں۔ وہ قطعہ یہ ہے۔

تو آں شاہے کہ برایوان قصرت
کبوتر گر نشیند باز گردد
غریبے مستمندے بردر آمد
بیاید اندروں یا باز گردد

آپ ایسے بادشاہ ہیں کہ جن کے محل کی چھت پر اگر کبوتر آ کر بیٹھ جائے تو باز بن جائے ایک غریب حاجت مند آپ کے دروازے پر حاضر ہوا ہے۔ کیئے اندر چلا جائے یا واپس لوٹ جائے

جناب خواجہ نظام الدین نے اپنے کشفِ روحانی سے یہ بات معلوم کر لی اور اپنے ایک خادم سے فرمایا جاؤ ایک ترک زادہ باہر بیٹھا ہے اس کے سامنے یہ شعر جا کر پڑھ دو۔ اور واپس چلے آؤ۔

بیاید اندروں مردِ حقیقت
کہ باما یک نفس ہم راز گردد
اگر ابلہ بود آں مردِ ناداں
ازاں راہے کہ آمد باز گردد

مردِ حقیقت اندر چلا آئے۔ تاکہ ہم کچھ وقت آپس میں

راز و نیاز کی باتیں کر لیں۔ اور اگر مرد ناداں دبے و توف ہے تو جس راستے سے آیا ہے اُسی راستے سے واپس چلا جائے امیر خسرو خادم کی زبان سے یہ فی البدیع شعر سنکر بے تابانہ دوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے قدموں میں سر رکھدیا اور اُن کے مرید ہو گئے۔ یوں تو خسرو کا خمیر روزِ اوّل ہی سے عشق و محبت کی چاشنی سے گوندھا ہوا تھا لیکن مرشد کی صحبت نے آپ کو پہلے سے بھی کہیں زیادہ سرمست و شیدائی بنا دیا۔ بلکہ یوں کہئے کہ دیارِ محبت کا دیوانہ بنا دیا۔ آپ ہر وقت سائے کی طرح خواجہ صاحب کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ گویا جناب خواجہ کا جمال پُرجلال دیکھ دیکھ کر جیتے تھے اور جناب خواجہ کو بھی اپنے مرید خسرو سے کچھ ایسا ہی دلی تعلق تھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب قیامت میں سوال ہوگا کہ نظام الدین کیا لایا ہے؟ تو جواب میں خسرو کو پیش کر دوں گا دعا مانگتے تو خسرو کی طرف اشارہ کر کے فرماتے۔

الٰہی بسوز سینہ ایں ترک مرا بخش

اے اللہ اس ترک کے سوز و دروں کے طفیل مجھے بخش دے۔ مرشدِ گرامی کو خسرو مرید سے بہت محبت تھی۔ بہت مہربان تھے ہمیشہ اپنے دائیں طرف بٹھاتے اور سماع میں پہلے آپ کی ہی غزل قوال گاتے۔ اسی لیے آپ کو حضرت مفتاح السماع بھی کہا کرتے تھے۔

(ہفتاد اولیاء ص۳۲۷ / بہار سے دلی ص۱۲۸)

عشق و ادب:

ایک دن حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت

میں سائل آیا۔ فرمایا آج جتنی فتوح ہوگی۔ سب تجھے ہی دے دوں گا
اتفاق سے دو روز تک کوئی فتوح نہ ہوئی۔

تیسرے روز حضرت خواجہ صاحب نے اپنی نعلین اسے دے دیں
راہ میں امیر خسرو مل گئے آپ نے اس سائل سے اپنے پیر و مرشد کی
خیر پوچھی۔ جب وہ گفتگو کرنے لگا۔ تو حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ
علیہ بے ساختہ بول اٹھے۔

مرا از بوئے پیر روشن ضمیر
من می آید شاید کہ از شیخ
نشانی نزد خود داری

یعنی مجھے اپنے پیر روشن ضمیر کی بو آرہی ہے۔ شاید ان کی کوئی نشانی تیرے پاس ہے۔

سائل نے سنکر خواجہ صاحب کی جوتیاں سامنے کردیں۔ اور کہا یہ مجھے
عنایت کی گئی ہیں امیر خسرو پیر کی جوتیاں دیکھ کر بے تاب ہوگئے اور
سائل سے کہا کیا تم انہیں فروخت کرو گے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت
امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس وقت پانچ لاکھ نقرئی ٹنکے تھے۔ جو
سلطان نے ایک قصیدے کے صلہ میں دیئے تھے آپ نے وہ سب کے سب
سائل کو دے کر اس سے جوتیاں لے لیں۔ اور اپنے سر پر رکھ کر مرشد
کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کیا۔ کہ درویش نے اس پر اکتفا کرلیا۔ ورنہ اگر

درویش بر ہمیں اکتفا کرد ورنہ اگر
تمام جان و مال من بعوض این کفش
طلب مے کرد حاضری کردم

ورنہ اگر وہ ان جوتوں کے عوض میں میری جان و مال بھی مانگتا تو بھی دینے سے دریغ نہ کرتا
(آداب مرشد ص۱۲۸)

(انوار اصفیاء ص۳۳۵) ہفتاد اولیاء ص۳۲۷)

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فارسی اور ہندی دونوں کے نامور شاعر
تھے۔ اس وقت اسی دنیا میں آپ کے پانچ لاکھ اشعار مرتب صورت
میں موجود ہیں۔ دیوان ہیں۔ مثنویاں ہیں علاوہ ازیں آپ بلند پایہ ننانوے
کتب کے مصنف بھی ہیں۔
(ہفتاد اولیاء ص۳۲۶)

حضرت حاجی محمد قادری نوشاہی!

حضرت حاجی محمد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ آپ نوشاہی خاندان
کے امام اور بہت بڑے بزرگ و شیخ ہو گزرے ہیں۔ آپ مادر
زاد ولی تھے اور بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور شروع ہوگیا تھا

بزرگی و عظمت:

آپ ابھی بچے ہی تھے۔ بمشکل عمر چار سال ہوگی۔ سو رہے تھے سر
تکیہ سے ڈھلک گیا۔ اس وقت آپ کی والدہ مصروف تھیں۔ آٹا گوندھ
رہی تھیں۔ اٹھ نہ سکتی تھیں۔ ہمسائے کی بیوی سے محبت تھی۔ اس سے
کہا آپ کو تکلیف تو ہوگی میرے ہاتھ خالی نہیں آپ اٹھ کر ننھے کے سر کے
نیچے ذرا تکیہ رکھ دیں آپ پیدائشی ولی تھے۔ ہمسائی اس وقت ناپاک
تھی اٹھ کر جو گئی اور تکیہ رکھنا چاہا کیا دیکھتی ہے کہ آپ کے جسم سے
ایک سانپ لپٹا ہوا ہے ماں یہ سن کر تڑپ گئی اٹھ کر دوڑیں گھبرا کر
ادھر ادھر دیکھا۔ ڈھونڈا مگر سانپ کا کہیں وجود نہ تھا۔ وہ حیران

ہوئیں - کہ یہ واقعہ کیا ہے اسی اثناء میں اور عورتیں بھی شور سن کر آ گئیں
جن میں کچھ ایسی بھی تھیں ۔ جو کہتی تھیں کہ ہمسائی جھوٹی ہے اصل میں بات
یہ نکلی کہ یہ عورت ناپاک تھی - نہائی نہ تھی - منشاء الٰہی یہ ہوا کہ ہمیں منظور نہ تھا
کہ اس بچہ کو جو ہمارا دوست ہے - کوئی ناپاک ہاتھ لگائے اس لیے سانپ
نمودار ہو گیا کہ اس کے خوف سے بچہ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے ۔

اولیاء اللہ کے جھنڈے :

حضرت حاجی محمد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ معموری
فرماتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا - لوگوں کا ہجوم تھا
مریدین بھی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے - میرے دل میں یکایک یہ خیال
آیا کہ سنتے چلے آئے ہیں - کہ قیامت کے روز خلقت کے گروہ کے گروہ
اپنے اپنے سرکردہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اور ہر جماعت
اپنے قائد کے ساتھ ہوگی - خدا جانے یہ صحیح بھی ہے یا نہیں اور اگر صحیح
ہے تو یہ کیونکر ہوگا - میں پوچھنا چاہتا تھا - مگر میری جرأت نہ پڑی اُٹھ کر گھر
چلا آیا سو گیا - خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے - خلقت کا اتنا
ہجوم ہے کہ جہاں تک نظر اٹھتی ہے آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں نہ کوئی شمار
ہے اور نہ کوئی حد غور کیا تو مجھے اِدھر اُدھر جھنڈے بھی ہوا میں لہراتے
ہوئے نظر آئے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جھنڈا بہت بلند
اور بہت بڑا اور بہت شاندار ہے اور بھی جھنڈے تھے - میں نے تلاش
جو کیا تو ایک طرف نوشاہی جھنڈا بھی نظر آیا - جس کے نیچے آپ اپنے دوستوں
اور مریدوں کو لیے کھڑے تھے - دیکھتے ہی مجھے آواز دی کہ کہاں کھڑا ہے

کیا ڈھونڈ رہا ہے - ادھر آ کہ تیری جگہ میرے قریب ہے - چنانچہ یہ خلیفہ صاحب
صبح کو اٹھ کر جب دربار نوشاہی میں حاضر ہوئے تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ
قیامت ضرور آئے گی تو رات کو خواب میں دیکھ ہی چکا ہے اور جو کچھ جس طرح
دیکھا ہے اسی طرح وہ وقوع پذیر ہوگا - اور ہر جماعت اپنے قائد جماعت کے
جھنڈے تلے جمع ہوگی ۔

مُردہ زندہ ہو گیا ؟

ایک دفعہ حضرت نوشاہی مسجد تعمیر کرا رہے تھے کہ مستری لکڑی چیر رہا تھا
لکڑی چیرتے چیرتے اچانک اُس کا سر اُس میں پھنس گیا اور وہ مر گیا جب آپ
کو پتہ چلا تو آپ اُس کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی چادر اُس پر ڈال دی
اور اپنا ہاتھ اُس پر پھیرا - پھر فرمایا اے شخص اگر تو ہمارے گھر مرے تو ہمارے
لیے طعن کا موجب ہوگا - مرنے کے واسطے اور کافی وقت ہیں - پھر کسی وقت
مر جانا - آج اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا - چنانچہ یہ ارشاد فرمایا تھا - کہ وہ
زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا -

ہر طرف سے ہو کی آواز :

ایک مرتبہ ایک سادھو ہندو مذہب حضرت نوشاہی کی خدمت میں حاضر
ہوا - اس وقت آپ دریائے چناب کے کنارہ پر سیر کو تشریف لے گئے تھے
سادھو نے کہا کہ آپ یا کرامت دکھلیں یا دکھاویں آپ نے فرمایا میں تو درویش
آدمی ہوں - تم ہی کوئی کرامت دکھاؤ - اس نے پہلے اپنے آپ کو بچے کی صورت
میں دکھایا - پھر جوان صورت بن گیا - پھر ضعیف کی شکل بن گیا - اور کہا کہ میں نے

بارہ بارہ سال کے تین چلّے کئے ہیں اور یہ مرتبہ حاصل کیا ہے کہ تین طرح کی شکلیں تبدیل کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا کہ تو نے شکل کا تبدیل کرنا سیکھا تو کیا کمال حاصل کیا ہے۔ بلکہ عمر ضائع کر دی ہے۔

آپ نے دریا کی طرف منہ کر کے اللہ ہو کا نعرہ لگایا۔ تو دریا کے پانی سے ہو ہو کی آوازیں آنے لگیں۔ بلکہ درختوں کے پتوں اور فضا سے بھی یہی گونج اٹھی۔ چنانچہ آپ کی یہ کرامت دیکھ کر وہ سادھو مع چیلوں کے مسلمان ہو گیا۔ اور آپ کے مریدوں میں داخل ہو گیا۔

(رہنما اولیاء ص ۲۱۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء اللہ کی پہچان نصیب کرے اور ان نیک لوگوں کی صحبت عطا فرمائے

(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقام ولایت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۞ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۞ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ۞ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ۞ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْكَرِیْمُ ۞

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیہ درود وسلام پیش کریں۔

حضرات محترم!

میں آپ کے سامنے کرامات اولیاء کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور قرآن مجید میں حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ اس بات پر شاہد ہے کہ کرامات اولیاء حق اور سچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید کے انیسویں پارہ کی سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے جس میں ملک سبا کی ملکہ بلقیس کا ذکر آتا ہے۔ بلقیس ایک عورت تھی جو ملک سبا میں حکومت کرتی تھی۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں درباریوں کو اسی بلقیس کا تخت لانے کو کہا تھا۔ جسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر اور آپ کی امت کے ولی حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کیا اور یہ آپ کی کرامت تھی یہ بھی یاد رہے کہ نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کارفرما ہوتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہُدہُد پرندہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت بلقیس نامی ایک عورت ہے جو ملک سبا کی ملکہ ہے۔ وہ ایک بہت بڑے تخت پر بیٹھ کر سلطنت کرتی ہے۔ اور بادشاہوں کے شایان شان جو بھی سروسامان ہوتا ہے۔ وہ سب کچھ اس کے پاس ہے۔ مگر وہ اور اس کی قوم ستاروں کی پجاری ہے۔ چنانچہ اس خبر کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کے نام ایک خط ارسال فرمایا۔ اور اس خط کو بھی ہُدہُد لے کر گیا تھا۔

سلیمان علیہ السلام کا خط:

قرآن مجید میں ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہُدہُد سے فرمایا کہ تم میرا یہ خط لے کر جاؤ۔ اور اس کے پاس یہ خط ڈال کر اس سے الگ ہو کر دیکھنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں چنانچہ ہُدہُد یہ خط لے کر گیا۔ اور اوپر سے بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ارد گرد امراء اور ارکان سلطنت

کو جمع کیا۔ پھر خط کو پڑھ کر لرزہ براندام ہو گئی اور اپنے ارکین دولت سے یہ کہنے لگی۔ کہ اے سردارو میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے۔

خط کا مضمون:

خط کا مضمون یہ ہے کہ تم مجھ پر بلندی نہ چاہو اور تم مسلمان ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ خط سنا کر بلقیس نے اپنی سلطنت کے امیروں اور وزیروں سے مشورہ کیا تو ان لوگوں نے اپنی طاقت اور جنگی مہارت کا اعلان و اظہار کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام سے جنگ کا ارادہ ظاہر کیا مگر بلقیس نے اپنی عقلمندی سے کام لیتے ہوئے اپنے امیروں اور وزیروں کو سمجھایا کہ جنگ مناسب نہیں ہے۔
کیونکہ اس سے شہر ویران اور شہر کے عزت دار باشندے ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ اس لیے میں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ کچھ ہدایا و تحائف ان کے پاس بھیج دوں۔ اس سے امتحان ہو جائے گا۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صرف بادشاہ ہیں یا اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اگر وہ نبی ہوں گے تو ہرگز میرا ہدیہ قبول نہیں کریں گے۔ بلکہ ہم لوگوں کو اپنے دین کی پیروی کا حکم دیں گے اور اگر وہ صرف بادشاہ ہوں گے تو میرا یہ ہدیہ قبول کر کے نرم پڑ جائیں گے

بلقیس کے تحائف

چنانچہ بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیاں کو خوب آراستہ و پیراستہ کیا۔ غلاموں کو لونڈیوں کا لباس اور لونڈیوں کو غلاموں کا لباس پہنایا۔ غلاموں کو گھوڑوں پر اور لونڈیوں کو خچروں پر سوار کرایا اور ایک ہزار سونے اور چاندی

کی اینٹیں بھیجیں - اور ان لونڈیوں کے سروں پر قیمتی جواہر و موتیوں کے جڑاؤ
سے بہترین تاج رکھے - اور بیش قیمت عطر و مشک، عنبر اور قیمتی موتیوں سے بھرے
ہوئے متعدد ڈبے بھیجے - پھر ایک ڈبہ میں بغیر سوراخ کے ایک قیمتی موتی بند کر دیا
اور اپنی قوم کے ایک سردار جس کا نام منذر بن عمر تھا۔ اسے بلا کر ایک خط میں
تحفوں کی فہرست تھی - دے کر ہدایت کی اور سب چیزیں دے کر بھیج دیا اور
نمائندہ سے کہہ دیا کہ سلیمان علیہ السلام سے جا کر یہ کہنا کہ اگر آپ نبی ہیں تو لونڈیوں
کو غلاموں سے الگ چھانٹ دیجئے اور بغیر کھولے بتایئے کہ اس ڈبہ میں کیا
ہے اور جب وہ بتا دیں تو کہنا کہ اس موتی میں سوراخ کر دیجئے - لیکن کسی
آدمی یا جن سے اس میں مدد نہ لیجئے - غلاموں اور لونڈیوں کو بھی یہ حکم دیا کہ
کہ غلام لونڈیوں کی بولی میں کلام کریں - اور لونڈیاں غلاموں کے لہجے میں
بات کریں - پھر قاصد سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم اس بات کا اندازہ کرنا کہ
وہ کس انداز سے پیش آتے ہیں -

اِنْ نَظَرَ اِلَیْکَ نَظْرَ غَضْبَانَ فَهُوَ اگر وہ تمہیں غصہ کی نظر سے دیکھیں
مَلِكٌ فَلَا يَهُوْ مَنْظَرُهٗ تو سمجھ لینا کہ وہ بادشاہ ہیں -
وَاِنْ رَاَیْتَهٗ هَشًّا لَطِيفًا فَهُوَ نَبِيٌّ : تم ہرگز خوف زدہ نہ ہونا اور
اگر کشادہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئیں تو سمجھ لینا کہ وہ نبی ہیں - ان
کی بات سمجھنا اور ادب کے ساتھ جواب دینا -

تفسیر روح البیان میں ہے کہ بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام
کا ادب کیا تو اللہ تعالیٰ نے آداب نبوت کی برکت سے اسے دولت
ایمان سے نوازا -

الغرض بلقیس کے قاصد سارے تحفے لے کر روانہ ہو گئے اُدھر
ہُدہُد نے جلد جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر دے دی

اور تمام ماجرا عرض کر دیا - آپ نے جنات کو حکم دیا کہ سونے چاندی
کی اینٹیں تیار کریں - حکم کی تعمیل کی گئی پھر آپ نے حکم دیا -

سلیمان علیہ السلام کے انتظامات :

فَضَرَبُوا لَبِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ : کہ ایک میدان میں اٹھارہ میل
وَفَرَشُوهَا فِي مَيْدَانٍ بَيْنَ يَدَيْهِ تک سونے چاندی کا فرش
طُولُهٗ سِتَّةَ فَرَاسِخَ - بچھا دو -

اور میدان کے ارد گرد سونے چاندی کی اونچی دیوار کھینچ دو پھر فرمایا
حسین ترین جنگلی اور دریائی جانور لاؤ - جنات نے فوراً لا کر حاضر کر دیئے
فرمایا میدان کے دائیں بائیں دونوں طرف سونے چاندی کی اینٹوں کے فرش
پر ان کو باندھ دو - پھر جنات کو حکم دیا کہ اپنی اولاد کو لا کر میدان کے دائیں
بائیں کھڑا کر دو اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر رونق
افروز ہو گئے - اور اپنے دائیں بائیں چار ہزار کرسیاں بچھوا دیں اور شیطانوں
کو حکم دیا کہ کئی میل تک صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ - ایسے ہی انسانوں ،
جانوروں درندوں اور وحشیوں کی صفیں کھڑی کی گئیں اور پرندے اوپر
سایہ کیئے ہوئے تھے اور یہ ایسی مجلس قائم ہوئی کہ آسمان نے ہزاروں سال میں
نہ دیکھی ہو گی - چنانچہ جب بلقیس کے نمائندے اس میدان میں پہنچے تو ان کے
ہوش اڑ گئے کہ یہاں تو سونے اور چاندی کی اینٹوں پر سلیمان علیہ السلام
کے جانور پیشاب کر رہے ہیں - مثنوی شریف میں ہے - کہ -

چوں بصحرائے سلیمانی رسید
فرش آں را جملہ زر پختہ دید

جب بلقیس کا نمائندہ صحرائے سلیمانی میں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں سونے کا فرش بچھا ہوا ہے۔

بارہا گفتند زر را دا بریم
سوئے مخزن ما بچہ کار اندر یم

کئی بار انہیں خیال آیا کہ وہ اس معمولی پونجی کو واپس لے جائیں کیونکہ اتنے بڑے خزانے کے سامنے ان کی پونجی کس کام کی۔

عرصۂ کش خاک زر دہ دہیت
زر بہدیہ بردن آنجا ابلہیت

جن کا میدان ہی سونے سے پر ہے۔ ان کے ہاں سونا ہدیہ لے جانا حماقت ہے۔

بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے سونے چاندی چاندی کی اینٹیں بچھانے کا جس وقت حکم دیا تھا اُس وقت بلقیس کی بھیجی ہوئی اینٹوں کے مطابق جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ قاصدوں نے جب کچھ اینٹوں کی جگہ خالی دیکھی اور باقی زمین پر فرش بچھا پایا تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں کوئی ہم اینٹیں اٹھا لینے کی تہمت نہ لگا دے۔ اس لیئے انہوں نے اینٹیں خالی جگہ پر پھینک دیں۔ پھر جب شیاطین و جنات کی ڈراونی شکلوں اور ان کی کثرت کو دیکھا تو گھبرا گئے ان سے کہا گیا بلا خوف و خطر چلے جاؤ۔ چنانچہ جب وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور فرمایا کیا لائے ہو؟ منذر نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھ لائی ہوئی چیزیں پیش کر دیں اور ملکہ کا خط بھی دے دیا۔ آپ نے خط غور سے پڑھا اور فرمایا ڈبہ کہاں ہے ڈبہ پیش کیا گیا۔ آپ نے ڈبہ کو ہلایا اتنے میں جبرائیل علیہ السلام آ گئے اور ڈبہ

کے اندر جو چیز تھی وہ بتا دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کے اندر بغیر سوراخ کا ایک قیمتی موتی ہے۔ قاصد نے عرض کیا آپ نے صحیح فرمایا اب موتی میں سوراخ کر دیجئے۔ آپ نے جنات اور آدمیوں سے کہا وہ عاجز آ گئے۔ البتہ ایک شیطان نے کہا کہ لکڑی کے کیڑے کو بلوائیے حسب الحکم لکڑی کا کیڑا آیا اور دھاگہ منہ میں پکڑ کر موتی میں سوراخ کرتا ہوا دوسری جانب نکل آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو کیا انعام چاہتا ہے کیڑے نے عرض کیا میری روزی درخت میں مقرر کر دی جائے آپ نے فرمایا! تیرے لیئے ایسا ہی کر دیا گیا۔ پھر آپ نے لڑکوں اور لڑکیوں کو الگ الگ چھانٹ دیا۔ جس کی تدبیر یہ کی کہ سب کو ہاتھ منہ دھونے کا حکم دیا لڑکی برتن میں سے پانی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں ڈالتی پھر منہ میں مارتی تھی اور لڑکا براہِ راست برتن سے پانی لے کر منہ پر مارتا تھا لڑکی بازو کے اندرونی جانب پانی ڈالتی تھی اور لڑکا کلائی کے بیرونی جانب پانی بہاتا تھا۔ الغرض آپ نے سب کو الگ الگ چھانٹ دیا۔ پھر لائے ہوئے ہدیے واپس کر دیئے۔ چنانچہ جب بلقیس کے نمائندے واپس بلقیس کے ہاں گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات سنائے۔ تو کہنے لگی کہ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ بادشاہ نہیں بلکہ نبی ہیں اور ہم سے ان کا مقابلہ نہیں ہو سکے گا یہ کہہ کر سلیمان علیہ السلام کی طرف ایک قاصد بھیجا اور عرض کی کہ میں اپنے سرداروں کو لے کر حاضر ہو رہی ہوں۔ جو آپ کا حکم ہوگا ہم اسے بجا لائیں گے۔

اور آپ کا دین قبول کریں گے۔ اس کے بعد بلقیس نے تخت کو ایک مکان میں چھپایا (جو کہ اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا) حفاظت کے لیئے چند نگہبان مقرر فرمائے۔ تالا لگا کر چابی جیب میں ڈالی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام

کی طرف روانہ ہوئی۔

تختِ بلقیس کی آمد؛

ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ بلقیس کے یہاں آنے سے پہلے اُس کا تخت میرے دربار میں آجائے چنانچہ آپ نے دربار میں درباریوں سے ارشاد فرمایا۔

قَالَ یٰاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

اے درباریو تم میں کون ہے جو بلقیس کا تخت میرے پاس لائے قبل اس کے کہ وہ سب مطیع ہو کر میرے حضور حاضر ہوں

(پ۱۹) سورہ النمل)

تو ایک سرکش جن بولا۔ کہ وہ تخت میں لاؤں گا۔ آپ کی کچہری برخاست ہونے سے پہلے بے شک میں طاقت والا ہوں اور امانت دار ہوں۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت کا وقت بارہ بجے تک تھا۔ چنانچہ جن کا بیان سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا کہ اس سے بھی جلد وہ تخت میرے دربار میں آجائے۔ یہ سن کر آپ کے وزیر حضرت آصف بن برخیا جو اسم اعظم جانتے تھے اور ایک باکرامت ولی تھے۔ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ۔ (پ۱۹)

ترجمہ۔ انہوں نے کہا جن کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کے حضور میں حاضر کر دوں گا۔ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے۔

حضرت آصف بن برخیا نے روحانی طاقت سے بلقیس کے تخت کو ملک سبا سے بیت المقدس تک حضرت سلیمان کے محل میں کھینچ لیا۔ اور وہ تخت زمین کے نیچے نیچے چل کر لمحہ بھر میں ایک دم حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا تخت دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۔ یہ میرے رب کا فضل ہے۔

(روح البیان ص۳۴۴ / تفسیر مظہری / عجائب القرآن ص۱۷۹)

حضرات گرامی!

اس قرآنی واقعہ سے معلوم ہوا کہ کرامات اولیاء حق ہے اور سچ ہیں۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آنکھ جھپکنے سے پہلے آن واحد میں تختِ بلقیس لانے والے حضرت آصف بن برخیا تھے۔

اور حضرت آصف بن برخیا رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی تھے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھلوں کا آنا ان کی واضح کرامت ہے۔

بے موسم پھل؛

حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت کے بعد ان کی کفالت و پرورش کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ کہ ان کی کفالت کون کرے گا۔ چنانچہ اس بات پر فیصلہ ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے قرعہ ڈالا۔ تو حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکلا اس طرح حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے کفیل بنے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کی پرورش کے لیئے بیت المقدس کی بالائی منزل میں تمام مردوں سے الگ محراب کے پاس ایک کمرہ بنایا اور اس میں آپ کو ٹھہرایا اور حضرت زکریا علیہ السلام صبح و شام ان کی خبرگیری کے لیئے آتے جاتے رہے۔ چند دنوں کے بعد حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے پاس اس کمرہ میں آ گئے تو حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر حیران ہو گئے اور پوچھنے لگے۔

يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا : اے مریم یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آئے

حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا۔

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔

(ب)

حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ پھل بے موسم ہیں۔ موسم سرما کے پھل موسم گرما میں اور موسم گرما کے موسم سرما میں روح البیان میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام بے موسم پھل دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ ایسے پھل ہیں۔

لَا يُشْبِهُ اَرْزَاقَ الدُّنْيَا وَ تَنُوْ	جنہیں دنیا کے میوہ جات سے کسی
اٰتٍ فِيْ غَيْرِ حِيْنِهٖ وَالْاَبْوَابُ	قسم کی مشابہت نہیں ہے اور وہ
مُغْلَقَةٌ عَلَيْكِ لَا سَبِيْلَ	بے موسم بھی ہیں اور تمہارے پاس
لِلدَّاخِلِ بِهٖ اِلَيْكِ۔	پہنچنے تک دروازوں کے تالے بھی

بند ہیں۔ تیرے پاس کسی کو پہنچنے کا امکان بھی ہیں۔

(روح البیان ص ۲۹ ج ۲۰)

حضراتِ محترم!

اصل میں وہ پھل بہشت سے نازل ہوتے تھے۔ جو کہ حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی بہت ہی عظیم الشان کرامت تھی۔ کراماتِ اولیاء پر قرآنی دلائل کے واضح ثبوت کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث پاک بھی ملاحظہ ہو۔ جس سے کراماتِ اولیاء کا حق ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے۔

تین مسافر :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ تین آدمی کسی سفر میں جا رہے تھے راستے میں انہیں بارش نے آلیا جنگل بیابان میں انہیں پناہ کی کوئی جگہ نہ ملی تو وہ پہاڑ کی ایک غار میں چلے گئے۔ جب وہ غار میں سکون سے بیٹھ گئے۔ تو اچانک پہاڑ کے اوپر سے پتھر کی ایک چٹان سرکی۔ کہ غار کے منہ پر آگئی۔ یہاں تک کہ اس غار کا منہ بند ہو گیا۔ وہ اس پریشانی کے عالم میں آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ کہ اب اس مشکل وقت میں اپنا اپنا کوئی نیک عمل سوچو۔ پھر اس نیک عمل کے وسیلہ سے دعا کرو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دے۔ اور ہم باہر نکل سکیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے یوں دعا کی الٰہی میرے والدین بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور میرے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں سارا دن بکریاں چراتا جب شام ہوتی بکریوں کا دودھ دوہتا۔ تو سب سے پہلے اپنے والدین کو دودھ پلاتا۔ پھر اپنے بچوں کو دیتا۔ ایک دفعہ مجھے گھر پہنچنے میں دیر ہو گئی۔ جب گھر آیا تو دیکھا

کہ میرے والدین سو چکے ہیں ۔ اور بچے بھی ۔ میں نے دودھ دوہا ۔

فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُسِهِمَا أَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا — اور دودھ لے کر ساری رات والدین کے سرہانے کھڑا رہا انہیں جگانا پسند نہ کیا ۔

تاکہ ان کے آرام میں خلل نہ آئے ۔ اور پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی پسند نہ کیا ۔ یوں ہی رات گزر گئی ۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے تو اس غار کے منہ میں اتنی کشادگی کر دے ۔ جس سے ہم آسمان دیکھ سکیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور پتھر اتنا سرک گیا ۔

فَفَرَجَ اللّٰهُ لَهُمْ حَتّٰى يَرَوْنَ السَّمَاءَ — کہ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو اتنا ہٹا دیا جس سے انہیں آسمان نظر آنے لگا ۔

پھر دوسرا بولا الٰہی ایک چچا زاد بہن تھی ۔ میں اس سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا ۔ یہاں تک کہ اس کی محبت میں میری نیت خراب ہو گئی ۔ میں نے اس سے اپنے نفس کی خواہش کے مطابق مطالبہ کیا ۔ اس نے صاف انکار کر دیا ۔ پھر میں نے سوچا کہ میں اسے سو دینار دے کر مطالبہ کروں گا ۔ میں نے خوب محنت کی اور سو دینار جمع کر لیا ۔ جب میں سو دینار لے کر اس کے پاس گیا اور وہ سو دینار اسے دے دیئے ۔ تو اس سے برائی کرنے کو قریب ہی تھا ۔ کہ اس نے مجھے کہا ۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ ۔ اے اللہ کے بندے خدا کا خوف کر میں نے اسکی زبان سے یہ لفظ سنا ۔ تو میں فوراً اس سے دور ہٹ گیا ۔ اور برائی کا ارادہ ترک کر دیا ۔ یا اللہ تو جانتا ہے ۔ اگر میں نے تیری رضا

کے لیے ایسا کیا ہے تو اس میں اور زیادہ کشادگی کر دے اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا قبول کرتے ہوئے اور زیادہ کشادگی کر دی ۔ پھر تیسرا بولا الٰہی میں نے اپنے کام پر چاول کے ایک پیمانہ پر (یعنی چاول کی ایک مقرر مقدار پر) ایک مزدور رکھا تھا ۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا ہے تو کہنے لگا مجھے میرا حق دے ۔ میں نے اسے اس کا حق دیا ۔ مگر وہ لینے کے بغیر ہی چھوڑ کر چلا گیا ۔ بعد ازیں میں اس کے چاولوں سے کاشت کرتا رہا ۔ اور مجھے اس سے منافع ہوتا رہا ۔ جس سے میں نے بیل اور چرواہے جمع کر لیئے ۔ پھر وہ ایک مدت کے بعد میرے پاس آیا ۔ کہنے لگا اللہ تعالےٰ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر مجھے میرا حق دے ۔ تو میں نے اس کے مطالبے پر اسے کہا ۔ کہ پکڑ لے یہ بیل اور چرواہے ۔ وہ کہنے لگا کہ مجھ سے دل لگی نہ کر ۔ میں نے کہا کہ میں تجھ سے دل لگی نہیں کرتا ۔ یہ سب تیرے حصے سے کمایا ہوا مال ہے چنانچہ اس نے بیل اور چرواہوں کو پکڑا اور لے گیا ۔ یا اللہ تو جانتا ہے ۔

اِنِّىْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ مَا بَقِىَ فَفَرَجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ — اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو غار کا باقی منہ بھی کھول دے یہ کہنا تھا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو غار کے منہ سے ہٹا دیا ۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۲۰)

حضرات گرامی !

اس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ کراماتِ اولیاء حق ہیں ۔ اور حضراتِ اولیاء مقبول الدعا ہوتے ہیں ۔ چنانچہ یہ تینوں اس زمانہ کے اولیاء تھے ۔ آیئے اب عام اولیاء اللہ کی کرامات سنیئے ۔

پانی پہ مصلّےٰ : حاکم روم کچھ رقم سالانہ ہارون رشید کے پاس بھیجا کرتا تھا لیکن

ایک مرتبہ چند راہبوں کو بھیج کر یہ شرط لگادی کہ اگر آپ کے دینی علماء مناظرے
میں ان راہبوں سے جیت گئے ۔ تو میں اپنی رقم جاری رکھوں گا ۔ ورنہ بند کردوں
گا ۔ چنانچہ خلیفہ نے تمام علماء کو جمع کر کے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو
مناظرہ پر آمادہ کیا ۔ اور آپ نے پانی کے اوپر مصلّے بچھا کر فرمایا کہ یہاں آکر
مناظرہ کرو ۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر سب ایمان لے آئے ۔ اور جب اس کی
اطلاع حاکمِ روم کو پہنچی تو اس نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہوا ۔ اس لیئے کہ اگر وہ شخص
یہاں آجاتا تو پورا روم مسلمان ہو جاتا ۔

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۳۱)

سونے کے ڈھیر ۔

حضرت محمد رازی سے روایت ہے ۔ کہ میں حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ
کو کبھی غضبناک ہوتے نہیں دیکھا ۔ البتہ ایک دفعہ آپ بازار جا رہے تھے تو آپ
کے کسی شاگرد سے دوکاندار اپنا قرض طلب کر رہا تھا ۔ اس وقت آپ نے غضب
ناک ہو کر اپنی چادر زمین پر پھینک دی ۔ اور پورے بازار میں سونا ہی سونا پھیل
گیا ۔ پھر آپ نے غصہ میں دوکاندار سے فرمایا کہ اپنے قرض کے مطابق سونا
اٹھا لے ۔ لیکن اگر ایک ذرہ بھر بھی زیادہ اٹھایا تو تیرے ہاتھ شل ہو
جائیں گے ۔ لیکن اس نے لالچ میں کچھ زیادہ سونا اٹھا لیا ۔ چنانچہ اسی وقت
اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے

(تذکرۃ الاولیاء ص۱۴۹)

دیناروں کا ڈھیر! حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے

تھے ۔ کہ راستے میں ایک نائی ملا ۔ اور عرض کرنے لگا ۔ کہ آئیے آپ کی
حجامت بنا دوں ۔ آپ نے فرمایا میرے پاس پیسے نہیں ہیں ۔ نائی نے
کہا پھر نہ دینا ۔ چنانچہ جب نائی نے حجامت بنائی ۔ جس درخت کے نیچے
بیٹھ کر حجامت بنوا رہے تھے ۔ آپ نے اوپر کی طرف دیکھ کر عرض کی یا
الٰہی میں کیا درخواست کروں ۔ خواجہ صاحب نے ابھی یہ بات کہی ہی تھی ۔ کہ
اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ درخت ہلا اور زمین سرخ دیناروں سے پُر ہو گئی
اور نائی حیران رہ گیا ۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جتنے اٹھا سکتے ہو اٹھا لو یہ کہہ
کر وہاں سے چل دیئے ۔

(اسرار الاولیاء ص۸)

مہر والا کاغذ

حضرت ابو عبداللہ محمد البصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک عورت
حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی جناب آپ بھی میرے نکاح کے موقع پر
موجود تھے ۔ مگر اب میرے پاس سے حق مہر کا کاغذ گم ہو گیا ہے ۔ میں
آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ مجھ پر کرم فرمائیں اور قاضی کی مجلس میں
شہادت دے دیں ۔ فرمایا جب تک مٹھائی نہ لاؤ گی میں نہ جاؤں گا ۔ چنانچہ
وہ کھڑی رہی اور سمجھیں کہ شاید شیخ اس سے مذاق کر رہے ہیں تو آپ نے
فرمایا دیر نہ لگاؤ ۔ میں تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ جاؤں گا ۔ جب تک
مٹھائی نہ لاؤ گی ۔ وہ چلی گئی ۔ پھر لوٹی اور اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا جس
میں سوکھی ہوئی مٹھائی تھی ۔ آپ کے متوسلین کو تعجب ہوا کہ وجہ کیا ہے آج
آپ چیز مانگ کر لے رہے ہیں ۔ آپ نے وہ کاغذ لے لیا ۔ کھولا اور مٹھائی
کو ریزہ ریزہ کر کے پھینک دیا ۔ جب کاغذ خالی ہو گیا ۔ فرمایا ذرا لے

غور سے دیکھو۔ جب اسے غور سے دیکھا تو وہ وہی حق مہر والا کاغذ تھا جو گم ہوگیا تھا۔ جتنے لوگ اس وقت موجود تھے سب نے اس کو ایک بڑی کرامت سمجھا۔

(جمال الاولیاء صہ ۹۵)

علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں۔

تھال سونے کا ہوگیا؟

شیخ ابو عبداللہ محمد عجمی رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بہت خستہ حالت میں مصر میں داخل ہوئے تو ایک پتیل کے برتن بنانے والے کی دکان پر سوگئے۔ رات کو اس دکان میں چوری ہوگئی۔ دوکاندار نے پہرہ والے کو پکڑا۔ پہرہ دار نے کہا۔ تمہاری دکان پر سوائے اس فقیر کے اور کوئی نہیں سویا۔ دوکاندار نے جواب دیا کہ تو اس فقیر کو چوری کی تہمت لگاتا ہے۔ تو اب میں چوری کا دعویٰ نہیں کرتا صبر کرتا ہوں) بس میرا ثواب اللہ تعالےٰ کے یہاں ہے کیونکہ اس فقیر پر نیکی کے آثار معلوم ہو رہے ہیں۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ اگر اس تھال کو کہدیں کہ سونے کا بن جا۔ تو وہ خدا کے فضل سے سونے کا بن جائے۔ چنانچہ وہ تھال فوراً سونے کا بن گیا۔ آپ نے اس کو فرمایا۔ کہ جیسا تھا ویسا ہی ہوجا۔ میں نے تو تیری مثال بیان کی تھی۔ وہ پھر اصلی حالت پر ہوگیا۔ دوکاندار نے عرض کی۔ کہ حضرت میرے لیے دعا فرمایئے۔ آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالےٰ تیری غربت

کو دور فرمادے۔ دعا قبول ہوگئی۔ اور وہ مالدار ہوگیا۔

(جمال اولیا صہ ۹۶)

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں۔

قبر سے نفع!

حضرت شیخ ابو عبداللہ محمد بن یوسف یمنی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو فرمایا اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ تم پر علم کے دروازے کھول دے تو ضریہ کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو۔ اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔ ان فقیہہ نے ایسا ہی کیا تو اس کی برکتیں ظاہر ہوگئیں

(جمال الاولیاء صہ ۱۰۴)

قبر کی پناہ؟

حضرت مجاہد بادشاہ کے زمانہ میں عرب میں پھوٹ پڑی اور وادی رمع وغیرہ کی آبادیاں تباہ ہوگئیں فقیہ بن زیاد کے پاس بہت سی کتابیں تھیں نہ ان کا منتقل کرنا ممکن تھا۔ اور نہ یہ ہوسکتا تھا۔ کہ خود شہر سے نکل جائیں اور کتابیں چھوڑ جائیں۔ وہ ان کی وجہ سے بہت فکر میں تھے۔ اتفاق سے شیخ طلحہ بن عیسیٰ اپنے شروع شروع زمانہ میں وہاں پہنچ گئے۔ اور شام کو وہیں رہے۔ ان حضرات کا یہ حال دیکھا تو ان کو بھی فکر ہوا۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ فقیہ ابن زیاد سے کہدو

کہ اپنی کتابیں ضریح کی قبر پر منتقل کردیں۔ وہاں اُن کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ جب بیدار ہوئے تو سب کو اطلاع کردی۔ چنانچہ ان حضرات نے جلدی جلدی سب کتابیں شیخ کی قبر پر منتقل کردیں۔ اور یہ کتابیں تقریباً ایک سال تک دھوپ اور بارش میں پڑی رہیں۔ مگر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اور نہ ہی عرب میں سے کوئی انہیں لے سکا۔

(جمال الاولیاء مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص۱۰۵)

مشکل حل ہوگئی؟

حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤالدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ قضبان سلطان کے سامنے جلاد کے کام پر مامور تھے کہ ایک شخص کسی تہمت میں گرفتار ہوکر بادشاہ قضان سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم صادر کردیا۔ خواجہ بہاؤالدین اس شخص کو قصاص گاہ میں لے گئے اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور تلوار کھینچ لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ پھر اس کی گردن پر تلوار ماری۔ لیکن تلوار نے کام نہ کیا۔ خواجہ بہاؤالدین نے دوبارہ تلوار کھینچی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھا تلوار ماری۔ لیکن تلوار پھر بھی کارگر نہ ہوئی۔ تیسری بار پھر غضبناک ہوکر تلوار ماری۔ مگر تلوار نے پھر بھی کام نہ کیا۔ اور حضرت خواجہ اس بات سے واقف ہوچکے تھے۔ کہ تلوار اٹھانے کے وقت زیر لب کچھ کہتا ہے۔ حضرت خواجہ نے اس سے کہا کہ تجھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں مجھے بتا کہ تو زیر لب کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے پیر و مرشد کو یاد کرتا ہوں۔ اور خدا تعالیٰ سے رہائی چاہتا ہوں۔ خواجہ بہاؤالدین نے

کہا تیرے پیر کون ہیں۔ حضرت کے مرید نے کہا میرے پیر شیخ سید امیر کلال ہیں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اس وقت تیرے پیر کہاں ہیں۔ اس نے کہا بخارا کی ولایت میں سوخار نام کے ایک گاؤں میں تشریف فرمائیں۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور ہوا کی سی تیزی کے ساتھ سوخار کی طرف چل پڑے اور وہاں سے فرمایا جو شیخ اپنے مرید کو تلوار سے بچا سکتا ہے۔ تو اگر کوئی آدمی اسکی خدمت میں حاضر ہو اور آداب خدمت بجالائے۔ تو کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے نار جہنم سے بچائے۔

(بحوالہ آداب مرشد دلیل العارفین ص۱۴)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء راست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداننذ زراہ

چکیاں چلنے لگیں؟

بادشاہ محمد شاہ نے ایک دفعہ حکم دیا کہ جو فقیر بھی کہیں ملے فوراً گرفتار کرلو۔ دہلی والے سید صاحب جو بڑے شاہ صاحب کے نام سے مشہور تھے بڑے عارف بزرگ گزرے ہیں۔ وہ بھی گرفتار ہوگئے اور جیل خانہ میں چکی پیسنے کو دی گئی آپ نے جو چکی پر نظر کی فوراً چلنے لگی۔ یہ دیکھ کر دوسرے قیدیوں نے بھی منت کی کہ ہمیں بھی اس مصیبت سے رہائی دلوائیے آپ نے حکم دیا کہ اے چکیو، میری چکی چل رہی ہے۔ اللہ کے حکم سے تم بھی چلو اور ان غریب درویشوں کو تکلیف نہ دو۔ یہ کہنا تھا کہ تمام چکیاں خود بخود چلنے لگیں۔

بادشاہ کو جو معلوم ہوا فوراً جیل خانہ آگیا ۔ اور قدم بوسی کی اور کہا کہ میں نے
صرف کامل درویش کی تلاش میں فقراء کی قید کا حکم دیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر
ہے کہ میری آرزو پوری ہوگئی ۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے آپ کو تو اپنے پاس رکھ
لیا ۔ باقیوں کو بہت سا روپیہ دے کر رخصت کر دیا

(ہفتاد اولیاء ص۱۱۸)

اچھی صحبت کا

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ بلخ میں وعظ فرما رہے تھے اور
کہہ رہے تھے ۔ کہ اے اللہ اس مجلس میں تیرے بندوں میں سے جو بندہ
سب سے زیادہ گنہگار ہے اسے بخش دے وہاں ایک کفن چور بھی وعظ
سن رہا تھا ۔ اسی شب کو اس نے قبرستان پہنچ کر کفن چرانے کے لیے ایک
قبر کھودی

اسی وقت اس نے ایک غیبی آواز سنی کہ ہم تو آج تجھے حاتم اصم کی
مجلس میں بخش چکے ہیں ۔ مگر تو اب بھی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے یہ سنتے
ہی چور کے دل کی دنیا بدل گئی ۔ توبہ کی اور آپ کا مرید ہوگیا

(ہفتاد اولیاء ص۹۹)

گرم لوہا برف بن گیا :

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک دفعہ
میرے پاس حضرت ابو حفص نیشاپوری حضرت عبداللہ رباطی کچھ لوگوں
کے ساتھ تشریف لائے ۔ ان کے ساتھ ایک گنجا آدمی بھی تھا ۔ وہ ایک

دن حضرت ابو حفص سے کہنے لگا ۔ کہ سابقہ حضرات کے پاس تو
ظاہری کرامات تھیں آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔ حضرت ابو حفص
نے فرمایا میرے ساتھ چل وہ اسے لوہاروں کے بازار میں لے گئے ایک
بڑی بھٹی پر پہنچے ایک لوہے کا بڑا سا ٹکڑا گرمایا گیا ۔ حضرت ابو حفص رح
رحمۃ اللہ نے بھٹی میں ہاتھ ڈال کر گرما گرم لوہا پکڑ لیا ۔ بھٹی سے نکالا تو وہ
ٹھنڈا ہوگیا ۔ فرمانے لگے اب تجھے یہ کافی ہوگیا ۔ کچھ لوگوں نے سوال کیا
کہ حضرت آپ نے اپنے نفس کی طرف سے اس کرامت کا اظہار فرمایا ۔
حالانکہ اولیائے کرام اس سے اجتناب فرماتے ہیں ۔) تو جواباً ارشاد
فرمایا کہ اس کا حال بدل رہا تھا ۔ اگر میں کرامت ظاہر نہ کرتا تو اس کا
حال بدل جاتا ۔

(جامع کراماتِ اولیاء ص۱۷۴)

گمشدہ بیل کی اطلاع :

حضرت محمد بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض
کرنے لگا ۔ میرا بیل چوری ہوگیا ہے ۔ آپ نے فرمایا تجھے اپنا بیل چاہیے
کہنے لگا جی ہاں فرمایا فلاں جگہ جا ۔ وہاں ایک شیخ ہل چلا رہا ہوگا ۔ اس
سے بیل لیے بغیر نہ ٹلنا ۔ اس شیخ سے مراد خود ان کے مرشد حضرت
شیخ یمن محمد حکمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے ۔ چنانچہ وہ ان کے پاس گیا اور
کہنے لگا میرا بیل مجھے دے دیں وہ بالکل پیچھے پڑ گیا ۔ اس کا خیال
تھا کہ میرا چور یہی شیخ ہے ۔ وہ انہیں پہچانتا نہ تھا ۔ شیخ نے پوچھا تجھے
یہ بات کس نے کہی اس نے کہا مجھے محمد بن حسین نے بتائی ہے ۔ پھر کہنے

لگا مجھے میرا بیل دیں ان لمبی چوڑی باتوں کو چھوڑیں آپ نے فرمایا مجھے یہ تو بتایئے آپ کا بیل کیسا ہے ؟ وہ کہنے لگا واہ جی واہ آپ میرا بیل بھی جانتے ہیں۔ اور پھر اسکی صفات سے بیخبری کا اظہار بھی کرتے ہیں آپ نے فرمایا فلاں جگہ جایئے۔ وہاں تیرا بیل ایک درخت کے ساتھ بندھا ہوا ہوگا۔ اسے جاکر کھول لیں۔ چنانچہ شیخ کے بیان کے مطابق وہ اس جگہ گیا تو بیل کو وہاں پایا۔ اسے پکڑ لیا اور خوشی خوشی پلٹا اب وہ چور آیا جس نے بیل کو وہاں باندھا تھا تاکہ اسے کھول کر لے جائے۔ مگر اب بیل کہاں، چور غم اندوہ کے ساتھ واپس ہوا۔

جنّت کا سودا!

حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلہ میں ایک عالی شان محل کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک جوان مزدوروں، مستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے ساتھی جعفر بن سلیمان سے فرمایا دیکھتے ہیں۔ یہ جوان محل کی تعمیر و تزئین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے تو اس کے حال پر رحم آرہا ہے اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حال سے نجات دے۔ کیا اچھا ہو کہ یہ جوانانِ جنّت سے ہو جائے۔ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے۔ سلام کیا۔ اس نے مالک بن دینار کو نہ پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت و توقیر کی کوئی کسر نہ چھوڑی اور عرض کیا حضرت کو کوئی کام ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا۔ اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنا چاہتے ہو۔

نوجوان نے کہا۔ جناب ایک لاکھ درہم۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا اگر تم اتنی بڑی رقم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار، خوبصورت اور دیرپا ہے۔ جس کی مٹی مشک و زعفران کی ہوگی۔ وہ کبھی منہدم نہ ہوگا اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم، خادمائیں اور سرخ یاقوت کے قبے، نہایت شاندار اور حسین خیمے بھی محل کے ساتھ ہوں گے اور اس کو معمار و بڑھئی نے نہیں بنایا۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے کُن فرمانے سے بن گیا۔ نوجوان کہنے لگا۔ اس بارے میں مجھے ایک رات غور کرنے کی مہلت عنایت فرمائیں۔ مالک بن دینار کہنے لگے ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر واپس آگئے۔ مگر آپ کو ساری رات اس نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے۔ تو نوجوان کو اپنے دروازے پر منتظر پایا۔ نوجوان انتہائی مسرت و شادمانی سے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا کل کی بات یاد ہے۔ مالک بن دینار نے فرمایا کیوں نہیں۔ نوجوان نے ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں مالک بن دینار کے حوالے کرتے ہوئے کہا جناب یہ ہے میری پونجی اور یہ حاضر ہیں قلم، دوات اور کاغذ چنانچہ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ نے کاغذ اور قلم ہاتھ میں لے کر اس مضمون کا معاہدہ یوں تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یہ تحریر اس غرض کے لئے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا شاندار محل دلانے کا ضامن ہے اور اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس ایک لاکھ درہم کے بدلہ میں میں نے جنّت کا ایک محل فلاں بن فلاں کے لئے خرید لیا ہے جو اس کے محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے، اور وہ محل قرب الٰہی کے سائے میں ہے

یہ لکھ کر کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فقراء، مساکین میں تقسیم فرما دی۔ اس عظیم عہد نامے کو لکھے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار کی نگاہ محراب مسجد پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان کے لئے لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں رکھا ہے۔ اور اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔ عزیز و حکیم اللہ تعالیٰ کی جانب سے مالک بن دینار کے لئے پروانۂ برأت ہے کہ تم نے جس محل کے لئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرما دیا۔ بلکہ اس سے ستر گنا زیادہ نوازا۔ اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار دوڑتے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم کدہ بنا ہے اور اندر سے رونے کی آواز آ رہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پیارا ہو گیا۔ نوجوان کو غسل دینے والے شخص نے بتایا کہ اس نے مجھے بلوایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل و کفن تم دینا اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی۔ چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کر دی۔ حضرت مالک بن دینار نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے۔ جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دو لاکھ درہم پیشکش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا جو ہونا تھا ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت اسے یاد کر کے بہت روتے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

جس کو خدا نے بخش دی وہ خوش نصیب ہے
سب سے عظیم چیز ہے دولت یقین کی

(بزم اولیاء، ص ۱۱۷)

حضرات!

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی زبان سے جو نکل آئے اللہ تعالیٰ اسے پورا کر دیتا ہے۔ مگر بات ہے صرف یقین کی۔ کہتے ہیں کہ پیر کامل با یقین کامل۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

روحوں کا تعارف:-

حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے تین راتیں متواتر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ یا اللہ مجھے اس شخص کا دیدار کرا دے۔ جو میرا جنت کا ساتھی ہوگا۔ جواب ملا میمونہ سوداء تیری رفیق جنت ہے۔ جو کوفہ کے فلاں قبیلہ میں رہتی ہے۔ حضرت شیخ وہاں تشریف لے گئے اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ میمونہ تو دیوانی عورت ہے۔ بکریاں لے کر جنگل میں پھرتی رہتی ہے۔ حضرت شیخ جنگل میں پہونچے۔ تو ملاحظہ کیا کہ میمونہ نماز پڑھ رہی ہیں۔ اس کے جسم پر اون کا ایک جبہ ہے۔ جس پر لکھا ہوا ہے۔ یہ خریدی اور بیچی نہیں جا سکتی۔ بکریوں کے ریوڑ پر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیئے قریب ہیں۔ مگر نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیئے بکریوں پر حملہ کرتے ہیں۔ شیخ کی آہٹ پا کر میمونہ نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر بولیں۔ اے ابن زید اس وقت جاؤ۔ وعدہ یہاں دنیا میں ملنے کا نہیں بلکہ قیامت کا ہے۔ شیخ عبدالواحد کہنے لگے تمہیں کس نے بتایا کہ میں ابن زید ہوں۔ میمونہ کہنے لگیں۔ کیا خبر نہیں۔ کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ لشکر کی روحیں ایک مقام پر ہیں۔ جن کی ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا۔

وہ یہاں بھی باہم متعارف ہیں۔ اور جن میں وہاں ناآشنائی رہی یہاں بھی رہی۔
یہ سن کر شیخ عبدالواحد کہنے لگے۔ مجھے کچھ نصیحت کر دو۔ میمونہ نے کہا رب تعالیٰ نے
جس بندہ کو دنیا کی کوئی شی ایک بار دے دی پھر وہ دوبارہ اس کی طلب میں رہا۔
اللہ تعالیٰ اس سے لذت خلوت سلب کر لیتا ہے۔ اور قرب کو بُعد سے بدل دیتا ہے۔
اس کے دل میں وحشت بٹھا دیتا ہے۔ پھر شیخ عبدالواحد کہنے لگے۔ بھیڑیئے بکریوں
کے ہمراہ کس طرح رہتے ہیں کہ نہ وہ انہیں کھاتے ہیں نہ وہ ان سے ڈرتی ہیں۔ میمونہ
نے کہا جاؤ یہ باتیں نہ کرو۔ میں نے اپنے رب سے معاملہ درست کر لیا ہے۔ اس لئے
اس نے بھیڑیوں اور بکریوں میں بھی صلح کرا دی ہے۔

(بزم اولیاء ص ۱۳۷)

س مرضی مولا میں انسان جو ڈھل جاتا ہے
وہ نظر کر دے تو پتھر بھی پگھل جاتا ہے

حضرات! معلوم ہوا کہ عورتوں میں بھی بڑی بڑی کامل ولیہ ہوئی ہیں۔ جو رازدار
حقیقت تھیں۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ جو اللہ تعالیٰ کا تابع فرمان ہو جائے۔ انسان
تو رہے انسان حیوان بھی انہیں جانتے ہیں۔ اور ان کے آگے سر جھکاتے ہیں۔

دُعا کا اثر:-

حضرت محمد بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک دن میں چالیس میل پیدل
چلتے اور اسی سفر میں قرآن پاک ختم فرما لیتے۔ ایک دن آپ تھک گئے۔
بھوک کا غلبہ ہوا۔ اور کمزوری نے آلیا۔ صحرا میں اُبلتے پانی کے چشمے پر پہنچے
اور دعا مانگی۔ اچانک سرہانے ایک لونڈی کو کھڑا پایا۔ وہ کہنے لگی۔ میرے
آقا نے مجھے ہدیہ دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اور کہا ہے۔

اگر آپ ہدیہ قبول فرما لیں گے۔ تو مجھے آزادی مل جائے گی۔ آپ نے لونڈی
کو حکم دیا کہ یہ ہدیہ رکھ دے۔ وہ ہدیہ دو موٹی تازی روٹیاں اور بھنے
ہوئے انڈوں پر مشتمل تھا۔ آپ یہ ہدیہ وہیں چھوڑ کر گھبراہٹ و خوف
کے عالم میں چل دیئے۔ کہ اتنی جلدی دعا نے شرف قبولیت پا لیا۔
ان کی ایک مشہور کرامت یہ بھی ہے۔ کہ کافی دنوں تک انہوں نے
پانی نوش نہ فرمایا۔ ایک دن انہیں طہارت کی ضرورت پیش آئی۔ پانی کے
کنارے بیٹھ کر رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ میرے آقا آپ کو علم ہے کہ مجھے
طہارت کی ضرورت ہے۔ اور میں اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ دفعتہً
دیوار سے ایک ہاتھ نکلا۔ جس نے کوزا پکڑا ہوا تھا۔ آواز آئی یہ لے اور
پی لے۔ فرمانے لگے۔ مجھ پر تو طہارت کا غلبہ ہے۔ کوزا پکڑا وضو فرمایا
اور اس کے بعد پانی نوش فرمایا۔ لیکن پھر پورے اسی دن تک پانی کی
ضرورت محسوس نہ فرمائی۔

(جامع کرامات اولیاء ص ۲۴۸)

حضرات! معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی دعا میں اثر ہے۔
اِدھر دعا مانگ کر منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اُدھر فوراً ہی جو اللہ تعالیٰ سے
مانگا مل گیا۔

آگ بے اثر ہو گئی!

حضرت احمد حواری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان دارانی رحمۃ اللہ
علیہ کے ارادت مندوں میں سے تھے۔ اور سفیان بن عینیہ سے بھی فیض
صحبت حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے کلام میں بہت زیادہ اثر تھا

حصولِ علم کے بعد اکثر مصروفِ مطالعہ رہتے۔ لیکن آخر میں تمام کتابیں دریا میں پھینک دیں اور فرمایا کہ حصولِ مقصد کے بعد حجت و رہنما کی حاجت نہیں رہتی۔ لیکن بعض حضرات آپ کے اس عمل کو عالمِ وجد کی پیداوار بتاتے ہیں۔ اپنے مرشد حضرت سلیمان دارائی سے آپ کا یہ معاہدہ تھا کہ ہم دونوں کسی بات میں بھی ایک دوسرے سے اختلاف نہیں کریں گے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت سلیمان عالمِ وجد میں تھے۔ کہ آپ نے عرض کیا تنور گرم ہے۔ جیسا حکم ہو کیا جائے۔ انہوں نے اس وجدانی کیفیت میں کہہ دیا۔ کہ تم خود جا کر تنور میں بیٹھ جاؤ اور یہ معاہدہ کے مطابق فوراً تنور میں جا بیٹھے۔ اور پھر کچھ دیر کے بعد جب سلیمان کو یاد آیا کہ میں نے تو حالتِ وجد میں انہیں کہہ دیا تھا۔ چنانچہ تلاش کرنے پر دیکھا۔ کہ آپ تنور میں بیٹھے ہیں۔ اور جب حضرت سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کہنے پر باہر نکلے تو آگ نے آپ کے اوپر کوئی اثر نہ کیا تھا۔

(تذکرۃ الاولیاء۔ ص ۱۶۶)

حضرات! آپ جانتے ہیں کہ آگ کا کام جلا دینا ہے۔ مگر اللہ کے ولی کا آگ میں سے صحیح و سالم باہر آنا کرامت ہے۔

۷ — اللہ کا قرب!

ایک دیوانہ پھٹی پرانی حالت والا گلیوں میں مارا مارا پھر رہا تھا اور لڑکے اس پر پتھر اور ڈھیلے برسا رہے تھے۔ سر لہولہان، چہرے اور جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ اُدھر سے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو لڑکوں کو ڈانٹا۔ لڑکوں نے عرض کیا۔

ہم لوگ اسے بلا وجہ نہیں مار رہے۔ یہ تو سنگسار کئے جانے کے قابل ہے۔ شیخ نے وجہ پوچھی تو لڑکوں نے کہا۔ یہ کفر بکتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں اور اس سے کلام کرتا ہوں۔ لڑکوں کی باتیں سن کر شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ کے نزدیک گئے۔ وہ منہ ہی منہ میں ہنس ہنس کر خود کلام تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ تو جو کر رہا ہے۔ بہت بہتر۔ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا تاکہ میرا ذکر کریں۔ حضرت شبلی نے پوچھا۔ یہ لڑکے آپ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔ دیوانہ کہنے لگا۔ یہ لڑکے کیا کہتے ہیں حضرت شبلی نے فرمایا کہ تم اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔ دیوانہ ایک زور دار چیخ مار کر کہنے لگا۔ اے شبلی قسم اس ذات کی جس نے مجھے اپنے عشق میں چور چور کر دیا اور اپنے قرب و بعد کے درمیان مجھے گم فرما دیا۔ ایک پلک جھپکنے کی مقدار بھی اگر وہ مجھ سے اوجھل ہو جائے تو آتشِ فراق مجھے جلا کر راکھ کر دے۔ اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے ہوا نکل بھاگا اور یہ شعر اس کی زبان پر تھا۔

جَمَالُكَ فِيْ عَيْنِيْ وَ ذِكْرُكَ فِيْ فَمِيْ
وَحُبُّكَ فِيْ قَلْبِيْ فَاَيْنَ تَغِيْبُ

ترجمہ: تیرا حسن میرا منظر ترا ذکر میرا کلمہ
تو بسا ہے دل میں تو کبھی جدا نہیں ہے۔

(بزم اولیاء۔ ص ۱۴۷)

حضرات! معلوم ہوا کہ بعض لوگ بظاہر تو بوسیدہ حالت اور پھٹی پرانی اور سادہ سی ہیئت میں ہوتے ہیں۔ مگر باطنی لحاظ سے وہ

اللہ تعالےٰ کے مقبول ہوتے ہیں۔ انہیں کوئی نظر والا ہی پہچان سکتا ہے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ ہمیں اولیاء کرام کی کرامات کو جاننے اور ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

حسین وعظوں کا حسین مجموعہ

حُسنِ خطابت

مصنف (حسن خطابت)

قاری ابرار احمد قادری

(فاضل علوم عربیہ)

ناشر: علی برادران تاجران کتب
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار۔ فیصل آباد، فون: ٣٤٧١٧ پی پی